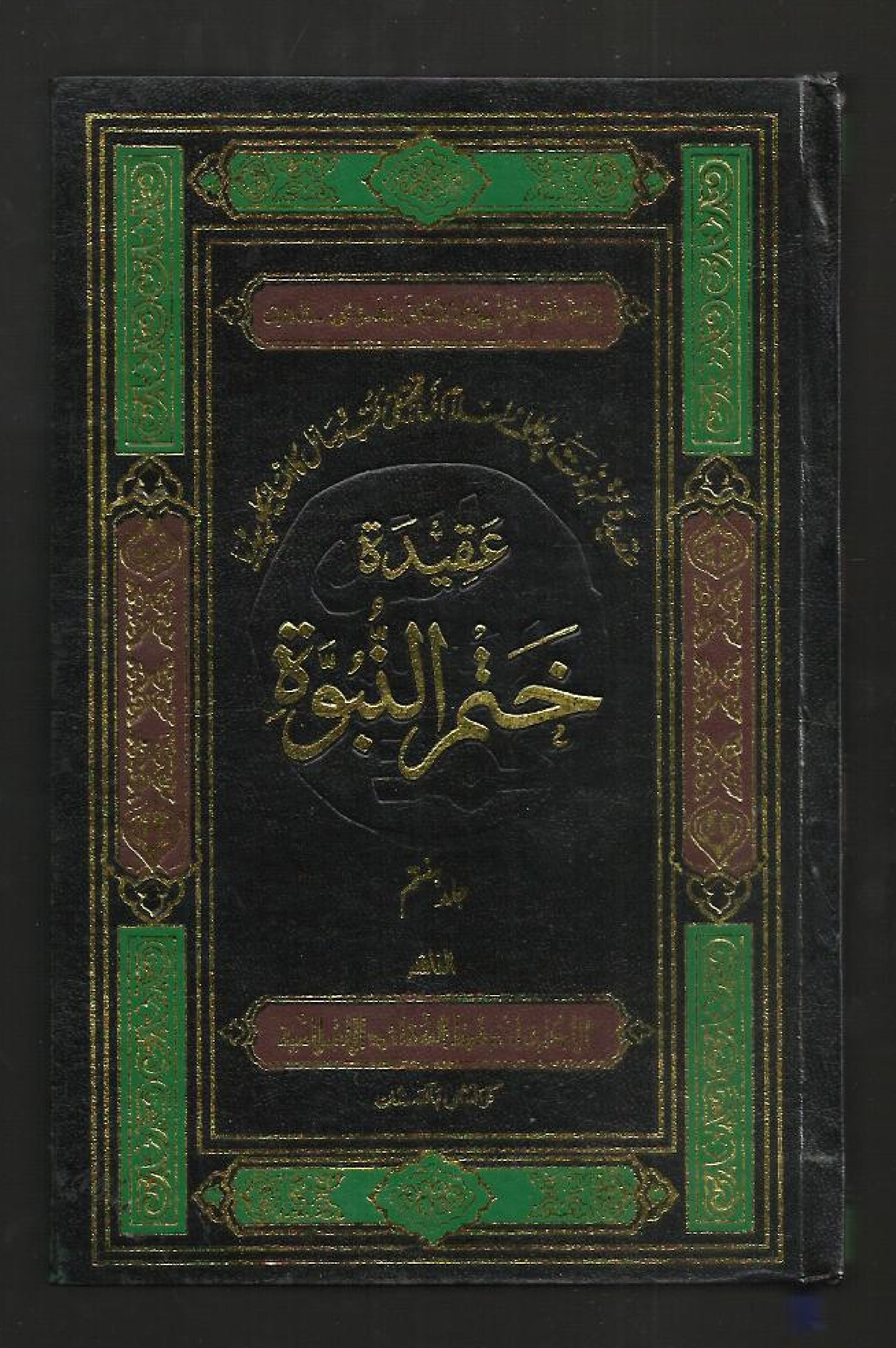
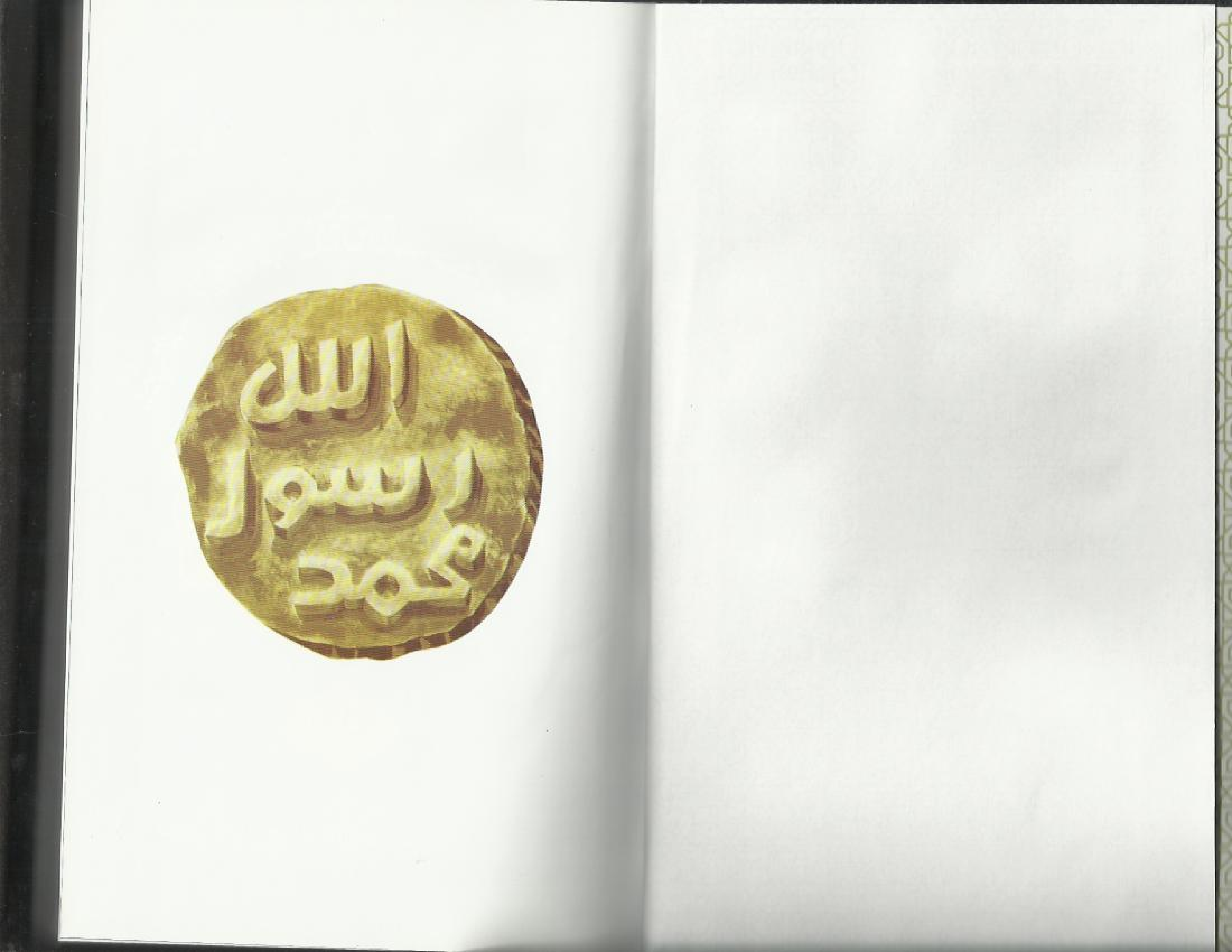
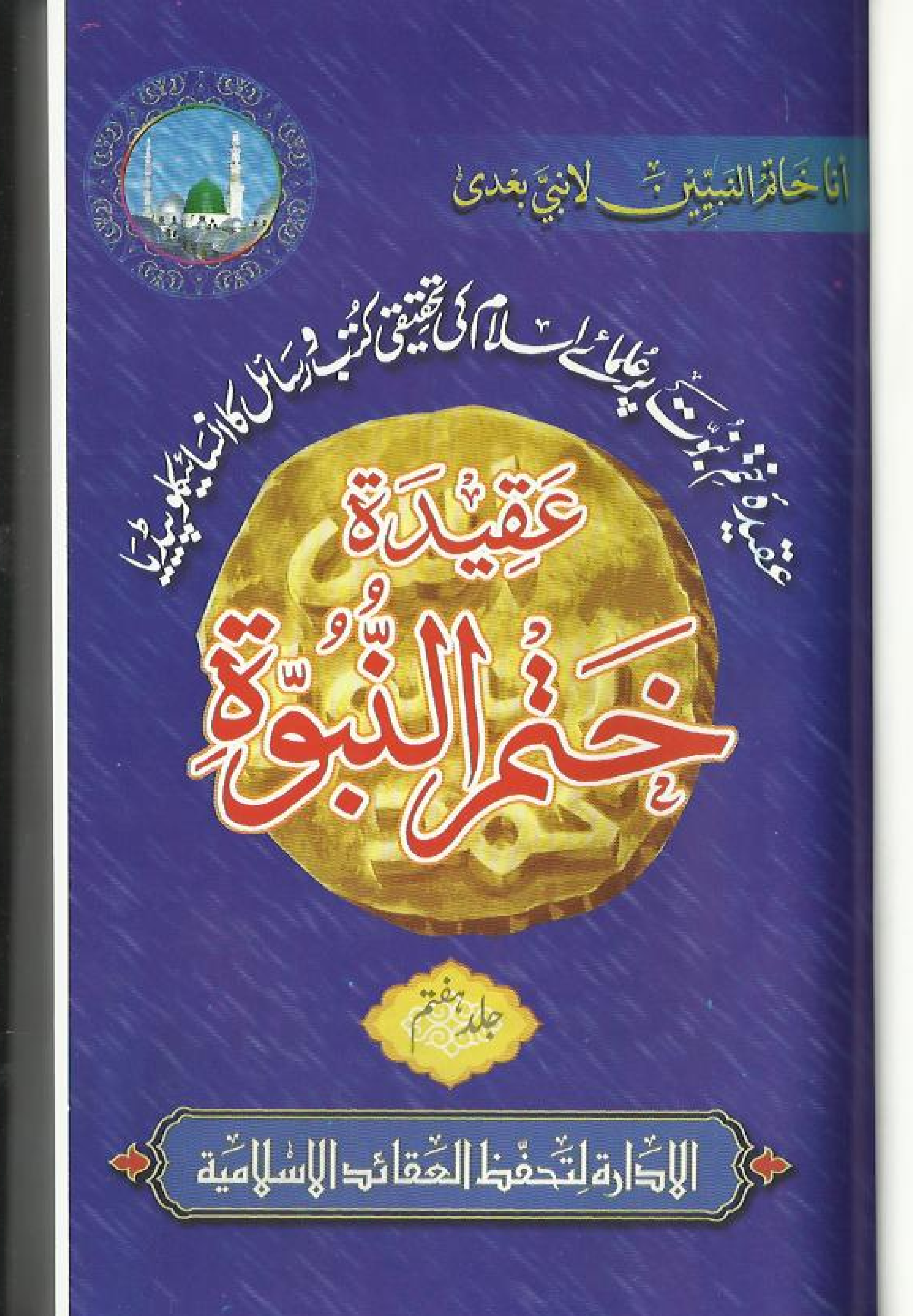
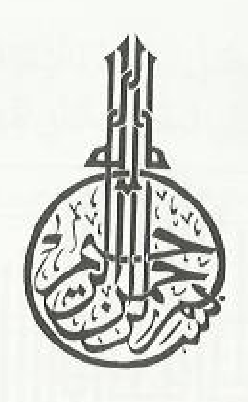

عقیدۃ
ختم النبوۃ



الله
رسول
محمد


أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي
عقیدۂ ختم نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا
عقيدة
ختم النبوة
جلد ہفتم
الادارة لتحفظ العقائد الاسلامية



مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ
وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

الآية ٤٠ سورة الاحزاب



اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ

قصیدہ بُردہ شریف

از: شیخ العرب والعجم امام محمد شرف الدین بوصیری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اے میرے مالک ومولیٰ درود وسلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور ملجاء ہیں دنیا وآخرت کے اور جن وانس کے اور عرب وعجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّ فِيْ خُلُقٍ
وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمِ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن واخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم وکرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (مسجد اقصیٰ میں) مقدم فرمایا مخدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرٰى لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح وقلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

اور جسے آقائے دوجہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سر جھکا لیں۔

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ
بِاَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سلامِ رضا

از: امام اہلسنت مجددِ دین و ملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ
امام احمد رضا محقق محدث قادری برکاتی حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۂ جان و دل
یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اظہار تشکر

ادارہ ان تمام علمائے اہلسنّت،

اہل علم حضرات اور تنظیموں کا

تہہ دل سے مشکور وممنون ہے

جنہوں نے اب تک عقیدہ ختم نبوت کے

موضوع پر مواد کی تلاش اور جمع کرنے میں

ادارے کے ساتھ مخلصانہ تعاون کیا

اور باقی مواد کی تلاش میں مشغول عمل ہیں

ادارے کو ان کی مزید علمی شفقتوں کا

انتظار رہے گا۔

الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

نام کتاب	عقیدۃ ختم النبوۃ
ترتیب وتحقیق	حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ
جلد	ہفتم
سن اشاعت	2009ء / ۱۴۳۰ھ
قیمت	-/325

ناشر

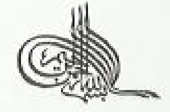
الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com
www.khatmenabuwat.net



فہرست



عالم جلیل، فاضل نبیل، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت

حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

- حالاتِ زندگی
- ردِّ قادیانیت

حالات زندگی:

راولپنڈی سے پشاور جانے والی سڑک پر کامرہ موڑ سے چار میل کے فاصلے پر ضلع اٹک کی حدود میں ایک قصبہ شمس آباد نام سے آباد ہے۔ قاضی غلام جیلانی بن قاضی نادر بن قاضی جنگ باز اراسی قصبہ میں ۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد قاضی نادر دین صاحب علم اور رئیس القلم تھے۔ شمس آباد کے عوام نے ان ہی سے نوشت وخواند سیکھی تھی۔ ہندکو زبان کے صوفی بزرگ شاعر تھے اور ان کی علمی یادگار ''پند نامہ بطرز سی حرفی'' موجود ہے۔

قاضی غلام جیلانی نے ابتدائی کتب اپنے علاقے کے جید علماء سے پڑھیں۔ پھر مدرسہ عالیہ رامپور میں داخل ہوئے اور مولانا محمد طیب، مولانا منور علی محدث رامپوری اور مولانا سلامت اللہ رامپوری سے استفادہ کیا۔ مدرسہ عالیہ سے سند فضیلت حاصل کی اور اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے۔

محی الدین حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دونوں بھائی مولانا قاضی غلام سبحانی اور حکیم مولانا قاضی غلام ربانی شمس آبادی بھی جید علماء میں سے تھے۔

قاضی صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سراج الاولیاء حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۳۳ھ سجادہ نشین خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کے مرید وخلیفہ تھے۔

بعد ازاں امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم پر حضرت مولانا غلام جیلانی نے دھوراجی کاٹھیاوار کے مدرسہ فخر عالم میں مدرس کے فرائض انجام دینے شروع کئے۔ اس

مدرسہ میں آپ کے فرزند حضرت مولانا قاضی عبد السلام شمس آبادی بھی طلباء میں شامل تھے۔ کچھ عرصہ تدریس کے بعد مولانا کرامت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ تبلیغ وارشاد سے وابستہ ہوکر بنگال تشریف لے گئے۔ بعد میں آپ کئی بار تبلیغی دوروں پر بنگال گئے اور وہاں کئی مساجد اور عیدگاہیں تعمیر کرائیں۔ بنگال میں آپ کے مریدین اور خلفاء کی کثیر تعداد تھی۔ جب تبلیغی دوروں سے واپس تشریف لاتے تو دھلی میں اور پھر لاہور میں قیام فرماتے اور لاہور کے مکتبوں سے نئی کتب خرید فرما کر گھر تشریف لے جاتے۔

امام احمد رضا سے آپ کو گہری عقیدت تھی اور آپ بار ہا بریلی شریف تشریف لے گئے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک موقعہ پر جب ایک وفد علماء ندوۃ سے بات چیت کے لئے لکھنؤ بھیجا تو اس میں حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی بھی شامل تھے۔

اعلیٰ حضرت سے اظہار نسبت کے لئے مولانا غلام جیلانی اپنے نام کے ساتھ ''الرضوی'' تحریر فرماتے تھے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درمیان مراسلت سے تعلقات کی گہرائی کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ مولانا غلام جیلانی اعلیٰ حضرت کے نام ایک مکتوب کا آغاز یوں فرماتے ہیں:

''بحضور لامع النور موفور السرور قامع الشرور والفسق والفجور حضرت عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم بعد نیاز بے آغاز حضور نے فرمایا تھا ......''

ایک اور مکتوب کا آغاز یوں ہے:

''بجناب مستطاب حضرت عالم اہل سنت و جماعت مجدد مائۃ حاضرۃ زید فضلہم بعد نیاز مندی عقیدت مندانہ ......''

ایک استفتاء کا آغاز اس طرح فرمایا:

الاستفتاء فی حضرۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ الفاضل البریلوی غوث الانام مجمع العلم والحلم والاحترام امام العلماء ومقدام الفضلاء لازال بالافادۃ والعز والاکرام......''

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا غلام جیلانی کے ایک استفتاء کے جواب کا آغاز یوں فرماتے ہیں:

''بملاحظہ مولانا المکرم والفضل الاتم مولانا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب اکرمہ اللہ تعالیٰ ......''

آخری دور میں آپ نے اپنے قصبے شمس آباد کی مٹھی مسجد میں مدرسہ قائم کیا جس میں آپ خود پڑھاتے تھے۔ اس مدرسہ میں آپ کے پاس دور دور سے حتیٰ کہ بخارا تک کے طلباء پڑھنے آتے تھے۔ آپ کو بنگالی، فارسی، عربی، گجراتی، پشتو، اردو اور پنجابی زبانوں پر مکمل عبور تھا۔

مبلغ، مدرس، مناظر اور پیر طریقت ہونے کے علاوہ آپ اپنے دور کے کثیر التصانیف علماء اہل سنت میں سے تھے۔ اردو، فارسی اور عربی میں آپ نے تصنیف و تالیف کا کام انجام دیا۔ آپ کی چند کتب آپ کی حیات مبارکہ میں چھپ کر شائع ہوئیں اور باقی غیر مطبوعہ ہیں جن میں سے اکثر کے مسودات ضائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی تصانیف کی مکمل فہرست تا حال مرتب نہیں ہوئی۔ تلاش و جستجو کے بعد آپ کی باون کتب کے نام معلوم ہو سکے جن میں سے چند کے نام یہاں ذکر کیے جاتے ہیں:

- ☆ جامع التحریر فی حرمۃ الغناء والمزامیر (مطبوعہ اردو)
- ☆ عذاب شریعت بر عامل رسالہ آداب طریقت۔
- ☆ بدیع الکلام فی لزوم الظہر والجمعۃ علی الانام.

☆ حق الایضاح فی شرطیة الکفو للنکاح (فارسی عربی، مطبوعہ)

☆ فضائل سادات (اردو مطبوعہ)

☆ خیر الماعون فی جواز الدعاء لرفع الطاعون (فارسی، غیر مطبوعہ)

☆ آداب الدعاء و اسباب رد و قبول دعا (فارسی، غیر مطبوعہ)

☆ تتمة المقالات فی جواز اخذ الدراهم علی الختمات (اردو)

☆ نفحة الازهار فی معنی مسجد الضرار (اردو، غیر مطبوعہ)

☆ عقائد وہابیہ (غیر مطبوعہ)

☆ الفیض التام فی تقبیل الابهام (غیر مطبوعہ)

☆ رفیق العلماء فی طریق القضاء وغیرہ

رد قادیانیت:

رد قادیانیت پر حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی صاحب کی تین کتابیں دستیاب ہوئیں ہیں جو اس سلسلہ ختم نبوت میں شامل کی گئی ہیں:

۱...... تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی

۲...... جواب حقانی دررد بنگالی قادیانی

۳...... رسالہ بیان مقبول وردقادیانی مجہول

۲۴ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ/۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو ۶۳ سال کی عمر میں حضرت علامہ قاضی غلام جیلانی نے وصال فرمایا۔ شمس آباد، ضلع اٹک، پاکستان کے بڑے قبرستان میں آپ کا مزار پرانوار ہے۔



تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی

(سن تصنیف: 1911ء/ ۱۳۳۰ھ)

تصنیف لطیف

عالم جلیل، فاضل نبیل، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت

حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام

علی رسولہ محمد و الہ و اصحبہ اجمعین ط

امّا بعدُ فقیر حقیر پروردگار عالم کی مغفرت کا امیدوار بخشے پروردگار اس کو اور اس کے آباء واجداد مشائخ وتلامذہ احباب وکل مومنین مومنات کو قاضی غلام گیلانی حنفی المذہب نقشبندی المشرب پنجاب ضلع کامل پور علاقہ چھچھ موضع شمس آباد کا رہنے والا بخدمت اہل اسلام گزارش رسان ہے کہ پنجاب ضلع گورداسپور موضع قادیان میں مرزا غلام احمد ایک شخص قوم کا کشت کار پیدا ہوا تھا کچھ فارسی، اردو سیکھ کر دنیا کمینی کے شوق میں آ کر ابتدا میں بزرگ بنا۔ مداریوں اور جوگیوں کے شعبدے اور ہاتھ کی صفائیاں دکھا کر بعض بدنصیبوں کو کرامت کا دھوکا دیکر حرام کا روپیہ وصول کرنا شروع کیا۔ علمائے کرام وقتاً فوقتاً اس کی اصلاح فرماتے رہے۔ رفتہ رفتہ مرزا نے دعوی کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور آسمان پر جانا انکا اور پھر زمین پر قریب قیامت کے آنا یہ کذب اور لغو ہے اور مہدی بھی اور کوئی نہیں میں ہی مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کے بدلے میں پیدا ہوا اور ان دونوں کے اوصاف میرے اندر موجود ہیں مجھ کو جو نہ مانے گا وہ گمراہ اور کافر ہے۔ اور دجال کوئی خاص شخص نہیں اور نہ خر دجال کوئی خاص جانور ہے بلکہ دجال سے مراد یہ پادری لوگ ہیں اور گدھا دجال کا یہ ریل ہے اور یہ جو لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو "لُدّ" کے دروازے پر قتل کریں گے۔ سو لُدّ مخفف ہے، لدھیانہ کا۔ میں نے پادری کو بحث میں لدھیانہ میں زیر کر دیا یہی مراد قتل دجال سے ہے۔

غرض کہ اس قسم کی بیہودہ بکواس بہت بکی پھر عجب اس پر کہ دعویٰ تو یہ کہ مثیل عیسیٰ ہوں اور جس کی مثل بنا اسی کو فحش گالیاں، پروردگار پر بہتان، قرآن شریف پر اعتراض، باقی انبیاء کو

بھی اشارے کنائے میں جو دل میں آیا بک دیا۔ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور صحابہ کرام اور موجودہ زمانے کے علمائے عظام کو سخت گالیاں بکیں جو اس کی پلید کتابوں میں سے قدرے مسلمانوں کو اس کا حال ظاہر کرنے کے لئے مع نشان صفحات کے بقید تحریر لاتا ہوں ناظرین خود جان لیں گے کہ مرزا مسلمان تھا یا کون؟ اور اس پر اعتقاد اور اس کی متابعت کرنے والا بھی مسلمان ہے یا تابع شیطان اور مغضوب رحمن ہے؟

کتاب میں لفظ اقول کے بعد مقولہ اس فقیر کا ہوگا۔

مرزا کی طرف سے پیغمبری کا دعوی

مرزا کی کتاب کے الہاموں کی تعداد پر ہند سے لکھے گئے:

۱..... الہام ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ'' ''اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم میری تابعداری کرو''۔ (بلفظہ صفحہ ۲۳۹، براہین احمدیہ، تصنیف مرزا)

اقول: علم کی یہ لیاقت ہے کہ قرآن شریف کی آیت جو رسول اللہ ﷺ کے حق میں نازل ہوئی تھی اس کو اپنے اوپر جڑ کر الہام ظاہر کر دیا۔ عربی بنالینا فکر میں نہ آیا ورنہ ضرور ایک آیت عربی کی بنالیتا۔

۲..... اس امیں کوئی شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لیے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا

---

[۱] لاالٰہ الااللہ لقد کذب عدواللہ ایھا المسلمون۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے یہ حدیث آئی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قد کان فی مامضی قبلکم من الامم اناس محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فانہ عمر بن الخطاب. اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی فراست صادقہ والہام حق والے اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر ہیں رضی اللہ عنہ (رواہ احمد والبخاری، عن ابی ہریرۃ، واحمد، ومسلم، والترمذی، والنسائی عن ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فاروق اعظم نے تو نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف یہ ارشاد آیا لو کان بعد نبی لکان عمر بن الخطاب. اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر ہوتا۔ (رواہ احمد والترمذی والحاکم عن عقبۃ بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما) مگر پنجاب کا محدث حادث کہ حقیقۃً نہ محدث ہے (جاری)

ایک شرف رکھتا ہے اور امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جاتے ہیں اور رسول اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور اس سے انکار کرنے والا مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ (بلفظہ توضیح مرام صفحہ ۱۸، مرزا کی کتاب)

۳..... مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت جناب مرزا غلام احمد قادیانی۔

(بلفظہ ابتدا صفحہ ٹائٹل پیج ازالہ اوہام)

اقول: اگر کوئی کہے کہ میں پیغمبر ہوں یا رسول اللہ ہوں اور ارادہ اسکا خدا کے رسول ہونے کا ہے تو کافر ہوگا۔ (عقائد عظیم، صفحہ ۱۶۶)

ناظرین! بالانصاف خود جان لیں کہ مرزا پیغمبری کا دعویٰ کرنے سے کون ہوا مسلمان ہوا یا کافر؟

۴..... مجھ کو قادیان والوں نے نہایت تنگ کیا ہے جس سے کہ میں یہاں سے ہجرت کروں گا۔ میرے روحانی بھائی مسیح (یعنی عیسیٰ) کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔ (بلفظہ، صفحہ ابتدائی ج، مرزا کا شحنۂ حق)

فقیر صاحب تیغ کہتا ہے کہ ہجرت کے بارے میں پیشگوئی تو کر بیٹھے مگر کہیں ہجرت نصیب نہ ہوئی بلکہ باوجود ہزار ہا روپیہ کے حج کو بھی نہ گیا اور اتنا بڑا فرض ترک کر کے قبر میں جا بسا۔ جس کی نسبت رب العزۃ نے فرمایا کہ اس گھر کا حج ہر استطاعت والے پر فرض ہے ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور جو کفر کرے تو اللہ سارے جہاں سے بے پرواہ ہے''۔

اور حدیث میں فرمایا جو باوصف استطاعت حج نہ کرے فیمت ان شاء

(بقیہ) نہ محدث یہ ضرور ایک معنی پر ہی ہو گیا۔ الا لعنۃ اللہ علی الکذبین. منہ عفی عنہ ناقلا عن بعض تصنیفات عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ مولانا البریلوی الشیخ احمد رضا خان رضی عنہ الرب السبحان۔



یھودیا وان شاء نصرانیا. وہ چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی۔ معلوم نہیں کہ اس حدیث کے حکم سے مرزا یہودی ہو کر مرا یا نصرانی ہو کر؟ ظاہر اول ہے کہ مسیح علیہ السلام کو گالیاں دینا یہود کا کام ہے۔ جب جھوٹے دعاوی پیغمبری اور طرح طرح کے مکر و فریب کر کے پختہ دالان بنایا تھا تو خود تو ہجرت کر کے جانا در کنار تھا اگر کوئی باندھ کر نکالتا جب بھی نہ نکلتا یہ بھی ایک مکر کی بات تھی کہ میں ہجرت کر کے چلا جاؤں گا۔

۵...... خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

(بلفظہ صفحہ ۵۳۳، ازالہ اوہام، مرزا کی کتاب)

اقول: اس سے معلوم ہوا کہ براہین احمدیہ جو مرزا کی تصنیف ہے وہ خدا کا کلام ہے (نعوذ باللہ) اور یہ کہ مرزا نبی ہے (معاذ اللہ)۔

۶...... ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔

(بلفظہ صفحہ ۵۶۹، ازالہ اوہام)

اقول: پس مرزا نبی مرسل بنا مگر ناقص نبی دم کٹا ابتر۔ انبیاء میں ناقص آج ہی سنا۔ طرفہ یہ کہ نبوت میں ناقص اور رسول پورا ہے۔ حالانکہ رسول نبی سے مساوی یا اعلیٰ ہوتا ہے۔

۷...... خدا نے مجھے آدم صفی اللہ کہا اور مثیل نوح کہا، مثیل یوسف کہا، مثیل داؤد کہا، پھر مثیل موسیٰ کہا، پھر مثیل ابرہیم کہا، پھر بار بار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔

(بلفظہ صفحہ ۲۵۳، ازالہ اوہام، مرزا کی کتاب)

فقیر کہتا ہے کہ مشہور تو یہ کیا ہوا ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں اور اب تو شوق میں آ کر سب پیغمبروں کے مثیل بن گئے اور احمد بننے میں مثیل کی بھی قید نہ رہی خود احمد ہو گئے الا لعنۃ اللہ علی الکذبین۔

۸...... پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیحہ کی رو سے ضروری طور پر قرار پا چکا تھا وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خدا تعالیٰ کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔ (بلفظہ صفحہ ۴۱۳-۴۱۴، ازالہ اوہام)

فقیر کہتا ہے کہ کیا نشانی پائی گئی خاک بھی نہیں بلکہ جب سے دعویٰ پیغمبری کا شروع کیا الٹا طاعون اور روز بروز تباہی ہی ہوتی گئی۔

ع برعکس نہند نام زنگی کافور

پس مرزا کاذب ہے۔

۹...... چونکہ آدم اور مسیح میں مماثلت ہے اس لیے اس عاجز کا نام آدم بھی رکھا اور مسیح بھی۔

(بلفظہ صفحہ ۴۵۶، ازالہ اوہام)

اقول: مسیح اور آدم علیہما السلام میں تو یہ مماثلت پائی گئی کہ آدم علیہ السلام بے ماں باپ دونوں کے پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے۔ اور باقی انبیاء علیہم السلام سے مرزا کو کیا مماثلت ہے۔ جن جن کے مثیل بنے ان کے ساتھ مثلیت کی وجہ قلب شریف ہی میں رکھی رہ گئی اور پھر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مرزا کی مماثلت کیا؟ ان دونوں حضرات کے باپ نہ تھے اور مرزا کا باپ تھا۔ دونوں کے معجزات بینات تھے مرزا کا کیا معجزہ ہے؟ البتہ طلسمات کی کتابوں میں سے کوئی شعبدہ سیکھ کر گاؤں والوں کو فریب دے دینا (نعوذ باللہ ایسی مماثلت ہے)۔

۱۰...... ہمارا گروہ سعید ہے جس نے اپنے وقت پر اس بندہ (مرزا) نامور کو قبول کر لیا ہے جو آسمان اور زمین کے خدا نے بھیجا ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۱۸۷، ازالہ اوہام)

اقول: سبحان اللہ! آپ کا گروہ سعید ہے فقط جو دو چار اردو خواں اور چند سبزی فروش اور

چند جوگی جولا ہے اور چند تیلی اور چند کشت کار ہیں اور باقی تمام روئے زمین کے مسلمان عرب عجم ہندوستان، پنجاب، بنگالہ وغیرہ وغیرہ ملکوں کے علماء فضلاء بزرگان دین سب کے سب بد بخت اور شقی ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

۱۱......میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ (بلفظہ صفحہ ۶۳۴، ازالہ اوہام)

فقیر کہتا ہے کہ یہ الہام تو مرزا کا برعکس ہوا۔ جا بجا لوگ برا ہی کہتے ہیں۔ جہاں تک کوئی نام مرزا کا سنتا ہے سوائے گالی اور برے کے ذکر خیر کوئی مسلمان نہیں کرتا۔

۱۲......احمد اور عیسٰی اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے:
''ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد'' (بلفظہ صفحہ ۶۷۳۔ ازالہ اوہام)

فقیر کہتا ہے پروردگار نے ایسا اندھا کیا کہ جو آیت رسول اللہ ﷺ کے حق میں تھی مرزا نے اپنے اوپر لگادی اور اتنا خیال نہ کیا کہ میرا نام تو غلام احمد ہے، احمد تو نہیں۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے توریت کی تصدیق کرتا اور اس رسول کی خوشخبری سناتا جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے ﷺ۔ ازالہ کے قول ملعون میں صراحۃً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی خوشخبری دی گئی ہے وہ (معاذ اللہ) مرزا قادیانی ہے، یہ صاف کفر ہے۔

۱۳......اور یہ آیت: ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ درحقیقت اسی مسیح بن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے۔ (بلفظہ ۶۷۵)

فقیر کہتا ہے کہ خیال کرو اے مسلمانو! کہ مرزا کذاب نے یہ آیت جو محمد ﷺ

کی شان اور تعریف میں ہے اپنے حق میں بنالی ایسی بناوٹ پر لعنت پڑے اور پڑ گئی۔

۱۴......وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز (یعنی مرزا) ہے کیونکہ اول تو ایسا دعوٰی اس عاجز سے پہلے کسی نے کبھی نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعوی دس (۱۰) برس سے شائع ہو رہا ہے۔
(بلفظہ صفحہ ۶۹۵، ازالہ اوہام طبع ۱۳۰۸ھ)

اقول: اگر نیا دعوٰی ہونا دلیل حقانیت ہو تو ابلیس سے پہلے انا خیر منہ کا دعوٰی کسی نے نہ کیا تھا اور اس کا یہ دعوٰی ہزاروں برس سے شائع ہو رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شریک ہونے کا دعوٰی مسیلمہ ملعون سے پہلے کسی نے نہ کیا اور برسوں یہ دعوٰی شائع رہا۔

۱۵......ہر ایک شخص روشنی روحانی کا محتاج ہو رہا ہے۔ سو خدا تعالٰی نے اس روشنی کو دیکر ایک شخص دنیا میں بھیجا۔ وہ کون ہے؟ یہی ہے جو بول رہا ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۶۸، ۶۹، ۷۷ ازالہ اوہام)

فقیر کہتا ہے کہ ہاں اسی کا نام روشنی ہے جو سیکڑوں علمائے عرب و عجم کو کافر کہہ دیا اور بعض کو اپنا مرید بنا کر ان کو اسلام سے گمراہ کر کے ان کی نمازیں اور روزے سارے برباد کر دیئے۔ تف ایسی روشنی پر۔ ایسے کفر اور ظلمت کو روحانی روشنی کہنا اور اللہ تعالٰی کی طرف نسبت کرنا کفر بر کفر ہے۔

۱۶......حضرت اقدس امام انام مہدی و مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام
(بلفظہ صفحہ ۶۵ رسالہ آریہ دھرم کا اخیر نوٹس مؤلفہ مرزا قادیانی)

ع اپنے منہ آپ ہی میاں مٹھو

شعر کون سنتا ہے کہانی تیری پھر وہ بھی زبانی تیری

اب مرزا کے رسالہ ''انجام آتھم'' میں جو واہیات اور کفریات ہیں ناظرین بالانصاف ملاحظہ فرمائیں۔ اپنے دل جاہل کی تراشیدہ باتوں کو پروردگار کے الہام کہتا ہے۔

۱۷.....اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو۔(بلفظہ صفحہ ۵۲، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ جو کہے کہ پروردگار کا نام پورا اور کامل نہیں ہوا کافر ہے۔ اور اللہ کے نام کے پورا ہونے سے پہلے میرا نام پورا ہوگا یہ بھی کفر ہے۔ پروردگار مستجمع جمیع صفات کمال نہ رہا۔(معاذ اللہ)

۱۸.....تیری شان عجیب ہے۔(بلفظہ صفحہ ۵۲، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے بے شک عجیب ہے جو روپیہ کمانے کے لئے دغابازی اور کذب اور فریب بازی کو پیشہ بنائے پھر ان ناپاکیوں پر نبی و رسول بنے۔

۱۹.....میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا ہے۔(صفحہ ۵۲ انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کیا چن لے گا جس کی باتیں اللہ تعالیٰ کے خلاف ہوں اللہ کے رسولوں کو گالیاں دیتا ہو۔

۲۰.....پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے کو رات میں سیر کرائی۔(بلفظہ صفحہ ۵۳، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ مرزا کو معراج کا انکار تھا مگر اب چونکہ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا﴾ آخر تک یہ آیت دوبارہ مرزا کے حق میں نازل ہوئی ہے لہٰذا معراج کا شوق ہوا۔ بیچارے کا حافظہ بڑا نکما ہے آگے کی بات یاد نہیں رہتی کہ میں نے پہلے اس سے کیا کہا تھا اور اب کیا کہتا ہوں۔

۲۱.....تجھے خوشخبری ہو اے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔(صفحہ ۵۵، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ جھوٹا الہام ہے اگر پروردگار کے ساتھ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے کلام پاک قرآن شریف پر اعتراض نہ کرتا، اللہ تعالیٰ کے مقدس انبیاء علیہم السلام کو برا نہ کہتا، شریعت نبوی پر ثابت قدم رہتا، ہاں بایں معنی مراد کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے پیدا ہوا ابلیس بھی

ہے اور مرزا بھی۔

۲۲.....میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا (صفحہ ۵۵، انجام آتھم)

اقول: دوسرا بھائی ان سے بھی بڑھ کر بھنگیوں چوہڑیوں کا امام اور پیغمبر بنے۔

۲۳.....تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں تیرا بھید میرا بھید ہے۔

(صفحہ ۵۹، انجام آتھم)

اقول: لعنۃ اللہ علی الکذبین۔

۲۴.....ابراہیم یعنی اس عاجز (مرزا) پر سلام۔(صفحہ ۶۰، انجام آتھم)

اقول: اب پھر ابراہیم علیہ السلام بن بیٹھا بننے کا شوق چرایا۔

۲۵.....اے نوح اپنے خواب کو پوشیدہ رکھ۔(صفحہ ۶۱، انجام آتھم)

اقول: اب نوح پیغمبر بنا۔

۲۶.....جس نے تیری بیعت کی اس کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ۔(صفحہ ۷۸، انجام آتھم)

اقول: خدا سے اگر مراد شیطان ہے جو مرزا کو وحی بھیجتا ہے تو ضرور سچ ہے بے شک اس سے بیعت کرنیوالے کے ہاتھ پر شیطان کا ہاتھ ہے۔

۲۷.....وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین "تجھ کو تمام جہاں کی رحمت کے واسطے روانہ کیا۔" (صفحہ ۷۸، انجام آتھم)

اقول: رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو آیت تھی اپنے اوپر جمالی۔ اللہ کی لعنت کہہ کر نہیں آتی۔ لطف یہ ہے کہ مرزا کو آیت کے اپنے اوپر انزال کا تو بہت شوق ہے اور بیچارے کو عربی کی لیاقت نہیں لہٰذا قرآن شریف سے کوئی نہ کوئی آیت لیکر کہہ دیتا ہے کہ مجھ کو الہام ہوا ہے۔

۲۸......انی مرسلک الی قوم المفسدین. ’’میں نے تجھ کو قوم مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔‘‘ (صفحہ۷۹، انجام آتھم)

اقول: سب روئے زمین کے لوگ مرزا کے آنے سے پہلے مفسد اور فتنہ باز اور گمراہ تھے۔

(نعوذ باللہ من ذلک القول)

۲۹......مجھ کو خدا نے قائم کیا، مبعوث کیا اور خدا میرے ساتھ ہم کلام ہوا۔ (صفحہ۱۱۳، انجام آتھم)

اقول: اس کا جواب قرآن مجید دے چکا ہے کہ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِباً اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ ط وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْا اَیْدِیْھِمْ اَخْرِجُوْا اَنْفُسَکُمْ ط اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَo﴾ ’’اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا کہا مجھے وحی ہوئی حالانکہ اسے کچھ بھی وحی نہ ہوئی اور جس نے کہا اب میں اتارتا ہوں جیسا اللہ نے اتارا اور کہیں تم دیکھو جب یہ ظالم موت کی بیہوشیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ان سے کہہ رہے ہیں نکالو اپنی جانیں آج تمہیں بدلہ دیا جائے گا ذلت کا عذاب سزا اس کی کہ اللہ پر جھوٹ باندھتے اور اس کی نشانیوں سے تکبر کرتے تھے‘‘۔

اس آیت کریمہ کا جملہ جملہ قادیانی پر صادق ہے اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ اس نے مجھے نبی کیا اور میرا یہ نام رکھا اور میرے حق میں یہ یہ کہا اور اس نے وحی کا ادعا کیا حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ آئی۔ اور اس نے اپنی کتاب ’’براہین احمدیہ‘‘ کو اللہ کا کلام بتایا تو اللہ کے اتارے کے مثل اتارنے کا مدعی ہوا۔ اور اس نے اللہ کی نشانیوں سے جو اس نے اپنے

بندے اور سچے رسول عیسیٰ مسیح کو عطا فرمائیں تکبر کیا کہ میں ایسی باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو عیسیٰ سے کم نہ رہتا تو بتصریح قرآن وہ کافر ہوا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

۳۰......خدا کی روح میرے میں باتیں کرتی ہے (صفحہ۱۶۷، انجام آتھم)

اقول: سبحان اللہ! کیا کہنا جب مسیح روح اللہ کے مثیل ہوئے تو خدا کی روح مرزا میں کیسے باتیں نہ کرے گی۔ یہ وہی کفر ہے۔

۳۱......جو شخص مجھے بے عزتی سے دیکھتا ہے وہ اس خدا کو بے عزتی سے دیکھتا ہے جس نے مجھے مامور کیا اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اس خدا کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔

(صفحہ۳۶، ضمیمہ انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ سوا مرزا کے مریدوں کے جس قدر مسلمان روئے زمین کے ہیں مرزا کو بے عزتی سے دیکھتے ہیں اور قبول نہیں کرتے تو مرزا اور اس کے مریدوں کے نزدیک معاذ اللہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کو بے عزت کیا اور قبول نہ کیا اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں پس سارے مسلمان کافر ہوئے (معاذ اللہ)۔ اور یہ مسئلہ علم عقائد کا ہے کہ جو شخص ساری امت مرحومہ کو کافر جانے وہ خود کافر ہے تو مرزا اور اس کے مرید سب کافر ہوئے۔

۳۲......خدا ان سب کے مقابل پر میری فتح کرے گا کیونکہ میں خدا کی طرف سے ہوں پس ضرور ہے کہ بموجب آیت کریمہ ’’کتب اللہ لاغلبن ورسلی‘‘ میری فتح ہو۔

(بلفظہ صفحہ۵۸، ضمیمہ انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ (الحمد للہ) بالکل برعکس ہوا۔ مرزا کو خود لاہور لدھیانہ وغیرہ مباحث کی قرارداد جگہوں سے مشہور شکست ہوئی، اعتراضوں کے جوابات نہ دے سکا اور شرمندہ ہو کا ہاں ایسی فتوحات مرزا کو ضرور ہوئیں، جیسے مشہور ہے کہ ماہ رمضان میں ایک بار

مرزا امرتسر کو گیا وعظ کے وقت تمام ہندو و مسلمان وغیرہ مذاہب کے لوگ جمع ہوئے مرزا نے دن میں شربت کا گلاس پی لیا۔لوگوں نے گالیاں دینا اور تالیاں بجانا اور کلوخ مارنا شروع کیا۔مرزا بڑی دقت سے بگھی میں سوار ہو کر بھاگا۔سواری کے جانور اور بگھی کو بھی نقصان پہنچا اور اس قدر جوتے برسے کہ بگھی کے اندر تمام جوتے ہی تھے پس اب وہ ضرور لاضرور ہو گیا اگر اللہ کا رسول ہوتا تو بے شک غالب ہوتا اور فتح پاتا مگر کذاب تھا لہٰذا مردود و مطرود ہی رہا۔

۳۳......میرے پاس خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔

(بلفظہ صفحہ ۵۷، ۷۲، ضمیمہ انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ خدا کا نشان تو کوئی دیکھا نہ گیا البتہ شیطان کے نشان مرزا پر ہمیشہ جھڑتے رہے۔

۳۴......''دافع البلاء'' صفحہ ۶، سطر ۱۹ میں مرزا لکھتا ہے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انت منی بمنزلة اولادی. انت منی وانا منک ''تو اے غلام احمد میری اولاد کی جگہ ہے۔ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں''۔

اقول: اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے بچائے۔یہ کیسا ملعون کلام ہے :

کلام کذب از دل بافد و میخواند الہامش — ہم ابن اللہ شدست وہم رہ حق می نہد نامش
خود او گمراہ شدہ ست وخلق را ہم میکند گمراہ — کسی کو پیروش باشد نہ بینم نیک انجامش

۳۵......تو ہمارے پانی میں سے ہے۔(بلفظہ صفحہ ۵۵، انجام)

اقول: پانی اور آگ ہر چیز اللہ کی ہے۔یوں تو تمام جاندار اللہ ہی کے پانی سے ہیں ﴿مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾، اس میں تو کوئی تعریف نہ تھی۔ظاہرا مرزا نے پانی سے نطفہ مراد

لیا۔کیونکہ مثیل عیسیٰ بنا تو خدا کا بیٹا بھی بننا ضرور ہوا اور مرزا اپنا الہام بتا ہی چکا ہے کہ تو بمنزلہ میری اولاد کے ہے اب یہ نصرانیت سے بھی لاکھوں درجے بدتر کفر ہے۔ نصرانی بھی خدا کا بیٹا یوں نہیں مانتے۔

۳۶......خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔(بلفظہ صفحہ ۵۵، انجام آتھم)

اقول: ہاں دیکھو نا کیسی تعریف کی جس کا بیان ابھی نمبر ۲۹ میں گزرا۔مرزا کے کفریات اس کے رسالہ ''دافع البلاء'' سے مسلمان لوگ ملاحظہ فرمائیں۔

۳۷......چار سال ہوئے کہ میں نے پیشگوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنیوالی ہے اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لیے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔

(بلفظہ ملتقطا صفحہ ۵، معیار)

فقیر کہتا ہے کہ اس وقت قادیان میں طاعون نہ تھا۔مرزا کو اس کے ابلیس نے دھوکا دیا دعویٰ کر بیٹھا کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا اللہ واحد قہار نے مرزا کذاب کا کذب ظاہر کیا قادیان میں طاعون آیا۔اس وقت مرزا بات کو پھیر کر کہنے لگا کہ میری مراد یہ تھی کہ طاعون جارف نہ آئے گا جس سے لوگ جا بجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں۔مرزا کا قاعدہ تھا کہ غیب کی باتیں اور کفریات بکتا تھا جب اس کے خلاف ثابت ہونے پر لوگ گرفت کرتے تو جھوٹی تاویل سے کام لیتا۔

اعلان: مرزا کو نیچے حصے کے بدن میں بیماری ذیابیطس یعنی پیشاب کے جاری ہونے کی اور اسہال کی بیماری تھی اور اوپر کے بدن میں دوران سر تھا۔دعویٰ عیسویت کا اور خود مرضوں میں

ایسا جتلا رہ کر اسفل اور اعلیٰ کے ہزار ہا مکروہات کے ساتھ جس خاک سے نکلے تھے اسی میں جا ملے۔

ع ''مژدہ باد ای مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہیں''

۳۸......اے عیسائی مشنریو! اب ''ربنا المسیح'' مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۱۳، معیار)

اقول: دیکھو مسلمانو انصاف کرو کہ پروردگار کے اولوالعزم پیغمبر سے اپنے آپ کو بڑھ کر کہتا ہے۔ جو ماو شما ہو کر پیغمبر سے بڑا ہونا چاہتا ہے وہ کیسا مسلمان ہے؟ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ کوئی ولی کسی پیغمبر کے درجے کو کبھی نہیں پہنچتا۔ یہ صاف کفر ہے۔ اس مضمون پر بیسیوں علمائے عرب وعجم نے کفر کے فتوے مرزا پر دیے ہیں۔

۳۹......خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تا کہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے مقابلہ نہیں کر سکتا یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۱۴، معیار)

اقول: پیغمبر سے اپنے آپ کو اعلیٰ جاننا صاف کفر ہے۔

۴۰......نصاریٰ کو خطاب کر کے کہتا ہے ایسا ہی آپ بھی اگر مسیح بن مریم کو درحقیقت سچا شفیع اور منجی قرار دیتے ہیں تو قادیان کے مقابل میں آپ بھی کسی اور شہر کا پنجاب کے شہروں میں سے نام لے دیں کہ فلاں شہر ہمارے خداوند مسیح کی برکت اور شفاعت سے طاعون سے پاک رہے گا۔ (بلفظہ ۱۴، معیار)

اقول: اول تو اپنی نجاست گاہ کا مامون ہونا اس بنا پر کہا تھا کہ وہ رسول کی تخت گاہ ہے تو اس

کے مقابل نصاریٰ سے پنجاب کے کسی شہر کی حفاظت چاہنا کیسی بیہودہ و بے معنی بات ہے۔ مرزا کے گمان باطل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے شفیع نہ تھے بلکہ جھوٹا سفارشی تھا یہ پیغمبر کو عیب لگانا ہے اور اسی کو سب اور شتم کہتے ہیں جو باتفاق علماء کفر ہے۔ اور پیغمبروں کو گالی دینے والے، عیب لگانے والوں کی توبہ ہی قبول نہیں نزدیک اکثر فقہاء کے۔

(درمختار، بزازیہ، بحرالرائق وغیرہ)

۴۱......اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر آپ سوچ لیں کہ جس شخص کی اسی دنیا میں شفاعت ثابت نہیں وہ دوسرے جہاں میں کیونکر شفاعت کرے گا۔ (بلفظہ صفحہ ۱۴، معیار)

اقول: عقل کا اندھا تھا بھلا اگر نصاریٰ کی کوئی دعا قبول نہ ہو تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام بروز قیامت سفارش نہ کریں گے۔ دیکھو پیغمبر خدا کو کیسا نکما اور بے قدر جانتا ہے کہ بروز حشر صالح عالم بھی شفاعت کریں گے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مولویوں سے بھی گزر گئے جو سفارش ہی نہ کر سکیں گے۔ (نعوذ باللہ من ذلک الکفر)

۴۲......اس جگہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی کو ہمارے مقابلے کے لیے خوب موقع مل گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں ہے تا کہ کسی طرح حضرت مسیح بن مریم کو موت سے بچا لیں اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنا دیں۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۱۵، معیار)

اقول: اس ملعون تحریر سے یہ ظاہر کیا کہ جن لوگوں کا یہ اعتقاد ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آسمان سے اتریں گے وہ مشرک اور کافر ہیں۔ یہ حکم سارے علمائے دین بلکہ تابعین، بلکہ صحابہ بلکہ خود رسول ﷺ پر بھی ہو گیا، کیونکہ اگر حدیث شریف میں نہ ہوتا اور صحابہ وغیرہ علمائے متقدمین روایت نہ کرتے تو ہم کیسے جانتے۔ اب خود جان لو گے کہ مرزا کون تھا؟ اور

خاتم الانبیاء بنانے کا بہتان علماء پر لگا دیا اس کا کون قائل ہے؟ یہ محض افتراء اس مفتری کذاب کا ہے۔

۴۳...... بلکہ یہ مولوی صاحب اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح یہی چاہتے ہیں کہ وہی ابن مریم جس کو خدا بنا کر قریباً پچاس کروڑ انسان گمراہی کے دلدل میں ڈوبے ہوئے ہیں دوبارہ فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے اور ایک نیا نظارہ خدائی کا دکھلا کر پچاس کروڑ کے ساتھ پچاس کروڑ اور ملا دے کیونکہ آسمان پر چڑھتے ہوئے تو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہی مقولہ تھا کہ ''پیران نمی پرند مریدان می پرانند'' اس منحوس دن میں اسلام کا کیا حال ہوگا؟ کیا اسلام دنیا میں ہوگا؟ لعنۃ اللہ علی الکذبین۔ (بلفظہ التحیف، صفحہ ۱۵، معیار)

اقول: یہ قول ملعون اسکا صاف حدیث صحیح کے مخالف ہے حضرت ﷺ کی فرمائش میں عیب نکال کر عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کے دن کو نحس دن کہنا اور پچاس کروڑ مسلمان کا اس دن مشرک ہونا اور اسلام کا اس دن تباہ ہونا، حدیث شریف کی تکذیب ہے اور لعنۃ اللہ علی الکذبین میں صحابہ کرام اور عام مسلمان کہ آج تک بلکہ اس روز تک نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل اور معتقد ہیں داخل ہوگئے بلکہ لعنتی کو یہ لعنت خود حدیث تک بڑھی الا لعنۃ اللہ علی الظالمین اور ظاہر ہو کہ حدیث صحیح کی رو سے مسلمان سچے ہیں تو مرزا اور مرزائی کاذب ہوئے اور انہیں کے مونھ سے لعنت اللہ تعالیٰ کی انہیں پر آئی۔

۴۴...... جو شخص کشمیر سری نگر محلہ خان یار میں مدفون ہے اس کو ناحق آسمان پر بٹھایا گیا کس قدر ظلم ہے۔ (بلفظہ التحیف، صفحہ ۱۵، معیار)

اقول: یہ تیرے منہ کا ناحق اور ظلم تو جناب رسول ﷺ نے کیا ہے۔ واہ رے مرزا کا اسلام

کہ رسول اللہ ﷺ کو ظالم اور ناحق کہنے والا کہہ دیا۔

اب تحقیق اس امر کی کہ کشمیر میں قبر کس شخص کی ہے اور مرزا نے بے ایمانی کر کے اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی بتایا۔ مصنف رسالہ ''کلمہ فضل رحمانی'' نے جمیع معتبروں کے خطوط جمع کیے ہیں۔ میں بعینہا وہی نقل کر دیتا ہوں۔

منها خط خواجه سعيد الدين ابن خواجه ثناء ا لله مرحوم کشمیر ی ازینجا شروع می شود :

السلا م علیکم !

مکاتبه مسرت طراز بخصوص دریافت کردن کیفیت اصلیت مقبره یوز آسف مطابق تواریخ کشمیر در کوچه خان یار حسب تحریر مرزا کادیانی در زمان سعید رسید باعث خوش وقتی شد آنکه واضح شد اطلاع میکنم مقبره روضه بل یعنی کوچه خان یار بلا شك بوقت آمدن از راه مسجد جامع بطرف چپ واقع است مگر آن مقبره بملاحظه تاریخ کشمیر نسخه اصل خواجه اعظم صاحب دیده مرد که هم صاحب کشف وکرامات محقق بودند مقبره سید نصیر الدین (قدس سره) می باشد. وبملاحظه تاریخ کشمیر معلوم نمی شود که آں مقبره بمقبره یوز آسف مشهور ست. چنانچه مرزا قادیانی نوشته بلی این قدر معلوم می شود که در مقبره حضرت سنگ قبری واقع ست آنرا قبر یوز آسف ننوشته است بلکه تحریر فرموده اند که در محله "انزمره" مقبره یوزاصف واقع ست ای بلفظه

صاد نه بسین. واین محله بوقت آمدن از راه مسجد جامع طرف راست ست طرف چپ نیست درمیان "آنزمره" وروضه بل یعنی کوچه خان یار مسافت واقع ست بلکه ناله مار هم درمیان حائل ست پس فرق بدو وجه معلوم می شود هم فرق لفظی که این نام بصاد ست وهم فرق معنوی که یوزاسف که مرزا نوشته که در محله خان یار ست این در محله انزمره است وتغایر مکان بر تغایر مکیں دلالت میکند که يك شخص در دو جا مدفون بودن ممکن نیست. وعبارت تاریخ خواجه اعظم صاحب این ست حضرت سید نصیر الدین خانیاری از سادات عالی شان ست در زمره مستوری بود بتقریبی ظهور نمود مقبره میر (قدس سره) در محله خان یار مهبط فیوض وانوار ست ودر جوار ایشان سنگ قبری واقع شده در عوام مشهور ست که آنجا پیغمبری آسوده است که در زمان سابقه در کشمیر مبعوث شده بود. این مکان بمقام آن پیغمبر معروف ست در کتابی از تواریخ دیده ام که بعد قضیه دور ودراز حکایتی می نویسد که یکی از سلاطین زادها براه زهد وتقوی آمده ریاضت وعبادت بسیار کرد وبرسالت مردم کشمیر مبعوث شده در کشمیر آمده بدعوت خلائق مشغول شده وبعد رحلت در محله انزمره آسود دران کتاب نام آن پیغمبر یوزآصف نوشته. ازیں عبارت معلوم شد که یوزاصف در محله انزمره مدفون ست نه در محله کوچه خان یار وایں یوزاصف از

تیغ غلام گیلانی

سلاطین زادها بوده است. وایں عبارت مناقض تحریر مرزا کادیانی ست زیرا که یسوع خود را بکسی از سلاطین منسوب نکرده فقط والسلام ۱۵ ذی قعده ۱۳۱٤ھ۔

دوسرا خط: سید حسن شاہ صاحب کشمیری کا قوله: اطلاع باد چوں ارقام کرده بودید که در شهر سری نگر در ضلع خانیار پیغمبری آسوده است معلوم سازند موجب آن خود بذات بابت تحقیق کردن آن در شهر رفته همیں تحقیق شده که پیشتر از دو صد سال شاعری معتبر وصاحب کشف بوده است. نام آن خواجه اعظم يك تاریخ از تصانیف خود نموده است که دریں شهر درین وقت بسیار معتبر ست. دران همیں عبارت تصنیف ساخته است که در ضلع خان یار میگویند که پیغمبری آسوده است یوزاصف نام داشته وقبر دوم دران جا ست از اولاد زین العابدین رضی الله عنه سید نصیرالدین خانیاری ست. وقدم رسول درانجاهم موجود ست اکنون درانجا بسیار مرجع اهل تشیع دارد بهر حال سوائی تاریخ خواجه اعظم صاحب موصوف دیگر سندی صحیح ندارد والله اعلم. انتهی کلامه ۲۲ ذی الحجه ۱۳۱۴ھ۔

اور ''غایۃ المقصود'' کا مصنف بعد تحقیق کے لکھتا ہے:

فقیر حقیر هم اکنون در هیچ تاریخی ندیده که قبر حضرت عیسی در کشمیر نوشته باشند و نه از کدام باشنده معتبر کشمیر این قول شنیده. بلکه تمامی فضلا ورؤسای معتبرین وعوام النا س ملك

کشمیر حلفاً وقسمیه میگویند که حاشا و کلا در کشمیر قبر حضرت
عیسٰی نمی باشد وعلاوه ازین دو خط گز شته بسیار دستخط
ومواهیر بر نبودن قبر حضرت عیسٰی علیه السلام در کشمیر موجودند
چنانچه انجمن نصرة السنة امرتسر در رساله عقائد مرزا درج کرده
در اینجا بعینها درج میکنم اصل شهادت این ست از باشندگان
کشمیر شهر سری نگر که مرزا قادیانی در دعوائ خود که قبر
حضرت عیسٰی علیه السلام در کشمیر ست کاذب ومفری ست ......الخ۔

مفتی واعظ رسول ونعمت اللہ ومحمد شاہ مفتی کوٹھی وار روضہ بل خانیار ومفتی محمد دلاور
شاہ سکنہ خانیار ومفتی محمد شریف ایضا وغلام محمد احمد قادری وغلام مصطفیٰ خانیاری وغلام یٰسین حسن
قادری ومیر یوسف قادری ومفتی یوسف شاہ صاحب ومفتی جلال الدین صاحب ومفتی سعد
الدین صاحب ومفتی سیف الدین صاحب ومفتی ومولوی صدر الدین صاحب ومفتی ضیاء
الدین صاحب واحمد شاہ صاحب ومحمد یوسف شاہ صاحب وغلام محمد صاحب وپیر قمر الدین
صاحب سجادہ نشین وسید کبیر صاحب سجادہ نشین واحسن صاحب بشانی وپیر غلام مصطفیٰ
صاحب تارہ بلی وغلام محمد عاصم صاحب عالیکدلی وپیر علی شاہ صاحب۔

مواہیر خادمان خانقاہ معلی محمد یوسف صاحب وغلام رسول صاحب ہمدانی وسید علی
شاہ صاحب ہمدانی وخلیل بابا صاحب وبابا عبد الکبیر صاحب ہمدانی وسید احمد شاہ صاحب
ہمدانی وسید محی الدین صاحب وعلی بابا صاحب موذن وی اح م د وعبد المجید صاحب واحمد
صاحب فراش درگاہ ونور الدین نعمت خان صاحب ویوسف ہمدانی سجادہ نشین خانقاہ معلی
ومولوی حسن صاحب تقی خانیاری وسید محی الدین صاحب قادری وغلام علی صاحب ہمدانی۔

مواہیر خادمان مسجد جامع سری نگر کشمیر۔ احمد بابا صاحب خادم مسجد جامع وعبداللہ
بابا صاحب خادم وسید حسن صاحب خادم وعبد الصمد صاحب خادم وغلام رسول صاحب خادم
وسید سکندر صاحب خادم ومولوی سلام الدین صاحب امام مسجد جامع مواہیر خادمان آستان
حضرت مخدوم صاحب شہر سری نگر وغلام الدین صاحب مخدومی ونور الدین صاحب مخدومی
واحمد بابا صاحب مخدومی واسد اللہ صاحب مخدومی ونور الدین صاحب مخدومی واحسن اللہ
صاحب مخدومی ومحمد شاہ صاحب مخدومی ومحمد بابا صاحب مخدومی وحفیظ اللہ صاحب مخدومی و
میرک شاہ صاحب مخدومی وصدیق اللہ صاحب مخدومی۔

مواہیر حضرت خاندان رفیقیہ سہروردیہ نقشبندیہ سری نگر۔ نظام الدین صاحب
محمد بن محمود صاحب رفیقی وغلام حسین صاحب رفیقی وغلام حمزہ صاحب رفیقی وعبد السلام
صاحب رفیقی وسیف الدین صاحب رفیقی وعبداللہ صاحب رفیقی ونور الدین صاحب
وشریف الدین صاحب رفیقی وغلام نبی رفیقی ومحمد قاسم صاحب رفیقی وانور رفیقی وعبد الصمد
صاحب رفیقی ومحمد مقبول بن نصیر الدین رفیقی ومحمد یوسف رفیقی اسلام آبادی وسعد الدین
صاحب رفیقی ومحمد مقبول صاحب رفیقی وعبد الرحمٰن صاحب رفیقی ونور الدین محمد بن محی الدین
صاحب رفیقی وصدر الدین صاحب رفیقی وعبد الاحد صاحب رفیقی ومحمد یوسف صاحب
رفیقی۔

مواہیر خاندان قدیمی سری نگر۔ علی شاہ صاحب قدیمی وغلام محمد صاحب قدیمی
وامیر الدین صاحب قدیمی وغلام محی الدین صاحب قدیمی وغلام حسن صاحب قدیمی و
محمد شاہ صاحب قدیمی ومولوی نور الدین صاحب قدیمی وقمر الدین صاحب قدیمی وغلام
الدین صاحب قدیمی وغلام حسین صاحب قدیمی۔

مواہیر خاندان قرشی سری نگر۔ محمد سعید الدین صاحب قرشی و بدرالدین صاحب قرشی و نظام الدین صاحب قرشی وسعد الدین صاحب قرشی محلہ خانیار وعبدالمجید صاحب قرشی وغلام حسن صاحب قرشی تمام شد۔

پس مرزا کا دعویٰ غلط اور باطل ہوا مرزا نے باری تعالیٰ کے قول ﴿وَاٰوَیْنٰهُمَا اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ﴾ کو کشمیر بنا کر عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے لیے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے مگر تحریف کی۔ معنی اس کلام پاک کے یہ ہیں (اور ٹھکانا دیا ہم نے ان دونوں کو طرف ٹیلے صاحب آرام اور صاف چشمہ دار پانی والے کے) پس ابلیس نے مرزا کو سوجھائی کہ اسے کشمیر گرھ دو کہ کشمیر میں پہاڑ بھی ہیں اور پانی بھی چشمہ دار ہیں اور آرام بھی ہے بوجہ معتدل ہونے آب وہوا اور میوہ جات کے جیسا کہ عرفی نے کہا ہے کشمیر کی تعریف میں :

ع ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر در آید — گر مرغ کباب ست کہ با بال و پر آید

اگر مرزا ''انجیل متی، باب دوم'' پڑھ لیتا تو اس مغالطے میں نہ پڑتا وہاں لکھا ہے کہ:

''جب دیار مشرق سے مجوسی حضرت مسیح کی زیارت کو آئے اور بادشاہ ہیرودیس کو خبر لگی کہ مسیح یہودیوں کا بادشاہ میرے ملک میں پیدا ہوا ہے۔ تو اس نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ باندھا اور بچوں کا قتل عام کر ڈالا مگر بادشاہ کے منصوبہ پر خدا پاک کے فرشتے نے حضرت مسیح کے محافظ کو خواب میں اطلاع کر دی اور حکم دیا کہ اٹھ اس لڑکے کو اس کی ماں کے ساتھ لیکر مصر کو چلا جا اور جب تک میں تجھے نہ کہوں وہیں رہنا کیونکہ ہیرودیس اس بچے کو ہلاک کرنے کے لیے ڈھونڈھنے کو ہے پس وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو لے کر مصر کو روانہ ہو گیا اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا اور جب ہیرودیس مرگیا تو پھر

خواب میں ہدایت پا کر گلیل کے علاقہ کو روانہ ہو گیا اور ایک شہر میں جس کا نام ناصرت تھا جا بسا۔ پس وہ ربوہ یا تو مصر میں کوئی مقام تھا یا خود ناصرت کو ربوہ کہا۔

اور تفسیر کشاف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ ربوہ رملہ فلسطین ہے۔ (دیکھو تفسیر حسینی)

قصبہ ناصرت جس کو مسیح و مریم نے اپنی جائے قرار بنا لیا تھا دراصل ایک پہاڑی پر بسا تھا۔ (لوقا ۲۹/۴) اس میں ایک چشمہ آج تک موجود ہے جو ''چشمہ بتول'' کے نام سے مشہور ہے اور شاید ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾ اسی طرف اشارہ ہے (یعنی بنا دیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ)

''تفسیر خازن'' میں ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ ربوہ بیت المقدس ہے اور کعب نے کہا کہ بیت المقدس بہت قریب ہے سب زمینوں سے بطرف آسمان کے بقدر ۱۸ میل کے۔

اور ''تفسیر کبیر'' صفحہ ۱۹۸ طبع مصر، جزء ۲ میں ہے ﴿رَبْوَةٍ﴾ اور ''رباوہ'' راء کی تین حرکات سے ہے بمعنی بلند زمین کے۔ حضرت قتادہ اور ابوالعالیہ نے کہا کہ وہ ایلیاء ہے بیت المقدس کی زمین، ابو ہریرہ نے کہا ہے کہ وہ رملہ ہے، کلبی اور ابن زید نے کہا کہ یہ رملہ مصر میں ہے اور اکثر علماء نے کہا کہ وہ ''ربوۃ'' دمشق ہے اور مقاتل اور ضحاک نے کہا کہ ھی غوطۃ دمشق یعنی دمشق کی فراز زمین۔

''تفسیر حسینی'' میں ہے کہ بی بی مریم اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ جس کو یوسف نجار کہتے تھے ماثان کا بیٹا، بارہ سال اس ربوہ میں مقیم رہیں اور چرخہ کات کر اس کی مزدوری سے عیسیٰ علیہ السلام کو کھلاتی تھیں۔

اب ایک اور حدیث سن لو اور گریبان میں سر ڈال لو۔ سب لوگ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر انتقال فرمایا ہے اور زمین پر آپ کی قبر موجود ہے اگرچہ صحیح پتا معلوم نہیں اور توریت شریف کے آخر باب میں لکھا ہے کہ کسی بشر کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا پتا نہ لگا باوجودیکہ اس قبر کا پتا لگ جانا کوئی بہت بڑی ضروری بات نہ تھی، تو بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو اس قبر کا پتا ہے اور بتلا دیا کہ بیت المقدس سے ایک پتھر کی مار پر راہ کے کنارے سرخ ریتی کے تلے ہے، صحیح مسلم میں فضائل موسیٰ میں ہے (قبره الی جانب الطریق تحت الکثیب الاحمر) پھر کیوں حضرت مسیح کی قبر کا پتا آنحضرت ﷺ نہ بتلا دیتے جس کا صرف پتا ہی لوگوں کو نہ معلوم تھا بلکہ جس کے وجود کا لوگوں کو گمان بھی نہیں ہوا تھا۔ اور جو بقول مرزا ایک ایسی اہم اور ضروری بات تھی جس کے فاش ہوجانے سے دین عیسائی مٹ جاتا اور صدیوں کے عیسائی چند روز میں کُل کے کُل مسلمان ہو جاتے۔ شاید کہ مرزا کی معلومات جناب رسول ﷺ سے بھی بہت بڑی ہیں جن کے غلام ہونے کا مرزا کو فخر حاصل ہے۔ رسول ﷺ نے تو عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا پتا نہ بتایا اور معاذ اللہ اتنی بڑی فروگزاشت کی مگر مرزا نے تیرہ سو برس کی اتری ہوئی آیت کریمہ ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ کی تکذیب کرکے اب دین کی تکمیل کی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۴۵..... خدا تو بپابندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے لیکن ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ انتہی بلفظہ الخبیث الملعون۔

اقول: اس میں دو صریح خبیث نجس کفر ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کو عاجز بتانا کہ کسی طرح نہیں لاسکتا۔ دوسرے رسول اولوالعزم مرسل کو فتنہ گر اور تباہ کن کہنا۔ افسوس کہ اللہ تعالیٰ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کو بوجہ اس کے فتنے کے نہیں لاسکتا، مگر مرزا کو دنیا میں لایا جو ایسا فتنہ باز کہ کسی ایک شخص کو حتی کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ اصحاب کو بلکہ حضور پرنور ﷺ کو بھی گالیوں سے خالی نہ چھوڑا کسی کو مشرک، کسی کو ملعون، کسی کو کیا، کسی کو کیا کہہ دیا۔

۴۶..... اب خدا کہتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بہتر ہے جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام۔ شعر

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

(انتہی بلفظہ الخبیث)

اقول: اس بیت خبیث کے سبب سے فاضل بریلوی مجدد مائۃ حاضرہ مولانا اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب نے مرزا پر اپنی کتاب مستطاب ''حسام الحرمین'' میں حکم کفر وارتداد فرمایا جس کی خطیت کی وجہ سے علمائے مکہ ومدینہ زادھما اللہ شرفا و کرامة۔ وغیرہ کے نامی نامی بزرگان دین نے اس مرزا کے کفر پر مہریں کردیں جن حضرات کی تعداد چالیس (۴۰) تک ہے۔

۴۷..... ہم مسیح کو بے شک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانے کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا، واللہ اعلم، مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا۔ (بلفظہ الخبیث)

فقیر کہتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے پیغمبروں میں سے جو اولوالعزم ہیں ان کی صرف اتنی قدر مرزا کے یہاں ہے کہ وہ ایک راست باز آدمی تھا فقط ایک نیک قسم کا آدمی تھا وہ بھی نہ ایسا کہ کسی دوسرے کو خلاصی ملنے کا سبب ہو سکے۔ ہاں حقیقی نجات دینے والا اب قادیانی ہے جیسا کہ وہ خود بکتا ہے کہ:

''حقیقی منجی وہ ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور اب بھی آیا مگر بروز کے طور پر

خاکسار غلام احمد''۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۲۵، معیار)

۴۹.....عیسیٰ کامل شریعت نہ لایا تھا.......الخ۔ (دافع البلاء ٹائیٹل پیج مرزا کی کتاب، صفحہ۴)

اقول: اب تو پروردگار کی شریعت بھی ناتمام اور ناقص ہوگئی اس سے خبیث تر اور کفر کیا ہے؟

۵۰.....مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ یعنی یحییٰ شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام ''حصور'' رکھا مگر مسیح کا نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

۵۱.....اسی ملعون قصے کو اپنے رسالہ ضمیمہ ''انجام آتھم''، صفحہ ۷ میں اس طرح لکھا آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے (یعنی عیسیٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ (بلفظہ الخبیث)

اس رسالہ میں تو صفحہ ۴ سے ۸ تک مناظرہ کی آڑ لے کر خوب جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں، اللہ عزوجل کے سچے مسیح عیسیٰ بن مریم کو نادان، اسرائیلی، شریر، مکار، بدعقل، زنانے خیال والا، فحش گو، بدزبان، کٹیل، جھوٹا، چور، علمی عملی قوت میں بہت کچا، خلل دماغ والا، گندی گالیاں دینے والا، بدقسمت، نرا فریبی، پیرو شیطان وغیرہ وغیرہ خطاب اس

قادیانی دجال نے دیئے۔ (قہر الدیان از مولانا صاحب فاضل بریلوی مد فیضہ)

اقول: اے مسلمانو ذرا خیال کرو کہ یہ بکواس مرزا قادیانی کا کیسا برا ہے معلوم ہوا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور جمیع مسلمانوں سے کچھ شرم و حیا نہیں کرتا بلکہ اس کو حیا بالکل نہیں ہے اسی کتاب کفر نصاب کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے:

۵۱.....حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا۔

۵۲.....صفحہ ۷ میں لکھا اس زمانے میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے آپ سے کوئی معجزہ ہوا بھی تو وہ آپ کا نہیں اس تالاب کا ہے آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے کچھ نہ تھا۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔ (بلفظہ الخبیث)

اقول: اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خدائے قہار کا کیسا حلم ہے کہ رسول اللہ کو باحیلہ اور بے حیلہ یہ ناپاک گالیاں دی جاتی ہیں اور آسمان نہیں پھٹتا۔ کیسا ظلم ہے، مسلمانوں کیا پروردگار ایسے ظالم کو اس کی جزا نہ دے گا الا لعنۃ اللہ علی الظالمین وہ پاک کواری مریم صدیقہ کا بیٹا کلمۃ اللہ جسے اللہ نے بے باپ پیدا کیا نشانی سارے جہان کے لیے قادیانی شیطانی نے اس کے لیے دادیاں بھی گنا دیں اور ایک جگہ اس کا دادا بھی لکھا ہے اور اس کے حقیقی بھائی سگی بہنیں بھی لکھی ہیں ظاہر ہے کہ دادا، دادی، حقیقی بہنیں، سگے بھائی اسی کے ہو سکتے ہیں جس کے لیے باپ ہو جس کے نطفے سے وہ بنا ہو پھر بے باپ کے پیدا ہونا کہاں رہا یہ قرآن عظیم کی تکذیب اور مریم طیبہ طاہرہ کو سخت گالی ہے الا لعنۃ اللہ علی الکافرین۔

۵۳.....وہ مرزا اپنی کتاب ''کشتی ساختہ'' کے صفحہ ۱۶ پر بکتا ہے مسیح تو مسیح میں اس کے

چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں مسیح کی دونوں ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں۔ اور خود ہی اُس کے نوٹ میں لکھا۔ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔ (بلفظہ الخبیث)

اقول: دیکھو کیسے کھلے لفظوں میں ایک بڑھئی کو سیدنا عیسیٰ کلمۃ اللہ کا باپ بنا دیا اور اس صریح کفر میں صرف ایک پادری کے لکھے جانے پر اعتماد کیا۔ اللہ واحد قہار سے سخت لعنت پائے گا وہ جو ایک پادری کی بے معنی زٹل سے قرآن کو رد کرتا ہے۔

۵۴...... ''اعجاز احمدی'' صفحہ ۱۳ پر صاف بک دیا کہ یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی۔

۵۵...... بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔ (بلفظہ الخبیث)

اقول: یہاں پر تو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قرآن شریف پر بھی اعتراض جڑ دیا وہ قرآن ایسی بات بتا رہا ہے کہ جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔

ع آفریں بر دست و بر بازوئے تو

۵۶ و ۵۷...... نیز اسی صفحہ پر لکھا ہے کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔ ان کی اکثر پیشینگوئیاں غلطی سے پُر ہیں۔

اقول: یہ بھی صراحۃً نبوت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار ہے۔

۵۸...... کیونکہ قادیانی اپنی کتاب پُر عتاب ''کشتی ساختہ'' صفحہ ۵ پر بکتا ہے ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشین گوئیاں مل جائیں۔ اور دافع الوساوس، صفحہ ۳ پر بکتا ہے کسی انسان کا اپنی پیشینگوئی میں جھوٹا نکلنا تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ ''ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ ۲۷'' پر بکا '' کیا

اس کے سوا کسی اور چیز کا نام ذلت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ پورا نہ ہوا'' صفحہ ۷ اپنی کتاب ''کشتی ساختہ'' میں بکتا ہے کہ اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی پیشگوئی جو میرے منہ سے نکلی ہوئی ہے نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔

فقیر کہتا ہے کہ مرزا نے اپنے لیے تو یہ عزت ثابت کر لی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے سوائے رسوائی کے کوئی عزت نہیں جو جو پیشینگوئیاں مرزا کی خلاف اور غیر صادقہ نکلیں اور مرزا ایمان رکھتا تو شرمندہ ہوتا مگر بے ایمان کو شرم کہاں، میں ہی دو چار سنائے دیتا ہوں۔

۱...... عبداللہ آتھم کی نسبت موت کی پیشگوئی کر کے سخت جھوٹا ہوا۔

۲...... ایک مولوی کی نسبت اشتہار میں شائع کر دیا کہ اگر میں سچا ہوں تو میرے سامنے وہ مر جائے گا اور امید ہے کہ میرا پروردگار ایسا ہی کرے گا پس وہ تو زندہ رہا اور خود مرزا مر گیا اس کے جھوٹے ہونے پر یہی اس کے دو فیصلے دعا کے شاہد ہیں مگر مرزائی اس کو خیال نہیں کرتے۔

۳...... مرزا نے ایک الہام اشتہار میں چھاپ دیا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی کا نکاح میرے ساتھ ہوگا لڑکی کے اولیاء کو نامنظور ہوا تو مرزا نے چند لطائف الحیل طمع وغیرہ پر ان کو راضی کرنا چاہا وہ راضی نہ ہوئے۔ بعدہٗ مرزا احمد بیگ کے رشتہ داروں کو خط لکھے کہ تم لوگ اس امر کی کوشش کرو ورنہ میں سخت شرمندہ ہو جاؤں گا جب ادھر سے بھی کام نہ چلا تو مرزا کے چھوٹے بیٹے فضل احمد کے نکاح میں مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی ہمشیرہ زادی مسماۃ عزت بی بی تھی اس کو دھمکی دی کہ اگر تم اپنے ماموں مرزا احمد بیگ سے کہہ کر اس کی

بیٹی محمدی کا نکاح میرے ساتھ نہیں کرواؤ گی تو جس روز کہ محمدی کا نکاح کسی غیر سے ہوا اسی روز تم کو اپنے بیٹے فضل احمد سے طلاق دلوادوں گا۔ بعدہٗ عزت بی بی نے اپنے والدین اور ماموں کو لکھا مگر خدا کو تو اسے جھوٹا کرنا تھا انہوں نے کذاب کی ایک نہ سنی اور بڑے زور شور کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے ہوگیا۔ اب اس نے اپنے بیٹے فضل احمد سے کہا کہ تم اپنی عورت عزت بی بی کو طلاق دیدو اس نے انکار کیا اور مرزا نے اس کو عاق کر کے ورثے سے محروم کردیا جس کا پورا قصہ دلچسپ ''کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی'' میں ہے۔ اس قصہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خوب شہوتی اور نفسانی تھا اور کس قدر ذلت اس کو خلاف ثابت ہونے پر ہوئی۔

۴..... مرزا نے دعا کی تھی اور الہام ہوا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا بجائے اس کے لڑکی پیدا ہوئی۔

۵..... پھر الہام ہوا کہ اب کی بار ضرور لڑکا ہوگا کہ جس سے قومیں برکت پائیں گی زمین کے کناروں تک مشہور ہوگا تب لڑکا تو ہوا لیکن سولہ (۱۶) ماہ کا ہو کر گمنام اور بے برکت مرگیا اور اپنے باپ ملھم کو کاذب بنا کر الٹا داغ جگر پر دھر گیا۔

۶..... مرزا کا الہام کہ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ (صفحہ۶۳۴، ازالہ) اس کے برعکس ہوا، سخت بے عزتی اور نفرت کے ساتھ دور تک شہرت ہوئی لوگوں کے دلوں میں غایت شدت کی دشمنی پڑگئی۔ اگر اسی کا نام عزت و محبت ہے تو یہ مرتبہ مرزا سے بدرجہا بڑھ کر ابلیس کو حاصل ہے۔ یہ پیشگوئیاں اس کی مشتی نمونہ خرواری کا مضمون ہے۔ اگر پوری پیشگوئیاں جو غلط نکلی ہیں بیان ہوں تو دفتر

بن جائے۔

۵۹..... کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ۔ ''اربعین'' نمبر۲، صفحہ۱۳ پر مرزا نے بکا۔

فقیر کہتا ہے کہ جو اولوالعزم مرسلین میں سے تھے وہ کامل مہدی نہ ہوئے اور ایک مکار غدار، بے شرع، تارک الصلوٰۃ، تارک الصوم، تارک الحج، شہوانی نفسانی شیطانی خیالات والا کامل مہدی ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام جبکہ اس کمبخت کے نزدیک مسلمان ہی نہیں تھا تو مہدی کیسے ہوتا جیسے کہ اسے مرزا نے اپنی کتاب ''مواہب الرحمٰن'' کے صفحہ۱۲، ۱۳ پر صاف طور پر بک دیا کہ عیسیٰ یہودی تھا۔

۶۰..... **لو قدر اللہ رجوع عیسیٰ الذی ھو من الیھود لرجع العزۃ الی تلک القوم۔**

اقول: یہ تو ظاہر بات ہے کہ یہودی مذہب کا نام ہے، نسب کا نام نہیں ہے۔ کیا مرزا جو پارسیوں کی اولاد ہے مجوسی ہے۔ اے مسلمانو! اب تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس عدو اللہ اور عدو الرسول نے صاف کافر کہہ دیا اب تو کچھ باقی نہ چھوڑا وہ اتنا احمق نہیں کہ صاف حرفوں میں لکھ دے کہ عیسیٰ کافر تھا بلکہ اس معظم نبی کے کفر کے مقدمات متفرق کر کے لکھے، دیکھو اپنی کتاب پُر عذاب ''کشتی ساختہ'' کے صفحہ۱۸ پر بکتا ہے۔

۶۱..... جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے۔ کون خدا پر ایمان لایا صرف وہی جو ایسے ہیں۔ (بلفظہ الخبیث)

اقول: دیکھو! کیسا صاف بک دیا کہ جس کو خدا پر ایمان ہے ممکن نہیں کہ اسے خدا رسوا کرے لیکن عیسیٰ کو رسوا کیا تو ضرور اس کو خدا پر ایمان نہ تھا۔ اور کیا کافر کہنے کے سر پر سینگ ہوتے

ہیں۔الا لعنة الله علی الظالمین۔مگر الحمد لله خدا نے آفتاب کی طرح سارے زمانہ کودکھادیا کہ مرزاہی ہمیشہ رسواہوا۔کیااور کیوں نہ ہوتا کہ وہ خدا سے کافر تھارسولوں سے کافرتھا۔الا لعنة الله علی الکافرین۔

۶۲......احیائے جسمانی کچھ چیزنہیں احیائے روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے۔(ازالہ صفحہ ۳)

اقول: دیکھو!وہ ظاہر باہر معجزہ جس کوقرآن عظیم نے تعظیم کے ساتھ بیان کیااور آیت اللہ ٹھہرایا۔قادیانی کیسے کھلے لفظوں میں اس کی تحقیر کرتا ہے کہ وہ کچھ چیزنہیں۔پھر اسے ازالۂ اوہام،صفحہ۴ میں بکتا ہے۔

۶۳......ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کوان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جومحض افتراء یا غلط فہمی سے گڑھے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظرنہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں،میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دورنہیں کرتا۔(بلفظہ الخبیث)

فقیر کہتا ہے کہ یہ کہہ کر(کہ کوئی اعجوبہ نظرنہیں آتا) تمام معجزات سے کیسا صاف انکار کردیا۔

۶۴......پھر صفحہ۴ و۵ میں بک دیا،زیادہ ترتعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھانہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کاان کی طرف منسوب کررہے ہیں۔

اقول: یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام خود ہی معجزے سے منکر تھے رسول اللہ پر محض افتراء اور قرآن عظیم کی صاف تکذیب ہے قرآن پاک تومسیح صادق سے یہ نقل فرماتا ہے کہ ﴿اَنِّی

قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ[1] وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ[2] الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب سے یہ معجزے لے کرآیا ہوں کہ میں مٹی سے پرند کی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں وہ خدا کے حکم سے پرند ہوجاتے ہیں اور میں بحکم خدا مادرزاد اندھے اور بدن بگڑے کواچھا کرتا اور مُردے زندہ کرتا ہوں اور تمہیں خبر دیتا ہوں جوتم کھاتے ہواور جو گھروں میں اٹھار کھتے ہو بے شک اس میں تمہارے لیے بڑا معجزہ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو''۔﴿وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ﴾ ''میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بڑے معجزات

---

[1] تفسیر کبیر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بارہا پچاس (۵۰۰۰۰) ہزار بیمار جمع ہوتے تھے جوآنے کی طاقت رکھتا خود آتا اور جونہ آسکتا توعیسیٰ علیہ السلام خوداس کے پاس چلے جاتے تھے اور فقط دعاہی کیا کرتے تھے۔امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یاحی یاقیوم کے لفظ سے مردہ کوزندہ کرتے تھے مگر یہ شرط کرلیا کرتے تھے کہ بعد اچھا ہونے کے میرے رسول ہونے پرایمان لانا ہوگا۔منہ۱۲

[2] جوجولوگ زندہ ہوئے ہیں ان میں سے ابن عباس نے چار شخص ذکر کیے ہیں۔عازر،پیرزن کا بیٹااور عاشر کی بیٹی اور نوح علیہ السلام کے بیٹے سام۔سوائے سام بن نوح کے سب کے سب دنیا میں زندہ رہے اوران کی اولاد ہوئی۔بعد مرجانے عازر کے اس کی ہمشیرہ نے عیسیٰ علیہ السلام سے آکر کہا کہ تمہارا دوست عازر فوت ہوگیا ہے پس تین دن کا راستہ طے کر کے گئے دیکھا تو وہ مرگیا تھا اس کی قبر پر جاکر دعا کی عازر زندہ ہوا اوراس کی اولاد بھی ہوئی اور ابن العجوز یعنی بوڑھیا کا بیٹا کہ وہ مرا ہوا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے پاس گئے اور دعا کی پس وہ اپنی چارپائی پر اٹھ بیٹھا اور لوگوں نے اس کو اپنے کاندھوں سے اتارا اوراس نے کفن اتار کر اپنے کپڑے پہن لیے اور مکان میں آیا اور زندہ رہا۔یہاں تک کہ اس کی اولاد بھی ہوئی اور عاشر کی بیٹی یعنی ایک شخص لوگوں سے عشر لیا کرتا تھا اس کی بیٹی مرگئی اور عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی پس وہ زندہ ہوگئی اوراس کی اولاد بھی ہوگئی اور نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی قبر پر عیسیٰ علیہ السلام آئے اور دعا کی پس وہ قبر سے نکلے اور آدھا سر انکا سفید ہوگیا تھا بوجہ خوف قیامت کے اور حالانکہ اس زمانے میں لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے تھے پس انہوں نے پوچھا کیا قیامت ہوگئی ہے؟عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے اسم اعظم کے ساتھ تمہارے لیے دعا کی ہے پھر ان سے مرجانے کوکہا انہوں نے کہا کہ مروں مگر شرط یہ ہے کہ موت کی سختی میرے اوپر دوسری بار نہ ہو پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اوران پر موت کی سختی نہ ہوئی۔(تفسیر لباب التاویل،ج ا صفحہ ۲۲۸)

لے کر آیا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو''۔ اور مرزا قرآن کا جھٹلانے والا کہتا ہے کہ ان کو اپنے معجزات سے انکار ہے۔ کیوں مسلمانو! قرآن سچا یا قادیانی؟ ضرور قرآن سچا ہے اور قادیانی کذاب جھوٹا۔ کیوں مسلمانو! جو قرآن پاک کی تکذیب کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ ضرور کافر ہے بخدا ضرور کافر ہے۔(قهر الديان على مرتد بقاديان، للفاضل البريلوى الشيخ احمد رضا خان مجدد المائة الحاضرة)

۶۵..... اسی قادیانی نے ''ازالہ شیطانی'' میں آخر صفحہ ۱۵۱ سے آخر صفحہ ۱۶۲ تک تو پیٹ بھر کر رسول اللہ وکلمۃ اللہ کو وہ گالیاں دیں اور آیات اللہ وکلام اللہ سے وہ مسخرگیاں کیں جن کی حد ونہایت نہیں صاف بک دیا کہ جیسے عجائب انہوں نے دکھائے عام لوگ بھی کر لیتے تھے اب بھی لوگ ویسی باتیں کر دکھاتے ہیں۔

۶۶..... بلکہ آج کل کے کرشمے ان سے زیادہ عمدے ہیں۔

۶۷..... وہ معجزے نہ تھے کل کا زور تھا۔

۶۸..... عیسیٰ نے اپنے باپ بڑھئی یعنی مستری کے ساتھ لکڑی لوہے کا کام کیا تھا۔

۶۹..... اس سے یہ کلیں بنانا آگئیں تھیں۔

۷۰..... عیسیٰ کی سب چالاکی مسمریزم سے تھی۔

۷۱..... وہ جھوٹی رونق تھی۔

۷۲..... سب کھیل تھا لہو ولعب تھا۔

۷۳..... سامری جادوگر کے گوسالے کی مانند تھا۔

۷۴..... بہت مکروہ اور

۷۵..... قابل نفرت کام تھے۔

۷۶..... اہل کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔

۷۷..... عیسیٰ ہدایت کرنے میں بہت ضعیف۔

۷۸..... اور نکما تھا۔

وہ ناپاک عبارات مزخرفات یہ ہیں: انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہیں۔ ایک محض سماوی جس میں انسان کی تدبیر وعقل کو کچھ دخل نہیں جیسے شق القمر۔ دوسرے عقلی جو خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں جو الہام سے ملتی ہے جیسے سلیمان کا معجزہ ﴿صَرْحٌ مُمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِيرَ﴾ بظاہر مسیح کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے جو شعبدہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھاتے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے مسیح کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے۔ سو کچھ تعجب نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ یا پیروں سے چلتا ہو کیونکہ مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کی ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں حال کے زمانے میں بھی اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں، دُم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور ہر سال

نئے نئے نکلتے آتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب
یعنی مسمریزم کے طریق سے بطریق لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں کیونکہ مسمریزم
میں ایسے ایسے عجائبات ہیں۔ سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس فن میں مشق والا مٹی کا پرند
بنا کر پرواز کرتا دکھائے کچھ بعید نہیں کیونکہ کچھ اندازہ نہ کیا گیا کہ اس فن کی کہاں تک
انتہا ہے۔ سلب امراض عمل الترب (مسمریزم) کی شاخ ہے ہر زمانے میں ایسے لوگ
ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس عمل سے سلب امراض کرتے ہیں اور مفلوج، مبروص
ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں۔ نقشبندی وغیرہ نے بھی ان کی طرف بہت توجہ کی تھی، محی
الدین ابن عربی کو بھی اس میں خاص مشق تھی۔ کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے
ہیں اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ بحکم الٰہی اس عمل مسمریزم میں کمال رکھتے تھے مگر یاد رکھنا
چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز
اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا اس عمل
کا ایک نہایت براخاصہ یہ ہے کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے وہ روحانی تاثیروں
میں جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو مسیح
جسمانی بیماریوں کو اس عمل مسمریزم کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت و توحید اور
دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام
رہے جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں صرف جھوٹی حیات، جھوٹی جھلک نمودار
ہو جاتی تھی تو ہم اس کو تسلیم کر چکے ہیں ممکن ہے کہ عمل الترب (مسمریزم) کے ذریعہ سے
پھونک میں وہی قوت ہو جائے جو اس دخان میں ہوتی ہے جس سے غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔
مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہ تھے بلکہ وہ ایسے کام اقتداری

طور پر دکھاتا تھا خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک فطری طاقت تھی جو ہر فرد بشر میں
ہے مسیح کی کچھ خصوصیت نہیں چنانچہ اس کا تجربہ اسی زمانے میں ہو رہا ہے مسیح کے معجزات تو
اس تالاب کی وجہ سے بے رونق و بیقدر تھے جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہر عجائبات تھا جس
میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم و مفلوج مبروص ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے لیکن
بعض بعد کے زمانے میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھائے اس وقت تو کوئی تالاب
بھی نہ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح
القدس کی تاثیر تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل تھا جیسے سامری کا گوسالہ۔ انتہی

(بلفظہ الخبیث، الخبث اللعین الملعون)

فقیر کہتا ہے کہ اے مسلمانوں دیکھو! کہ اس دشمن اسلام نے اللہ تعالیٰ کے سچے
رسول کو کیسی سخت گالیاں دی ہیں۔ ان کے معجزے کو صاف کھیل بتا دیا اور کہا کہ لہو ولعب
وشعبدہ وسحر تھا۔ برص والے اور کوڑھی کو اچھا کرنا عمل مسمریزم کا تھا۔ اور معجزہ پرند میں تین
احتمال پیدا کیے۔ بڑھئی یعنی نجار کی کل یا مسمریزم یا کراماتی تالاب کا اثر اور اس کو صاف
سامری کا بچھڑا بتا دیا بلکہ اس سے بھی بدتر کہ سامری نے جو اسپ جبریل کی خاک سم اٹھائی
وہ اسی کو نظر آئی دوسرے نے اس پر اطلاع نہ پائی مگر مسیح کا کام ایک ایسا دست مال اور مشہور
تھا جس سے دنیا جہان کو خبر تھی۔ مسیح پیدا بھی نہ ہوئے تھے جب سے تالاب کی کرامات شہرۂ
آفاق تھی تو اللہ کا رسول یقیناً اس کافر جادوگر سامری سے بہت کم رہا اور جب کہ مسیح کے وقت
میں ایسے شعبدے تماشے بہت ہوتے تھے پھر معجزہ کدھر سے ہوا۔ اللہ اللہ رسولوں کو گالیاں
پھر اسلام باقی ہے؟ مرزا تو یقیناً قطعاً کافر مرتد اور (ان شاء اللہ القهار) مخلد فی
النار حریق النیران ہوا ہی ہے مگر اندھے وہ لوگ ہیں جو قدرے اردو فارسی عربی پڑھ کر

زعمی مولوی ہوکر مرزا کے ان صریح کفریات کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ میں مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا خطا پر جانتا ہوں۔ ہاں شاید ایسے شخص نالائق کے نزدیک کافر وہ ہوگا جو انبیاء اللہ کی تعظیم کرے۔ کلام اللہ کی تصدیق وتکریم کرے۔ کیا ایسے نالائق مولویوں کو یہ خبر نہیں کہ جو شخص مخالف ضروریات دین کو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے **من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر** جب تکذیب قرآن پاک وسب وشتم انبیاء کرام بھی کفر نہ ٹھہرا تو خدا جانے فرقہ آریہ وہنود ونصاریٰ ویہود نے اس سے بڑھ کر کیا جرم کیا ہے کہ وہ کفار ٹھہرائے جائیں؟ شاید ایسوں کے دھرم میں تمام دنیا مسلمان ہے نہ کوئی کافر تھا اور نہ اب ہے اور نہ آئندہ کو ہوگا۔ **ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم**۔ (قہر الدیان علی مرتد بقادیان لمخدومی واستاذی ومرشدی الشیخ احمد رضا خان الفاضل البریلوی مجدد المائۃ الحاضرۃ عم فیضہ)

۷۹...... سیر معراج حضرت ﷺ کو اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ (بلفظہ الخبیث[1] صفحہ ۴۷، ازالہ اوہام)

اقول: اب تو حضرت ﷺ کی صاف صاف اہانت کردی جو کفر ہے۔ کیونکہ جو کوئی پیغمبر خدا کی اہانت کرے وہ کافر ہے۔ (عقائد عظیم، صفحہ ۱۶۶ و ۱۷۰)

مسئلہ: ہر پیغمبر کی جناب میں بے ادبی کرنا کفر ہے۔

(بلفظہ جنان الفردوس صفحہ ۳۲، سطر او دیگر کتب عقائد و مالابد منہ صفحہ ۱۵۸)

مسئلہ: جو کوئی پیغمبر ﷺ کے بال مبارک کو بالڑا یا بالتا کہے وہ کافر ہے۔ (عقائد عظیم، صفحہ ۱۷۱)

مسئلہ: جس کلمے میں کسی طرح کی بے ادبی یا اہانت جناب رسول ﷺ کی پائی جائے وہ یقیناً کفر ہے بلکہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۳۱، جنان الفردوس) معلوم ہوا کہ مرزا کا ایمان

[1] لفظ کثیف کا ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۲۰ میں موجود ہے۔ ۱۲

فلسفیوں کی فضلہ خواری ہے۔

۸۰...... حضرت رسول خدا ﷺ کے الہام وحی غلط نکلی تھیں۔ (بلفظہ الخبیث، ص ۶۸۸، ازالہ اوہام)

۸۱...... اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی اصلیت تک وحی الٰہی نے خبر دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ھیَ ہی ظاہر فرمائی گئی ہو (صفحہ ۶۹۱، ازالہ اوہام)

فقیر عرض کرتا ہے کہ آگے چل کر جواب اس کا دندان شکن قادیانی فگن دیا جائے گا۔ یہاں سمجھ لینا چاہیے کہ معاذ اللہ محمد ﷺ سے علم مرزا کا زیادہ ہے جو چیز احکام دین میں سے حضرت ﷺ نہیں جانتے تھے وہ مرزا جانتا تھا۔

۸۲...... نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی نہیں پہنچ سکتا پس اس جسم کا کرۂ آفتاب وماہتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۴۷، ازالہ اوہام)

اقول: جس کا نام مشہور ازالۂ اوہام ہے مگر اس پر ازالہ اوہام ہی صادق ہے بلکہ وہ حقیقۃً ازالہ اوہام ہے۔ مطلب یہ کہ نہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے اور نہ رسول ﷺ کا شب معراج میں آسمان پر جانا ہوا۔ خدا پناہ دے ایسے عقیدے سے:

ع ای روشنی طبع تو برمن بلا شدی

حیف امامت بلکہ نبوت کا جبہ اور دستار مرزا نے اتار کر پھینک دیا اور فلسفے کے ڈر کے مارے سرسید احمد کی آرام کرسی کے تلے جا چھپا۔ افسوس کہ مرزا یہ تو مان رہا ہے کہ حضرت یونس تین (۳) رات دن مچھلی کے پیٹ میں تسبیح وتہلیل کرتے زندہ رہے اور پھر صحیح وسلامت

اس کے پیٹ سے مونھ کی راہ سے نکل کر قوم سے جا ملے۔ پھر نئے اور پرانے فلسفے نے مرزا کے وہم کا ازالہ نہ کیا اور آج تک نہ ڈانٹا کہ اے احمق تو نے کیسے مان لیا کہ ایک خاکی انسان گوشت کا ٹکڑا نہنگ دریا کا طعمہ ہو جائے اور اس کے معدہ کے کرۂ نار میں جو کہ استخوان کو راکھ کر ڈالتا ہے تین (۳) دن رہا اور گل سڑ کر کیلوس اور کیموس اور مچھلی کا گوشت وخون کیوں نہ بن گیا۔ تو نے کیسے مان لیا کہ وہ پھر دوبارہ مونھ کے رستے سے صحیح سلامت برآمد ہوا مگر مسیح ومصطفیٰ ﷺ کے رفع جسمانی کے لیے کرہ زمہریر کو سدِّ راہ سمجھ لیا۔

۸۳.....**قولہ الف:** اگر عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوئی اس پر مہر لگ چکی ہے میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لیے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۱۸، توضیح مرام)

۸۴.....ب: وحی الٰہی پر صرف نبوت کاملہ کی حد تک کہاں مہر لگ گئی ہے۔ اے غافلو! اس امت مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۴۲۱، ۴۲۲، ازالۂ اوہام)

اقول: تو حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین والمرسلین نہ ہوئے۔

۸۵.....حضرت موسیٰ کی پیشگوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھی تھی غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔ (صفحہ ۸، ازالہ اوہام)

اقول: اس سے یہ نکلا کہ موسیٰ علیہ السلام کی باتیں بھی غلط ہوتی تھیں گو عیسیٰ علیہ السلام کی غلطی سے کم سہی۔

۸۶.....سورہ بقرہ میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نعش پر مارنے سے وہ مقتول

زندہ ہو گیا تھا اور اپنے قاتل کا پتا دیدیا تھا یہ محض موسیٰ علیہ السلام کی دھمکی تھی اور علم مسمریزم تھا۔ (ملخصاً صفحہ ۷۴۵، ازالہ)

اقول: نعوذ باللہ من ذلک الکفر۔ معجزہ کو مسمریزم کہہ دیا نرا معجزہ کیسا دجال نے حشر ہی اڑا دیا کہ اللہ عزوجل نے اس کے بیان میں فرمایا ﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى﴾ "ہم نے حکم دیا کہ اس میت پر گائے کا ایک حصہ مارو۔ اللہ اسی طرح مُردوں کو جلائے گا"۔ دیکھو یہ فعل وقول موسیٰ کا نہ تھا بلکہ خود اللہ عزوجل کا۔ جب اس دجال کے نزدیک یہ دھمکی تھی اور اسی کی طرح اللہ تعالیٰ حشر کے جلانے کو بھی بتاتا ہے تو وہ بھی دھمکی ہوا اور اگر کچھ حقیقت بھی رکھے اور مرزا اپنے آپ کو قبر سے اٹھتا دیکھ لے تو صاف کہہ دے گا کہ یہ کچھ خدا کی قوت نہیں خدا نے مسمریزم کے زور سے ایسا کر دکھایا کیونکہ اس دن بھی یہی خدا ہو گا جو آج اس کے نزدیک مسمریزم دکھا کر دھمکی دے رہا ہے۔

۸۷.....حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا۔ (صفحہ ۷۵۲، ازالہ)

اقول: یہ بھی کفر ہے۔

ذکر جمیع انبیاء علیہم السلام کی اہانت کا

۸۸.....بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آسکتے۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۱۴۰، ازالہ)

اقول: تو محمد ﷺ ودیگر پیغمبروں کی وحی اور الہام کا کیا اعتبار ہے جب کہ وحی ان کی سمجھ میں ہی نہیں آسکتی تھی۔

۸۹......ایک بادشاہ کے وقت میں چار نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مرگیا۔ (صفحہ ۶۲۹، ازالہ)

اقول : یہ اس دجال کا کذب ہے پیغمبروں کو جھوٹا کہنا کفر ہے۔

۹۰......جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کرلیا۔ (صفحہ ۶۸۳، ازالہ)

اقول : الالعنة الله علی الکاذبین تم کو تو خاک بھی معلوم نہیں ہوا جب کہ تیرا خدا عاجی گوبر کا یا ہاتھی دانت کا خدا تجھ عیسیٰ نو ماہہ شراب انگوری یا عیسیٰ دہقان پر انگریزی عبرانی زبان میں الہام نازل کرتا ہے۔

مرزا" براہین احمدیہ" کے صفحہ ۵۵۶ میں انگریزی، عربی، عبرانی زبانوں کے الہام درج کر کے لکھتا ہے کہ ان کے معنی مجھے معلوم نہیں ہوئے کوئی انگریزی خوان اس وقت موجود نہیں اس الہام کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا وغیرہ وغیرہ ملخصاً۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ مرزا کا خدائے ملہم ایسا ہے کہ اپنے ملہم کو محض فضول بے سود الہام کرتا ہے جس کا مطلب دونوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ خوب ہوئی، جو الہام ہوتا ہے وہ مرزا کی سمجھ ہی میں نہیں آتا اور نہ کوئی انگریزی دان ہوتا ہے جو ترجمہ کر کے مرزا کو سنائے تاکہ مرزا تعمیل احکام کریں۔ عجیب الہام ہیں کہ مرزا جن زبانوں سے کورا اور نابلد ہے اس کا خدا اس زبان میں الہام اتارتا ہے اس سے مرزا کے خدا کی جہالت اور بے علمی ثابت ہوئی کیونکہ اگر مرزا کا خدا جانتا تو اس کو انگریزی، عبرانی یا بعض عربی الفاظ میں جن کو مرزا نہیں جانتا الہام نہ کرتا۔ کیا یہی الہام قطعی ہیں جن کو نہ مرزا سمجھتا ہے اور نہ غیر کو سمجھا سکتا ہے؟ انہیں الہامات پر واہیات بک کر مسیح موعود بننا چاہتا ہے اور ایسے ہی الہاموں کی تلقین کر کے دن رات دین

کو جاری کر رہا ہے: ع

گر ہمیں کتب ست و ایں ملّا کار طفلان تمام خواہد شد

بقیہ توہینات حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۹۱......یسوع (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) نے ایک کنجری کو اپنی بغل میں لیا اور عطر ملوایا۔

(ملخصاً صفحہ ۴۶۔۴۵، رسالہ نور القرآن)

۹۲......مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کچھ عجوبہ بات نہیں حضرت آدم علیہ السلام ماں اور باپ دونوں نہیں رکھتے تھے۔ اب قریب برسات آئی ہے باہر جا کر دیکھئے کہ کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں۔ (بلفظہ الخبیث صفحہ ۷، جنگ مقدس مرزا کی کتاب)

اقول : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا لوگوں کے واسطے نشان ہے اور رحمت۔ اور مرزا کی نظر میں قرآن کریم بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ پروردگار نے قرآن پاک میں فرمایا ﴿ولنجعلهٗ ایۃً للناس ورحمۃً منا﴾ (سورہ مریم)

۹۳......مریم کا بیٹا کشلّیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۴۱، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ کشلّیا راجہ رام چندر کی والدہ کا نام ہے جس کو ہندو لوگ اوتار پرمیشر (خدا) کہتے ہیں۔ آریہ لوگ صرف راجہ لکھتے ہیں اور پیدائش اس کی ہندوستان، مقام اجودھیا میں ہوئی۔

پس مرزا صورت انسان سیرت شیطان کے اس قول کا لبول کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزدیک اللہ اور رسول کے ایک ہندو راجہ سے وقعت اور عزت میں کم تھا۔ پروردگار ایسے عقائد پُر مکائد سے مسلمانوں کو پناہ دے۔

مرزا قادیانی کے عقائد سب اہل اسلام کے مخالف ہیں

مرزا کے خدا کا پتا نہیں چلتا کہ کون ہے کیونکہ وہ خود اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں بکتا ہے۔ ہمارا خدا عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے)

(بلفظہ الخبیث صفحہ ۵۵۶)

اقول: اصل الہام زبان عربی میں مرزا کا یہ ہے **رب اغفروارحم من السماء ربنا عاج** (بلفظہ الخبیث ،صفحہ ۵۵۵، براہین احمدیہ)

ثم اقول: معنی اس عربی کے یہ ہیں کہ (اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر۔ رب ہمارا عاج ہے) مرزا نے ترجمہ میں عاج کی جگہ عاجی لکھا ہے اب یا تو اس نے اسے ناقص ٹھہرایا ہے یا یائے نسبت ہے۔ مرزا اگرچہ اپنی جہالت کا اقرار کرتا ہے مگر لفظ کے معنی واضح ہیں پہلی تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ مرزا کا معبود جو اسے وحی بھیجا کرتا ہے اونٹ ہے، گلے سے آواز نکالتا ہوا یا منہ کھولے ہوئے یا چہرہ سکوڑے ہوئے یا بدخو اونٹ۔ اور دوسری تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ وہ مرزا کا معبود ہاتھی کی ہڈی کا ہے جو امام محمد و امام شافعی کے نزدیک سوئر کی ہڈی کی طرح نجس ناپاک ہے یا گوبر کا ہے۔ مرزائیوں کو مبارک ہو کہ ان کے پیغمبر کا خدا کیا معقول ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کسی چھوٹی موٹی لغت کی کتاب کے دیکھنے پر قادر نہیں ہے کہ عاجی کے معنی جان لیتا اگر مرزائی کہیں کہ الہامی الفاظ کے معنی وہی ہو سکتے ہیں جو خدائے ملہم بتائے کتاب، لغت پر اعتبار نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے لفظوں کے واسطے لغت کے دیکھنے کا حکم ہے تو اس کا جواب ان کو مرزا ہی کی کتاب سے دیا جاتا ہے۔

''براہین احمدیہ'' صفحہ ۳۲۸ پر لکھا ہے اور یہ الہام اکثر معظمات امور میں ہوتا ہے کبھی اس میں ایسے الفاظ ہوتے ہیں جن کے معنی لغت کی کتابیں دیکھ کر کرنے پڑتے

ہیں۔ (بلفظہ)

اقول: مرزا ہی اس کا جواب دیں گے کہ انہوں نے کیوں عاجی اپنے خدا کے معنی لغت سے نکال کر نہ کیے اور کیوں کہہ دیا کہ ''اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے۔'' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بحکم **الکذوب قد یصدق** مرزا کے ملہم ابلیس نے یہ سچ لفظ ان پر القاء کیا اور بے معنی سمجھے آپ کے قلم سے نکل گیا جب بعد میں اس کے معنوں پر علم ہوا اور مخالف معلوم ہوئے تو لکھ دیا کہ اس کے معنی معلوم نہیں ہوئے۔ مگر خداوند کی حکمت ہے کہ مرزا ہی کے قلم سے اس کے معنی سچے نکل گئے۔ میں اب معتبر کتابوں سے ''عاجی'' مرزا کے خدا کے معنی بیان کیے دیتا ہوں۔

قاموس میں ہے **العجوة ان توخر الام رضاع الولد عن مواقيته وقد عجته وعجا البعير رغا وفاه فتحه و وجهه زواه واماله والبعير شرس خلقه** اسی میں ہے **العاج الزبل والناقة اللينة الاعطاف وعظم الفيل.**

اور منتخب میں ہے:

۱ ...... استخوان فیل

۲ ...... ناقه که جائے خواب اورنرم باشد

۳ ...... کلمه که بدان شتر نند

۴ ...... سرگیں ۵ ...... ممتلی ۶ ...... راهزن (منتخب اللغات'' صفحہ ۳۰۴، بلفظہ)

''مجمع البحار'' میں ہے **واما العاج الذی هو عظم الفیل فنجس عند الشافعی**۔

پس لفظ معاجی کے معنی وہ معانی ثابت ہوگئے جن کو ہم نے بیان کیا اور جتنی

کارروائی مرزا کی اب تک ہوئی سب خاک میں مل گئی اور برباد ہوگئی۔

میرے خیال ناقص میں ہے کہ شاید یہ صفحہ ۵۵۶ ''براہین احمدیہ'' کا کسی صاحب علم کے زیر نظر نہیں آیا ورنہ پہلے ہی سے سب جھگڑے بکھیڑے طے ہوجاتے۔ جب مرزا کا خدا (عاجی) بدخواونٹ یا ہاتھی کی ہڈی کا یا گوبر کا ہے تو اس کے الہامات مندرجہ بالا کے کیا معنی ہوئے اور کیا سمجھے جائیں گے؟ یہ کہ مرزا یا تو بے عقل ہے کہ ''لایدری ما یخرج من راسه'' یا بحکم ''الکذوب قد یصدق'' کبھی کبھی سچ حال بتادینے کی بھی لٹک اس کو آجاتی ہے یا اس کا ملہم معلم الملکوت ہے اس سے چھپلیاں کھیلتا اور اسے مسخرہ بناتا ہے۔

یہاں تو مرزا نے اپنے معبود کی حقیقت بتانے کو لفظ بتایا اور معنی سے انکار کیا۔ اپنے عیسیٰ بننے کی حقیقت کھولنے کو لفظ عیسیٰ کے اور اطلاقات کی توجہ دلائی ہے، لکھتا ہے کہ

مجھے سخت تعجب ہے کہ ہمارے علماء عیسیٰ کے لفظ پر کیوں چڑتے ہیں اسلام کی کتابوں میں تو ایسی چیزوں کا بھی عیسیٰ نام ہے جو سخت مکروہ ہیں چنانچہ ''برہان قاطع'' میں حرف عین میں ہے کہ عیسیٰ دہقان، کنایہ شراب انگوری سے ہے۔ عیسیٰ نو ماہہ اس خوشۂ انگور کا نام ہے جس سے شراب بنایا جاتا ہے اور شراب انگوری کو بھی عیسیٰ نو ماہہ کہتے ہیں۔ اب غضب کی بات ہے کہ مولوی لوگ شراب کا نام تو عیسیٰ رکھیں اور تالیفات میں بیجا بیجا اس کا ذکر کریں اور ایک پلید چیز کی ایک ناپاک کے ساتھ مشارکت کریں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ کے نام سے موسوم کرے وہ ان کی نظر میں کافر ہو۔

(بلفظہ صفحہ ۲۰، کتاب نشان آسمانی تصنیف مرزا)

یعنی میں نے اگر اپنے آپ کو عیسیٰ کہا کیا اچنبا ہوا عیسیٰ تو شراب کو کہا گیا ہے جو مثل پیشاب کے نجس العین ہے۔ ایسے ہی ایک دوسرے نجس کو بھی عیسیٰ کہا تو کیا گناہ ہو

ہوا؟ واقعی بدخواونٹ یا ہاتھی کی ہڈی یا گوبر کی ساخت کا معبود اگر وحی بھیجے، اپنا نبی بنائے تو ضرور ایسے ہی کو جس پر اطلاق عیسیٰ کی سند میں پیشاب کی طرح نجس العین چیز پیش کی جائے۔ پس میری طرف سے علماء کی خدمت میں گذارش ہے کہ مرزا کے خدا عاجی اور شراب کی طرح اس کے نام عیسیٰ پر ہرگز غصہ نہ کریں۔ بلکہ یوں کہیں کہ مرزا کا نام عیسیٰ شراب انگوری اس کی رہائش قادیان ''حرص والی'' اور اس کی الہامی کتاب انجیل ''انجام آتھم'' مع ضمیمہ مرزا اور مرزائیوں کو مبارک ہو۔

اعتقاد: رسول اکرم ﷺ کے معراج جسمانی سے انکار ہے اور حضرت کے جسم اطہر نور الانوار کو کثیف کہہ دیا جو ضد ہے لطیف کی۔ حالانکہ اپنی الہامی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں لکھا ہے کہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء ﷺ میں کئی نور جمع تھے سو ان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی سے وارد ہوگیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود با جود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔ (بلفظہ صفحہ ۱۸۰)

اقول: دیکھو یہ شخص دعویٰ کرتا تھا کہ حضور کا جسم کثیف تھا اور یہی بکتا رہا اپنی متعدد تصانیف میں مگر حضور پرنور حیات النبی ہیں اور یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ جو دشمن حضور کا بدگوئی کرتا ہے یکایک کبھی اس کے مونھ سے حق بات یعنی حضور ﷺ کی صفت صادقہ نکل ہی جاتی ہے۔

اہل سنت وجماعت کے عقائد کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی توہیناً کسی نبی علیہ السلام کے میلے کپڑوں کو میلا کہے تو کافر ہوجائے گا چہ جائے کہ حضرت کے جسم الانوار کو جو ''یری خلفه کما یری من قبله'' جو سامنے اور پس پشت سے برابر دیکھتے تھے اور مگس تک جسم مبارک پر نہیں بیٹھتی تھی اور اسی لیے سایہ بھی جسم اطہر کا نہ تھا کثیف کہہ دے۔ اب میں بحمدہ تعالیٰ مرزا پر اسی کی کتاب سے حکم کرتا ہوں کہ وہ فاجر ہے۔ مرزا نے دیباچہ براہین احمدیہ، صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے

حضرت ﷺ کی مدح میں: شعر

نور شان یک عالمی رادو گرفت — توہنوز ای کور در شور وشرے
لعل تابان را اگر کوئی کثیف — زین چه کاہد قدر روشن جو ہرے
طعنہ برپا کان نہ بر پا کان بود — خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے

لیجئے یہاں اپنی ہی مسلمہ مثبتہ دلیل سے مرزا جو پیغمبری کا دعوی کرتا تھا حضرت ﷺ کے جسم مبارک مجمع الانوار کو کثیف کہنے کے سبب سے خود ہی فاجر ہوگیا۔ شعر

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکان برد

ضمناً اتنا بھی یاد رہے کہ مرزا کی گمراہی سے کوئی دھوکا نہ کھائے۔ اہلسنّت وجماعت کے نزدیک حضرت ﷺ کو کئی بار معراج ہوئی ایک بار جسم مبارک کے ساتھ اور باقی روح مبارک کے ساتھ۔

تفسیر السراج المنیر، جلد دوم، طبع مصر، صفحہ ۲۲۵ میں ہے: والاکثرون علی انه اسری بجسده فی الیقظة وتواترت الاخبار الصحیحة علی ذلک...... الخ۔ تفسیر روح البیان، جلد ثانی، صفحہ ۳۹۰ میں ہے وعروجه بجسده الی الملاء الاعلی...... الخ حضرت ﷺ کا آسمانوں پر تشریف لیجانا جسم مبارک ہی کے ساتھ ہوا ہے۔ روضۃ الاحباب، صفحہ ۱۷۱ میں ہے **آنچه معظم سلف وخلف برانند آنست که معراج آنحضرت در بیداری بوده بروح وجسد**۔ اس کتاب میں دلائل بھی مذکور ہیں۔ مظاہر حق، جلد چہارم، صفحہ ۵۵۳ میں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ معراج آنحضرت ﷺ کو ایک بار جاگتے میں ہوئی ہے ساتھ بدن شریف کے اور یہی ہے مذہب جمہور فقہا اور متکلمین اور صوفیہ کا۔ تفسیر رؤفی، صفحہ ۱۲۱ میں ہے جلد اول لیکن صحیح یہ ہے کہ روح اور جسد

سے ہوئی ہے۔

زاد المعاد، صفحہ ۳۰۰ میں ہے ثم اسری برسول الله ﷺ بجسده علی الصحیح۔ جلد اول۔ مطبع نظامی کانپور، طریقہ محمدیہ، صفحہ ۲۳۱، مطبوعہ مصر میں ہے، والمعراج لرسول الله ﷺ فی الیقظة بشخصه حق۔ وفی شرحه صفحہ ۲۳۱ ای بصورته الجسمانیة لا بالروح فقط کما زعم. اور اس شرح کے اسی صفحہ میں ہے والحق اسراء واحد بمجموع روحه وجسده یقظة وهو مذهب الجمهور من المحدثین والفقهاء والمتکلمین الخ۔ تفسیر روح البیان، صفحہ ۳۹۰، جلد ثانی میں ہے **قال الکاشفی آنا نکه درین قصه ثقل جسد مانع دانند از صعود ارباب بدعت اند ومنکر قدرت** اسی صفحہ میں ہے قال الشیخ الاکبر قدس سره ان معراجه علیه السلام اربع وثلاثون مرة. واحدة بجسده والباقی بروحه۔ انتہی

جو شخص ان معتبر تفاسیر پر ایمان لایا ہوا ہے، وہ تو ہرگز ہرگز شک نہ کرے گا۔ حضرت ﷺ کی معراج جسمی میں صاف فرمارہے ہیں کہ اسی جسم مبارک کے ساتھ بیداری میں ایک بار آسمان پر تشریف لیجانا حق ہے۔ پس حق کے مقابل باطل ہی ہے۔ جو لوگ کہ بوجہ کثافت جسم معراج جسمی کے قائل نہیں ہیں جیسے مرزائی۔ وہ گمراہ اور پروردگار کی قدرت کے منکر ہیں۔ پروردگار ہدایت کرے کہ صحیح حدیثیں صحاح ستہ میں بھی نہیں دیکھتے۔ انبیاء علیہم السلام کی اہانت کے سبب سے ایسے اندھے ہوگئے ہیں کہ روز روشن ان کے آگے شب دیجور کی طرح سیاہ ہو رہا ہے۔

سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا خود اس کی قائل نہیں ہیں کہ اسی جسم مبارک سے معراج ہوئی بلکہ وہ کہتی ہیں کہ وقت معراج کے نبی ﷺ کا جسم مبارک نہیں غائب ہوا تھا۔ صحیح بخاری

میں ہے عن عائشة ما فقد جسد رسول الله ﷺ......الخ پس اس سے اور دوسری دلیل جسم مبارک کے نہ جانے کی کون سی ہوگی؟

جواب: اس امر کی تحقیق یہی ہے جو مذکور ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے مشاہدے کی خبر نہیں دیتی ہیں کہ رسول اللہ کا جسم گم نہیں ہوا تھا، بلکہ سنی سنائی کہہ رہی ہیں۔ کیونکہ وقت معراج کے بی بی عائشہ، رسول اللہ کی زوجہ نہیں تھیں۔ اور نہ کسی بات اور قصہ کے ضبط کرنے کی عمر رکھتی تھیں اور شاید کہ اس وقت تو حضرت عائشہ پیدا نہیں ہوئی تھیں۔

عینی بخاری، صفحہ ۲۲۹، جلد ۷ میں ہے وذهبت طائفة الى ان الاسراء بالجسد يقظة الى بيت المقدس والى السماء بالروح والصحيح انه اسرى بالجسد والروح فى القصة كلها وعليه يدل قوله تعالىٰ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ﴾ اذلو كان مناما لقال بروح عبده ولم يقل بعبده ولايعدل عن الظاهر والحقيقة الى التاويل الاعند الاستحالة وليس فى الاسراء بجسده وحال يقظته استحالة وقال ابن عباس هى رؤيا عين راها لارويا منام. واما قول عائشة مافقد جسده فلم تحدث عن مشاهدة لانها لم تكن حينئذ زوجه ولا فى سن من يضبط ولعلها لم تكن ولدت فاذا كان لک تكون قد حدثت بذلک عن غيرها فلا يرجح خبرها على خبر غيرها. وقال الحافظ عبد الحق فى الجمع بين الصحيحين وما روى شريک عن انس انه كان نائماً فهوزيادة مجهولة وقد روى الحفاظ المتقنون والائمة المشهورون كابن شهاب وثابت البنانى وقتادة عن انس ولم يات احدمنهم بها وشريک ليس بالحافظ عند اهل الحديث۔ انتہی

اور اس سے پیشتر بھی بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ ثقل بدن مانع ہے عروج سے، مگر اس کا جواب عینی بخاری نے اس طور سے دیا ہے کہ ارواح چار قسم پر ہیں۔

اول قسم ارواح کی وہ ہے جو کہ مکدّر رہیں صفات بشریہ کے ساتھ۔ اور اُن پر حیوانی قوتیں غالب ہیں، وہ ارواح عوام کی ہیں جو بالکل عروج اور ترقی کو قبول نہیں کرتے۔

دوسری قسم ارواح کی وہ ہے کہ جو قوت علمیہ اور نظریہ کے ساتھ کامل ہوں، وہ ارواح علماء کی ہیں۔

تیسری قسم وہ ہے جو کہ اخلاق حمیدہ سے کامل ہوئی اور ان کے ابدان اور اجساد صفائی اور طہارت سے تربیت اور پرورش پا چکے اور نفسانی قوتوں کو عبادت کی تکالیف اور مختون سے توڑا ایسا ارواح ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں عابدوں اور زاہدوں کی ہیں۔

چہارم وہ قسم ہے ارواح کی جن کو دونوں قوتوں کا کمال حاصل ہے۔ قوت مدبرۃ للبدن اور قوت علمیہ، یہ ارواح انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کی ہیں پس جیسے کہ ان حضرات کی ارواح کو کمال قوت حاصل ہے ایسا ہی ان حضرات کے ابدان کو قوت ارتفاع اور ترقی اور بلندی کی حاصل ہے اسی واسطے انبیاء علیہم السلام کا عروج ہوا آسمان پر اور سب انبیاء علیہم السلام سے قوت میں زیادہ ہمارے محمد ﷺ تھے لہٰذا اس قدر عروج ہوا کہ قاب قوسین اور اودنیٰ تک تشریف لے گئے۔

اور عبارت عینی، جلد ثانی صفحہ ۲۱۰ کی یہ ہے: ومنها (اى من السوالات فى هذا المقام اى مقام المعراج) ماقيل كيف تصور الصعود الى السموٰت وما فوقها والجسم الانسانى كثيف قبل هذا اجيب بان الارواح اربعة اقسام:

(الاول)الارواح الکدرة بالصفات البشرية وهی ارواح العوام غلبت عليها القوى الحيوانية فلاتقبل العروج اصلاً .

(والثانی) الارواح التی لها كمال القوة النظرية للبدن باكتساب العلوم وهذه ارواح العلماء.

(والثالث) الارواح التی لهاكمال القوة المدبرة للبدن باكتساب الاخلاق الحميدة وهذه ارواح المرتاضين اذكسر واقوى ابدانهم بالارتياض والمجاهدة.

(والرابع) الارواح التی حصل لها كمال القوتين فهذه غاية الارواح البشرية وهی ارواح الانبياء والصديقين فكما ازداد قوة ارواحهم ازداد ارتفاع ابدانهم عن الارض ولهذا لماكان الانبياء صلوات الله عليهم قويت فيهم هذه الارواح عرج بهم الى السماء واكملهم قوة نبيناﷺ فعرج به الى ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى......الخ﴾

قوله: ''مرزا ازالہ اوہام'' میں بکتا ہے کہ جب چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی ہوا ہے کہ اس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو حضرت عیسیٰ کیونکر اٹھائے گئے اور اتارے جائیں گے؟ ......الخ

یہی دلیل حضرت ﷺ کی معراج سے منکر ہونے کی بھی ہے جیسے کہ قبل اس سے اس کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔

اقول: میں سخت متعجب ہوں اس مرزا کی عقل پر، کہ وہ قادر قوی جس نے نصوص میں اپنی قدرت کاملہ اور طاقت شاملہ سے خبر دی ہے اور کتنے ہی امور کا وقوع جن تک ہماری عقل



ناقص کی رسائی ناممکن ہے بیان فرمایا یہ مرزا اس پروردگار کو دفع ایذاء ہوا پر قادر نہیں جانتا۔ اصحاب کہف کو کس طرح تین سو نو (۳۰۹) سال تک سلایا اور قیامت تک اُسی طرح رہیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تو ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فٹ کی بلندی سے بھی زیادہ اونچائی پر تھی، جس میں انواع حیوانات موجود تھے، وہ سب کے سب کس طرح زندہ رہے؟ سورۂ مریم میں باری تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا o وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ یاد کرو (اے محمد) حضرت ادریس علیہ السلام کا حال تحقیق تھا وہ سچا نبی، اٹھالیا ہم نے اس کو مکان عالی پر، یہ تمام کتب تفاسیر اور اہل اسلام میں یہی معنی اور یہی اعتقاد ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے، اسی جسم عنصری کے ساتھ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ وہی لفظ ''رفع'' کا ذکر یہاں بھی ہے۔

یہاں صرف حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ایک مسئلہ فصوص الحکم سے نقل کرتا ہوں جن کی سندیں مرزا بھی اپنی ازالہ اوہام میں لکھتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت الیاس، حضرت ادریس علیہ السلام ہی ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام سے پیشتر نبی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مکان عالی پر اٹھالیا۔ پس وہ قلب الافلاک یعنی فلک الشمس میں رہتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ شہر بعلبک کی طرف مبعوث فرمایا......الخ۔ کیا اب بھی حضرت رسول خدا ﷺ کا جسمی معراج اور صعود عیسیٰ علیہ السلام کا بجسدہ العنصری محالات سے معلوم ہوگا؟ کیا خداوند کریم مرزا کا فلسفہ توڑنے کی قدرت نہیں رکھتا؟ اسی فلسفے نے مرزا کو بیوقوف اور سفیہ بنایا۔ جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بکتا ہے کہ آسمان پھاڑ کر مسیح کا آنا اور حضرت محمد ﷺ کی شان میں بکتا ہے کہ وہ آسمان پھاڑ کر تشریف لے گئے اور واپس

تشریف لائے ...... الخ۔ مگر وجہ یہ ہے کہ مرزا میں اس کے خدا عاجی کی روح باتیں کرتی ہے جیسے کہ اس کا الہام ہے۔ اور اس کے مریدوں میں کسی معلم الملکوت کی روح باتیں کرتی ہے۔ شعر

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفہ پس کل آن ہم سفہ باشد کہ حکم الکل حکم الاکثر ست

اعتقاد: فرشتے کوئی نہیں، جو کچھ عالم میں ہو رہا ہے وہ سیارات کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ مرزا نے ''توضیح مرام'' صفحات ۳۳، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۶۷، میں بکا ہے ملائکہ وہ روحانیات ہیں کہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ یا دساتیر اور وید کے موافق ارواح کواکب نام زد کریں۔ درحقیقت یہ ملائکہ ارواح کواکب اور سیارات کے لیے جان کا حکم رکھتے ہیں اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے انہیں سیاروں کے قوالب اور ارواح کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ (ملخصاً بلفظہ الخبیث)

اقول: مرزا جبکہ فرشتوں کا منکر ہوا تو قرآن وحدیث کا منکر ہوا۔ ایمان تفصیلی میں فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے اور منکر اس کا کافر ہے۔ یہ خود قرآن شریف ہی کی آیت سے ثابت ہے۔

اعتقاد: جبرائیل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے پاس زمین پر کبھی نہیں آئے اور نہ آتے ہیں۔ (صفحہ ۶۸، ۷۰، ۸۵، توضیح مرام)

اقول: حضرت ﷺ نے صدہا حدیثوں میں فرمایا ہے ''کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آتے ہیں۔'' اور یہ ایسا مشہور ہے کہ ادنیٰ درجہ کا طالب العلم بھی جانتا ہے پس مرزا نے رسول اللہ ﷺ کو جھوٹا جانا۔ نعوذ باللہ منہ

اعتقاد: قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن شریف سخت زبانی کے طریق

کو استعمال کر رہا ہے۔ (ازالہ اوہام، صفحہ ۲۵، ۲۶)

اقول: یہ قرآن شریف کی عیب گوئی وعیب جوئی ہوئی اور یہ کفر ہے۔ واہ رے مرزا کا ایمان قرآن پر۔

اعتقاد: ''براہین احمدیہ'' (مؤلفہ مرزا) خدا کا کلام ہے۔ (ازالہ اوہام، صفحہ ۵۳۳) مرزا نے لکھا ہے خدا تعالیٰ نے ''براہین احمدیہ'' میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ انتہی

اعتقاد: قرآن شریف کے معجزات مسمریزم اور شعبدے ہیں۔ (ازالہ اوہام، صفحہ ۷۴۸ تا ۷۵۰)

اعتقاد: قرآن شریف میں یہ عبارت انا انزلناه قريبا من القاديان موجود ہے۔

اقول: دیکھو مرزا کیا بکتا ہے۔

قولہ: جس روز الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے، ہوا تھا۔ اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا انا انزلناه قريبا من القاديان. تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے مکہ، مدینہ، قادیان۔ (بلفظہ الخبیث ملتقطاً صفحہ ۷۶ تا ۷۷، ازالہ اوہام)

اقول: لیجئے۔ یہ خاص آیت قرآن شریف میں درج ہے اور اعزاز کے ساتھ بمثل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں ثبت ہے پھر کہیے قادیان کے معرب

کدعہ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور کیونکر؟ مگر افسوس مرزا کے حافظہ پر پہلے تو قادیان کی نسبت اس طور پر بک چکا ہے۔

قادیان کا نام پہلے پشتوں میں استعارہ کے طور پر دمشق رکھ کر پیشگوئی بیان کی گئی ہوگی۔ کیونکہ کسی کتاب، حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا پایا نہیں جاتا۔

(بلفظہ صفحہ ۷۷، ازالہ اوہام)

اور اب بکتا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔ مرزا نے یہ عیاری کی کہ امام مہدی تو کرعہ سے نکلے گا اور میرے گاؤں کا نام قادیان ہے کس طور پر مناسبت پیدا کی جائے؟ پس کہہ دیا کہ قادیان کی عربی کدعہ بنائی گئی حالانکہ قادیان تو خود عربی ہے پس مرزا کی کس بات یا الہام پر اعتبار کیا جائے۔ ''قادی'' بمعنی جلدی کنندہ یا جنگل سے آنے والا۔ قاموس میں ہے: قدت قادیة جاء قوم قدا قحموا من المادیة والفرس. قدیانا ''اسوع''۔

قادیان اس کی جمع ہے اور قادیانی اسی کی طرف منسوب ہے یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنے والوں کا ایک۔ اس مناسبت سے میری تفصیل میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوا۔

اچھا خیر اصل مطلب پر آتا ہوں مرزا اپنے اعتقاد بے بنیاد کے موافق ٹھیک ٹھیک بتادے کہ یہ آیت انا انزلناه قریبا من القادیان کس پارہ؟ کس سورہ؟ کس رکوع میں ہے؟ مرزا اور تین سو تیرہ (۳۱۳) مرزائی قرآن شریف سے نکال کر دکھلائیں لیکن ہرگز دکھلا نہ سکیں گے۔ اس سے نعوذ باللہ تعالیٰ قرآن شریف کا تنسیخ اور کم وبیش ہونا ثابت ہوتا ہے اور حالانکہ تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ قرآن شریف کا ایک شوشہ بھی کم وبیش نہیں ہوسکتا۔

میں مرزا ہی کا الہامی حافظہ اس امر میں تحریر کردوں وہ خود ''ازالہ اوہام میں بصفحہ ۱۳۸'' لکھتا ہے کہ:

ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے ایک شعشہ یا نقطہ اس کے شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے اور اب ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہوسکتی، جو احکام قرآنی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کرسکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔ (بلفظہ)

اقول: مرزا اپنے ہی اعتقاد اور تحریر الہامی سے جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہوگیا۔ کسی مولوی صاحب کے فتوے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ مرزا کی ہر کتاب میں ایسے تعارض اور تناقض موجود ہیں اس کا رد خود اس کی کتابوں میں موجود ہے۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔ اب میں اسی لفظ ''کدعہ'' کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ مرزا جو جابجا اپنی کتابوں میں لکھتا ہے کہ قادیان کی عربی ''کدعہ'' سے مراد قادیان ہے۔ پس میں مہدی ہوں۔ جو کدعہ یعنی قادیان سے پیدا ہوا ہوں۔

سو اس میں میرا یہ دعویٰ ہے کہ وہ لفظ کدعہ کا ک۔ د۔ ع۔ ہ سے اصل حدیث میں ہرگز ثابت نہیں، یہ مرزا کا محض دھوکا ہے اور اگر بفرض محال کہیں پایا بھی جائے، تو کاتب کی غلطی ہے۔ البتہ صحیح لفظ حدیث کا کرعہ ہے۔ ک۔ ر۔ ع۔ ہ سے بجائے دال مہملہ کے راء مہملہ ہے۔ حافظ محمد لکھنوی اپنی کتاب ''احوال الاخرۃ'' میں فرماتے ہیں جس کا اردو زبان میں مطلب یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ بیٹا میرا سید ہے اس کی پشت سے ایک مرد ہوگا اس کا نام محمد ہوگا۔ خصلت اس کی رسول ﷺ سے مشابہ ہوگی۔ زمین کو عدل سے پر کردے گا۔ اس کی والدہ کا نام آمنہ، باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔ ملک یمن میں ایک بستی ہے، کرعہ اس کا نام ہے وہاں سے ہوگا۔ وقت بات کرنے کے صاف نہ بولے گا بوجہ لکنت کے، زبان میں لکنت ہوتی ہے وقت بات کرنے کے اڑ کر بولتا ہے اور اس پر ہاتھ مارتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ یمن میں ایک قریہ ہے، جس کا نام کرعہ ہے۔ جو حضرت ﷺ کے وقت میں موجود اور آباد تھا اور اب بھی موجود ہے۔

موضع قادیان کی تحقیق

دراصل نام اس کا قادیان نہ تھا بلکہ مرزا کے مورث اعلیٰ مسمی قاضی ماجھی نے اس کو آباد کیا۔ بابر بادشاہ کے زمانہ میں اور اس کا نام ''اسلام پور قاضی ماجھی'' رکھا۔ جب اس موضع کے باشندے یزیدی اور شریر ہوگئے تو اسلام پور جاتا رہا محض قاضیان رہ گیا۔ تلفظ عوام میں ضاد کو دال سے مناسبت صوتی ہے قاضیان کا قادیان ہوگیا اور بابر بادشاہ نے ۱۵۲۶ء سے لے کر ۱۵۳۰ء تک ہندوستان وغیرہ میں بادشاہی کی ہے۔ ملا ماجھی صاحب مورث اعلیٰ مرزا کا سلطان سکندر بادشاہ پسر بہلول شاہ لودھی کے وقت میں تھا اور بابر بادشاہ نے کابل سے آکر ابراہیم بادشاہ کو شکست دیکر اس کا تخت لے لیا۔ یہ واقعہ ۱۵۲۴ء کا ہے۔ خیر تاریخی امور کو ترک کر کے ثابت ہوتا ہے کہ قصبہ قادیان مدت چار سو (۴۰۰) سال سے آباد ہے قبل اس کے آباد نہ تھا۔ یہ تحقیق مرزا ہی کی کتاب ''ازالۂ اوہام''، صفحہ ۱۲۲ و ۱۲۳ میں درج ہے۔ پس ظاہر ہوگیا کہ ظہور و تولد امام مہدی صاحب کی حدیث کو موضع قادیان سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ حدیث کو ۱۳۲۲ برس ہوئے اور قادیان اس وقت معدوم تھا اب چار سو (۴۰۰)

سال سے آباد ہوا اگر مرزا اور مرزائی تین سو تیرہ (۳۱۳) مع مردوں کے بھی شامل ہو جائیں اور قیامت تک تلاش کریں تب بھی ہرگز نہ کرسکیں گے کہ امام مہدی صاحب کدعہ مغرب قادیان سے پیدا ہوں گے خواہ اپنے عاجی خدا سے گریہ اور الحاح بھی کرلیں بلکہ معاملہ ہی برعکس ہے کیونکہ اکثر احادیث صحیحہ میں ہے کہ دجال مشرق سے نکلے گا۔ خود مرزا اس بات کو مانتا ہے ''ازالۂ اوہام''، صفحہ ۷۲۹ میں لکھتا ہے:

۱۔۔۔ دجال مشرق کی طرف سے خروج کرے گا یعنی ملک ہند سے۔ کیونکہ یہ ملک ہند زمین حجاز سے مشرق کی طرف ہے۔ (متفق علیہ، ازالۂ اوہام)

۲۔۔۔ حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دجال ہندوستان سے نکلے گا۔

(ازالۂ اوہام، صفحہ ۸۴۸)

فقیر کہتا ہے کہ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مرزا کا قادیان ملک ہند میں حجاز سے پورب کو ہے اور کسی حدیث میں یہ بات نہیں کہ امام مہدی صاحب ملک مشرق یا ہندوستان سے ہوں گے بلکہ دجال ہی کے بارے میں وارد ہے کہ ملک عرب سے پورب کے ملک سے دجال ہوگا۔ جس کو مرزا خود بھی مانتا ہے تو اب ثابت ہوگیا کہ مرزا خود ہی دجال ہے اگرچہ بڑا دجال نہ ہو مگر خلیفۂ دجال تو ہے۔ جب مرزا نے رسالہ ''انجام آتھم'' بنایا تو اس وقت ۱۸۹۶ء تھا اور هذا خليفة الدجال کے اعداد ابجدی سے بھی ۱۸۹۶ء پورے نکلتے ہیں۔ پس ''انجام آتھم'' کے بنانے کے وقت ہی سے خلیفہ دجال ہوا کیونکہ رسالہ ''انجام آتھم'' اسی سنہ میں بنایا گیا شعر

آنکہ اصلا ہر و بر نشناختہ در چنین جاہا سپر انداختہ

خیال کرنا چاہیے مرزا جو صفحہ ۴۱ ضمیمہ میں بکتا ہے۔ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔

اقول: کیا مرزا کے ہاتھ پر مکہ معظمہ کے لوگوں نے رکن یمانی پر بیعت کر لی ہے؟ جیسا کہ امام مہدی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا آ چکا ہے۔ بلکہ مکہ معظمہ تو خواب یا الہام میں بھی دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ کیا ابدال شامی مرزا کے پاس حاضر ہو گئے ہیں؟ جیسے کہ امام مہدی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں گے بلکہ ابدال سے مرزا ہزاروں کوس بھاگتا تھا۔ کیا غیب سے آواز آئی ہے؟ کہ هذا خليفة الله المهدى فاسمعوا له واطيعوا. "یہ خلیفہ اللہ تعالیٰ کا مہدی ہے اس کی بات سنو اور تابعداری کرو" بلکہ غیب سے تو یہی ارشاد ہو رہا ہے کہ هذا خليفة الشيطان فلا تسمعوا له ولا تطيعوا. (یہ خلیفہ ہے شیطان کا نہ اس کی بات سنو اور نہ اس کی تابعداری کرو) یہی آواز ہر طرف سے آ رہی ہے ہر طرف سے مرزا کی تکذیب اور تکفیر کے فتاوے اور رسالے آ رہے ہیں۔ جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہی کے لوگوں نے صاف حکم کفر کا مرزا پر کر دیا تو اب اور کس جگہ کا اعتبار ہوگا؟

دیکھو! مرزا خود لکھتا ہے۔ مکہ اسلام کا مرکز اور لاکھوں صلحاء اور علماء اور اولیاء اس میں جمع ہوتے ہیں اور ایک ادنیٰ امر بھی جو مکہ میں واقع ہو فی الفور اسلامی دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۲۳، مرزا کی کتاب ست بچن)

جب مرزا بڑے گھر سے نکالے جا چکے اور مکے سے دھکے لگے تو اب دنیا بھر میں کیوں نہ مشہور ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب اور دجال ہے۔ افسوس مہدی بننا چاہتا ہے اور ایک بات بھی مہدی کی اس میں نہیں پائی جاتی۔ (از کتاب کلمہ فضل رحمانی)

مرزا کا الہام دروغ ہوا صفحہ ۴۱ "ضمیمہ انجام آتھم" میں بکا ہے۔ دور دور سے اس کے (مہدی کے) دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار کے برابر ہوگا یعنی تین سو

تیرہ (۳۱۳) ہوں گے اور ان کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے یہ پیشگوئی میرے حق میں پوری ہوئی۔ بلفظہ

اقول: مرزا کے وہی تین سو تیرہ (۳۱۳) دوست ہیں جن میں انہوں نے سترہ (۱۷) آدمی مدتوں کے فوت شدہ کو لکھ کر تعداد پوری کی ہے۔ کیا عمدہ فخر کی بات ہے کہ چورانوے کروڑ مسلمانوں مقبولہ سے مرزا کے صرف تین سو تیرہ ہی دوست ہیں وہ بھی بعض تنخواہ لینے والے۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ مسیلمہ کذاب جس نے حضرت ﷺ کے زمانے میں پیغمبری کا کاذب دعویٰ کیا تھا اس کے ساتھ لاکھ آدمی سے زیادہ معتقد تھے اور مہدی سوڈانی کے پاس بھی جو مرزا کے یوم ولادت میں برابر تھا، تین لاکھ فوج جان نثار محض مفت سر دینے والی موجود تھی۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ملک ایران میں ایک شخص جس کا نام "باب" تھا بیشمار معتقد اس کے پاس موجود تھے پھر ذرا رام سنگھ کو کہ[1] کو دیکھو کہ ایک لاکھ 'کوکہ' تو اس کے ساتھ بھی مفت بلا تنخواہ ہی ہو گیا تھا اب بھی ہزاروں 'کوکے' اس کی عدم موجودگی میں موجود ہیں پھر مرزا کو تین سو تیرہ معتقد پر کیا فخر ہونا چاہیے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی سے مطابقت

چونکہ مہدی سوڈانی محمد احمد نامی کا تذکرہ درمیان میں آ چکا ہے جس کی مطابقت مرزا کی تاریخ پیدائش وظہور ودعوی وغیرہ امورات میں ٹھیک ہوتی ہے۔ اس لیے جناب مولوی محمد فضل الدین صاحب مالک مطبع "اخبار وفادار" کی مرتبہ کتاب سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ وھو ھذا۔

---

[1] رام سنگھ نام ہے ایک کافر کا اور کوکہ اس کی ذات اور قوم تھی۔ ۱۲ منہ

ان کے یعنی مہدی سوڈانی کے عالم وجود میں آنے کا زمانہ سن ہجری ۱۲۵۹ اور سن عیسوی ۱۸۴۲ اور ان کے ظہور مہدویت کی تاریخ اگست مطابق رمضان ۱۸۸۱ء سے محسوب ہوتی ہے اور ان کے اعلان مہدویت کا خلاصہ یہ تھا کہ ''میں ہی وہ مہدی موعود ہوں جس کا تمہیں دس (۱۰) گزشتہ صدیوں سے انتظار تھا اور میں ہی وہ آخر الزمان ہوں جو اس مشکل مسئلہ کو حل کروں گا کہ مسلمانوں کے پولیٹیکل نفاق کو دور کروں اور ان کو ایک ہی سچی راہ شریعت پر چلاؤں اور حشر ونشر کی سہولتوں کے لیے تیار کروں اور مخالفان اسلام کا دشمن اور محبان اسلام کا دوست اور حامی بنا رہوں''۔ (صفحہ ۵) اور اس نے اپنا نام محمد احمد لکھا جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔ بہر حال وہ بھی تمام قرائن کی رو سے کاذب تھا مگر پھر بھی ایک نہایت درجہ کا محتاط، پرہیز گار، عالم، فاضل، اسلام پرست تھا جس کی علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ آج ان کے پاس کم وبیش تین لاکھ جان نثار خدا واسطے لڑنے کو موجود ہیں۔ (بلفظ صفحہ ۹) ان کے تین ہم عصر اور بھی مہدی کہلاتے ہیں۔ ملخصاً صفحہ ۹ کتاب ''کلمہ فضل رحمانی'' میں ہے کہ راقم آثم کے دل میں پروردگار نے فتنۂ پیدائش قادیانی کا یوں القاء کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تبارک اسمہ سیپارہ ﴿وَاعْلَمُوْا﴾ میں فرماتا ہے ﴿اَلا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا﴾ یعنی (آگاہ ہو جاؤ وہ فتنے میں گرے) گویا عوام کو ان کے فتنہ سے آگاہی دی گئی ہے۔ اس آیت شریفہ سے بحساب ابجد ۱۲۵۹ سن پیدائش مرزا کا نکلا اور یہی ۱۲۵۹ مہدی سوڈانی کی پیدائش کا سن بھی ہے مرزا خود اپنی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' میں لکھتا ہے کہ سو یہی سن ۱۲۷۵ ہجری جو آیت ''واخرین منهم لما یلحقوا بهم'' کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے بلفظہ۔ یعنی ۱۲۷۵ کو مرزا جوان اور بالغ ہوا اور یہی ۱۲۷۵ شباب ظلم کا بھی ہے اس کے اعداد بھی ۱۲۷۵ ہیں۔ جب پندرہ سال بلوغت کے اس سے نکال دیئے جائیں تو ۱۲۵۹

بارہ سو انسٹھ پیدائشی سال مرزا کا رہتا ہے جس کی خبر باری تعالیٰ نے ''الا فی الفتنة سقطوا'' میں دی ہے اور یہی تاریخ مہدی کاذب سوڈانی کی بھی ہے۔ مہدی سوڈانی کی تاریخ ظہور ۱۸۸۲ ہے وہی تاریخ مرزا کی مجددیت اور مثیل مسیح وغیرہ کی ہے جیسا اس نے خود ''براہین احمدیہ'' کے حصہ سوم میں لکھا ہے۔ مرزا لکھتا ہے کہ ''میں تیرھویں صدی پر ہوا۔ میرے نام کے اعداد بھی پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) ہیں۔ غلام احمد قادیانی۔ اسی واسطے میں مجدد اور مسیح موعود ہوں''۔ مرزا اس کو اپنے دعویٰ پر بڑی قوی دلیل جانتا ہے۔

اے حضرات ذرا خیال کرنا چاہیے کیا اگر اور کسی کے نام کے بھی اعداد پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) نکل آئیں تو کیا وہ بھی تیرھویں صدی کا مجدد ہوگا؟ ہم نہ مانیں گے مگر مرزا اور مرزائیوں کو ضرور ماننا چاہیے۔ لیجئے سنیے چند آدمیوں کے پورے تیرہ سو اعداد میں نکال دیتا ہوں ان کو بھی مجدد کہنا ہوگا حالانکہ مرزا ان میں سے بعض کو سخت گالیاں دے چکا ہے۔

۱...... مہدی کاذب محمد احمد برم (عاجز) سوڈانی۔ ۱۳۰۰

مرزا کا بھائی جو خاکروبوں کا پیغمبر موجود ہے یعنی

۲...... مرزا امام الدین ابواوتار لال بیگیان قادیانی۔ اس کے نام کے اعداد بھی تقریباً تیرہ سو ہیں۔

مرزا کا فاضل حواری نورالدین موجود ہے یعنی

۳...... مولوی حکیم نورالدین مستہام[1] (حیران) بھیروی۔ ۱۳۰۰

مرزا کے ایک دوست بھی آپ کے ساتھ ہیں یعنی

۴...... مولوی کامل سید نذیر حسین دہلوی۔ ۱۳۰۰ علیٰ ہذا القیاس۔

۱ مرزا کا مصدق بن کر اب سخت حیرانی میں ہے۔ حیاد انگیز ہے ۱۲۔

اور جس قدر نام چاہوں نکالوں ان کے عدد تیرہ سو پورے کرتا چلا جاؤں لیکن کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ فلاں مجدد یا مسیح موعود اور مہدی مسعود ہے؟ ہرگز نہیں مرزا کا اپنے نام کے اعداد نکال کر دعوی پیغمبری کرنا محض بیہودہ اور ہیچ و پوچ بازیچۂ طفلاں ہے۔ (کلمۂ فضل رحمانی)

اقول: سب سے لطیف تر بلکہ قرآنی معجزہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ﴿تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴾ (شیطان اترتے ہیں ہر بڑے بہتان نہائے گنہگار پر) یہ پوری آیت کریمہ ہے اور اس کے عدد پورے تیرہ سو (۱۳۰۰)۔ بلا شبہ مرزا پر شیطان اترا کرتے تھے اور انہیں کے وسوسوں کو مرزا وحی جانتا تھا۔

مرزا کی نحوست کا بیان

جب سے مرزا پیدا ہوا اس کی موت تک ملک پر تنگی اور قحط اور بلایا اور فتن ہی جوش زن رہے۔ کیا مہدی موعود ایسا ہی ہوگا جو تمام عالم کے لیے زحمت اور محنت ہوگا؟ سنیے مرزا کی تاریخ بلوغ ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء زمانہ غدر گزرا ہے اور لوگوں کو یاد ہے کہ کیا کیا حالتیں مخلوقات کی ہوئیں جو ناگفتہ بہ ہیں حتی کہ سلطنت اسلامی کی رہی سہی رونق کا بھی ستیا ناس ہوگیا۔ بہادر شاہ کو جلاوطن کر کے دہلی سے رنگون میں پہنچایا اور ان کے دو بیٹے اور ایک پوتا دہلی کے فتح ہوتے ہی گولی سے مار ڈالے گئے۔ (دیکھو "واقعات ہند" کا صفحہ ۳۱)۔ پھر جب ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء میں دعوی مہدی مسعود ہونے کا کیا تو تمام جہان کو قحط سخت و امساک باران و وبائے طاعون اور زلزلوں نے برباد کر دیا یہ اثر مرزا کی نحوست کا اب تک باقی ہے۔ (نعوذ باللہ) ایسے مہدی مردود سے۔

مرزا نے اپنے اعتقاد میں جو جو غلط اور جھوٹ بکا ہے وہ تحریر کرتا ہوں:

الف...... سنت جماعت کا مذہب ہے کہ امام مہدی فوت ہو گئے آخر زمانے میں انہیں کے نام پر ایک اور امام پیدا ہوگا لیکن محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی امر یقینی نہیں ہے۔

(بلفظ الخبیث، صفحہ ۴۵۷، ازالۂ اوہام)

ب...... امام مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے جب مسیح بن مریم آئے گا تو امام مہدی کی کیا ضرورت ہے؟ (بلفظ الخبیث، صفحہ ۵۱۸، ازالۂ اوہام و انجام آتھم)

میں تو عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے بھی منکر ہو گیا تھا۔

ع — مگر دروغگو را حافظہ نباشد

دیکھو! رسالہ "انجام آتھم" مرزا کی تصنیف صفحہ ۷۹ میں بکتا ہے کہ **من بآمدن ہیچ مسیح خونی و مہدی خونی قائل نمی باشم۔**

فقیر کہتا ہے کہ مرزا کا دعوی کہ میں مہدی موعود ہوں علاوہ اس بحث اور دلائل کے جو پیچھے گزر چکے ہیں ان کی اپنی ہی تحریرات الہامی سے باطل ہو گیا۔ اور باطل بھی ایسا کہ تاویل کی بھی گنجائش نہیں رہتی۔ مرزائیوں کے لیے شرم کرنے اور ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ مرزا خود ہی لکھتا ہے کہ مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے ابن مریم کے آنے سے مہدی کی کوئی ضرورت نہیں پھر اسی مہدی کا ادعائی بنتا ہے کہ حدیث کے مطابق میں ہی مہدی ہوں اور کیسی جمہور کی مخالفت کر کے سیدھے مسلمانوں کو دھوکا دیا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ مہدی فوت ہو گئے۔ ناظرین کتب حدیث اور سیر کو ملاحظہ کریں کہ یہ کسی کا مذہب نہیں۔ مگر سچ ہے کہ جب کسی کے دماغ میں فتور آ جاتا ہے تو اس کو اگلی پچھلی باتیں یاد نہیں رہا کرتیں۔ اشرف الانبیاء اور دو جہاں کے سردار رسول اللہ ﷺ کی باتوں میں چون و چرا کرنا

سخت گستاخی اور بے ادبی ہے جس کا نتیجہ خراب ہے۔ حضرت ﷺ حضرت عیسیٰ اور امام مہدی علیہما السلام دونوں کا آنا قیامت کی علامات سے بیان فرماتے ہیں اور صدہا احادیث میں مذکور ہوا اور مرزا کہتا ہے کہ کیا ضرورت ہے؟ مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ اللہ عزوجل کے کاموں کے لیے ضرورت وعلّت تلاش کرنی عجب گمراہی ہے جبکہ رسول کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ ''امام مہدی آئیں گے''۔ تو اب مسلمان کو ضرورت اور علّت تلاش کرنے کی کیا حاجت ہے؟ دل اور جان سے ماننا چاہیے بمقابلہ روشن نص جلی وافی کافی کے اپنے قیاس اور عقل کو دخل دینا شیطانی کام ہے۔ عینی جلد ۴ صفحہ ۲۰۸ میں ہے **وفیہ قول عمر** رضی اللہ عنہ **التسلیم للشارع فی امور الدین وحسن الاتباع فیما لم یکشف عن معانیها وقال الخطابی فیه تسلیم الحکمة وترک طلب العلل وحسن الاتباع فیما لم یکشف لنا عنه من المعنی وامور الشریعة علی ضربین ماکشف عن علته ومالم یکشف وهذا لیس فیه الا التسلیم**۔ انتہی

قولہ: میں ایک مسلمان ہوں **امنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والبعث بعد الموت**۔ (بلفظہ صفحہ ۲، ٹائٹل، ازالہ اوہام)

اقول: قبل اس سے ''توضیح المرام'' کی عبارت میں مرزا نے بکا تھا کہ فرشتے کوئی چیز نہیں ارواح کواکب اور تاثیرات کواکب سے عبارت ہے۔ اور اب ملائکہ پر ایمان لایا اس کا باعث بھی وہی حافظہ کا فتور ہے۔ ورنہ اگر یاد ہوتا کہ میں پہلے فرشتوں کا انکار کر چکا ہوں تو اب کبھی اقرار نہ کرتا۔ مگر اس میں دو باتیں اور مرزا کی قباحت اعتقاد پر پائی گئیں کہ وہ قیامت اور قدر پر ایمان نہیں رکھتا **والیوم الآخر والقدر خیره وشره من الله تعالیٰ** پر ایمان ضروری ہے۔

اعتقاد: پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظاری تھی یہی پادریوں کا گروہ جو ٹڈی کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے۔

(بلفظہ التخیص، صفحہ ۴۹۵ و ۴۹۶، ازالۂ اوہام وانجام آتھم وضمیمہ)

اقول: مرزا کے اعتقاد میں دجال پادری ہیں اور کوئی دجال نہیں آئے گا۔ اور اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ نکلنا دجال اور یاجوج ماجوج کا اور نکلنا سورج کا مغرب سے، اترنا حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اور باقی تمام نشانیوں قیامت کا حق ہے۔ (فقہ اکبر)

اعتقاد: وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنایا ہوا ہوگا۔ پھر اگر وہ ریل نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

(صفحہ ۶۸۵، ازالہ اوہام)

اقول: مرزا مہدی ہو کر دجال کے گدھے پر سوار ہوتا ہے۔ کیا یہ بھی اس کو الہام ہوا ہوگا کہ مہدی دجال کے گدھے پر سوار ہوگا۔

اعتقاد: یاجوج ماجوج سے دو قومیں انگریز اور روس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔

(بلفظہ صفحہ ۵۰۲ و ۵۰۸، ازالہ اوہام)

اقول: مطلب یہ ہوا کہ یاجوج ماجوج کوئی نہیں ہوں گے اس اعتقاد کے سبب سے آیت اور حدیث صحیح پر اعتقاد نہ رہا اور انکار پایا گیا جو کفر ہے۔ معلوم نہیں کہ اور قوموں کو کیوں ترک کیا فقط دو ہی قوم کفار انگریز اور روس کو یاجوج ماجوج بنایا۔

اعتقاد: دابۃ الارض وہ علماء اور واعظین ہیں جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ (بلفظہ صفحہ ۵۱۰، ازالہ اوہام)

اقول: مطلب یہ ہوا کہ دابۃ الارض علماء ہیں اور کچھ نہیں ہے پس دابۃ الارض سے بھی انکار ہوا۔

اعتقاد: دخان سے مراد قحط عظیم وشدید ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۵۱۳، ازالہ اوہام)

اقول: مطلب مرزا کا یہ ہے کہ دخان جو صحیح حدیث میں وارد ہے وہ کچھ نہ ہوگا۔ یہ صحیح حدیث سے انکار ہوا۔

اعتقاد: مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کیے جائیں گے اوران کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ (بلفظہ صفحہ ۵۱۵، ازالہ اوہام)

اقول: یہ بھی صحیح حدیثوں سے انکار ہے اور جب آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا تو بہ کا دروازہ بند ہوگا کافر اسلام لائے تو قبول نہیں، فاسق توبہ کرے تو قبول نہیں، قال اللہ تعالیٰ

﴿یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَایَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾

اسلام پھیلنے کی اچھی برکت ہوئی کہ اسلام ہی قبول نہیں۔ پھر مرزا ہدایت عبث کرتا اور اپنی دعوت میں قرآن عظیم کا مخالف تھا جب ایمان قبول ہی نہیں تو دعوت کس لیے؟ مرزا کا نبی بنا نے والا بھی عجب احمق تھا کہ مردود چیز مانگنے کے لیے مرزا کو مقرر کیا۔

اعتقاد: کی قبر میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔ (ملخصا صفحہ ۴۱۵، ازالہ اوہام)

اقول: اب عذاب قبر سے بھی انکار کر دیا۔ جب نہ دیکھے تھے اب تو ہر وقت انہیں سے پالا پڑتا ہوگا۔ جو چیز نظر نہ آئے اس پر ایمان نہ لانا ہی ملحد دہریہ کا شبہ ہے کہ ''خدا ہے تو دکھاؤ''۔

اعتقاد: هفصد و هفتاد قالت دیده ام، بارها چون سبزه ها روئیده ام۔ (بلفظہ صفحہ ۸۱، کتاب ست بچن مرزا کی تصنیف)

اقول: اب تناسخ بھی اعتقاد کر لیا جو ہنود اور کفار کا اعتقاد ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ مرزا جی مہاراج کرشن اوتار بھی تو ہیں۔

اعتقاد: (الہام) ہم نے تم کو بخش چھوڑا ہے جو جی چاہے سو کر۔ (بلفظہ ملخصا صفحہ ۵۶۰، براہین

احمدیہ) اصل عبارت عربی یہ ہے اعمل ماشئت فانی قد غفرت لک۔

اعتقاد: (الہام) ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے یعنی کھلی کھلی فتح دیں گے تا کہ تیرا خدا (عاجی) تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔ (بلفظہ صفحہ ۵۷، ضمیمہ انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ چونکہ مرزا کو حسب دلخواہ عمل کرنے کا حکم خدا سے ہو چکا ہے اسی واسطے پیغمبروں کو گالیاں دیتا ہے اور آیات اور احادیث اور ضروریات دین سے انکار کرتا ہے جب کہ پہلے ہی سے معافی کی دستاویز مل چکی ہے تو اب کس بات کا خوف رہا البتہ یہ دستاویز دینے والا عاجی خدا ہوگا۔ ہاتھی دانت کا یا گوبر کا۔

اعتقاد: قولہ ''ومن دخله کان امنا'' ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا؟ ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لیے آسانی نہیں کی؟ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔ ''بیت الفکر'' سے اس جگہ وہ چوبارہ مراد ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لیے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور ''بیت الذکر'' سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور ومن دخله کان امنا اس مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔ (بلفظہ الخبیث ملتقطا صفحہ ۵۵۸، براہین احمدیہ)

اقول: وعلی اعتقاد ذلک المهدی الضال المضل. یہ آیت شریفہ مسجد حرام بیت اللہ شریف کے حق میں وارد ہوئی ہے یہاں تک کہ مسجد نبوی ﷺ اور مسجد بیت المقدس کے بارے میں ایسا فرمان نہ آیا مگر مرزا کی مسجد قادیان میں اس کے حق میں یہ فرمان وارد ہوا۔ مرزا کے خدا عاجی نے اس کے سارے گناہ بھی بخش دیئے۔ جو اس کا جی چاہے وہی کرے اور پھر اس کی مسجد میں جو کوئی داخل ہوا وہ پروردگار کے عذاب سے امن میں ہوا۔ قادیان کو مکہ بنایا اور اپنی مسجد کو مسجد حرام اور بیت اللہ بنایا۔ پس اسی واسطے حج کو نہیں گیا۔ اب عرب کے ملک کو مشقت کر کے حج کی کیا ضرورت رہی۔ مرزا کے بھائی مرزا امام الدین اوتار لال بیگیاں نے بھی قادیان میں چوہڑوں کا حج مقرر کیا تھا۔ (دیکھو کتاب ''ویدحق'' مؤلفہ مرزا امام الدین)

اعتقاد: مرزا مسلمانوں کے دشمن جانی ہیں۔

قولہ: جو شریر بد باطن نالائق نام کے مسلمان جمعہ کی نماز نہ پڑھیں گے وہ گورنمنٹ برٹش انڈیا کے باغی ہیں ان کو سزا ملنی چاہیے۔ اھ دیکھو اشتہار جمعہ کی تعطیل کا مورخہ یکم جنوری ۱۸۹۶ء۔

اقول: پس دیہاتی مسلمان جہاں نماز جمعہ نہیں پڑھی جاتی سب باغی ہوئے۔ (نعوذ باللہ)

اعتقاد: مرزا اپنی کتابوں میں تصویریں بھی بناتا تھا، تصویر یسوع کی شکل پر مجسم بیٹا، تصویر کبوتر کی شکل پر مجسم روح القدس، تصویر آدم کی شکل پر مجسم باپ۔ (بلفظہ صفحہ ۳۵، انجام آتھم)

(تین تصویریں کبوتر، آدم، یسوع کی بنائی ہیں)

اقول: پس مرزا کا عمل احادیث صحیحہ کے خلاف پر پایا گیا۔ کیا یہی مہدی ہے؟ نہیں نہیں بلکہ صاف ضال مضل کاذب ہے۔ اور یہ تین لیے تو نصاریٰ کے باپ کیوں بدل لیا وہی اپنے گوبر والے کی تصویر دی ہوتی۔

اعتقاد: مرزا کا کوئی پیر و مرشد نہیں ہے۔

قولہ: میرا کوئی والد روحانی نہیں ہے کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی میں سے کسی سلسلہ میں داخل ہے؟

(بلفظہ ملخصاً صفحات ۵۶۸، ۶۵۹، ۶۶۰ ازالہ اوہام)

اقول: سچ ہے۔ من لم یکن لہ شیخ فشیخہ الشیطان۔ (بے پیرے کا پیر شیطان)

اعتقاد: مرزا اپنے مریدوں سے چندہ یک مشت اور ماہوار وصول کر کے اپنے آرام کا مکان اور سامان تیار کرتا ہے۔

قولہ: ہم کو مکان فراخ کرنے کا دوبارہ الہام ہوا ہے جماعت مخلصین دو ہزار روپیہ جلد بہم پہنچائیں اور پہلے سے ثابت قدم ہو جائیں۔ دیکھو اشتہار مورخہ ۷ فروری ۱۸۹۷ء مرزا کا۔

اقول: اللہ کے سچے رسولوں کو تو ہمیشہ یہ الہام ہوا کہ ﴿مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ مگر شیطانی رسول کا یہی الہام چاہیے کہ لاتے جاؤ دھرتے جاؤ۔

مرزا پکا طالب دنیا اور عبد الدینار والدراہم تھا

قولہ: مالی فتوحات آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا جس کو شک ہو ڈاک خانہ کی کتابیں دیکھ لے۔ (ملخصاً صفحہ ۲۸، ضمیمہ انجام آتھم) حاجی سیٹھ عبد الرحمٰن اللہ رکھا تاجر مدراس نے کئی ہزار روپیہ دیا۔ (صفحہ ۲۸، ضمیمہ انجام آتھم) شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار سے زیادہ دے چکے ہیں۔ منشی رستم علی کوٹ انسپکٹر گورداسپور بیس روپیہ ماہوار دیتے ہیں۔ حیدر آباد کا مولوی سید مردان علی، مولوی سید ظہور علی، مولوی عبد المجید دس دس روپیہ اپنی تنخواہ سے دیتے ہیں۔ خلیفہ نور الدین صاحب پانچ سو روپیہ دے چکے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم، ۲۸، ۲۹)

مرزا نے برائی اور حرام کی کمائی کے مال کے لیے درخواست کی تھی

مرزا کو معلوم ہوا کہ اللہ دیا نام ایک نقارچی گانے بجانے والا بُرے کاموں اور ناجائز پیشے سے تائب ہو کر موحد مسلمان ہو گیا اور اس کے پاس چند ہزار روپیہ حرام کی کمائی کا موجود تھا جس کو وہ بوجہ پرہیزگاری کے صرف نہ کرتا تھا۔ مرزا نے یہ خبر فرحت اثر سن کر فوراً کہلا بھیجا کہ وہ روپیہ میرے پاس بھیج دو ہم اشتہارات وغیرہ میں صرف کر دیں گے۔ جب اس نے علماء سے فتوی پوچھا تو علماء نے منع کر دیا۔ اس سبب سے مرزا کا یہ شکار بھی خالی گیا۔

رسالہ ''تائید آسمانی'' تصنیف منشی محمد جعفر تھانیسری مطبوعہ اختر ہند پریس امرتسر ۲۳ ماہ جولائی ۱۸۹۳ء، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر تشریف لیجانا اور اُس کا ثبوت، اور پھر اترنا قبل روز قیامت کے ''تفسیر ابن کثیر'' کی عبارت عربی کا مطلب بیان کرتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب خداوند تعالی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکان میں جو چشمہ تھا۔ اُس سے باہر نکل کر اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اپنے بارہ (۱۲) حواریوں[۱] کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ (۱۲) مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جائے اور وہ میری جگہ مقتول ہو اور میرے درجے میں میرے ساتھ رہے؟ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں ہوں یا رسول اللہ! تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ تو بیٹھ جا۔ اور آپ نے دوبارہ پھر اسی لفظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی شخص کھڑا ہوا غرض چوتھی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈالی گئی یعنی بعینہٖ مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہر ایک چیز میں ہو گیا باذن پروردگار۔ اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ بعد ازاں یہود کے جاسوس آئے اور اس شبیہ کو پکڑا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر مقتول اور مصلوب کیا۔ پھر بعض لوگ بارہ مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پھر گئے بعد ایمان کے۔

اور اس کے بعد تین فرقے ہو گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا قائل ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے درمیان میں خدا ہو کر رہا، جب تک اس نے چاہا، پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ اس فرقے کو ''یعقوبیہ'' کہتے ہیں۔ دوسرے فرقے نے کہا! کہ خدا کا بیٹا تھا جب تک اس نے

[۱] حواریوں میں اختلاف ہے کہ یہ کون لوگ تھے؟ بعض نے کہا مچھلی پکڑنے والے تھے۔ بعض نے کہا رنگریز، بعض نے کہا اول میں اور قوم تھی بعد کو وہ لوگ کپڑے دھونے والے ہو گئے، بعض نے کہا بادشاہ تھے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعض رنگریز ہوں، بعض کپڑے دھونے والے بعض ماہی گیر بعض بادشاہ۔ بارہ (۱۲) تھے یا تیرہ (۱۳) یا زائد۔ کبیر ۱۲ منہ

چاہا ہم میں رہا، خداوند کریم نے اپنی طرف اس کو اٹھا لیا۔ اس گروہ کا نام نسطوریہ ہے۔ تیسرے[۱] فرقے کا یہ مذہب تھا کہ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہمارے گروہ میں رہا۔ جب تک خداوند کریم نے چاہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اس گروہ کو ''مسلمان'' کہتے ہیں۔ پھر دونوں فرقے کافروں کے مسلمانوں کے فرقے پر غالب آئے اور قتل کر ڈالا پھر اسلام معدوم رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اور یہ اسناد صحیح ہے، ابن عباس کی طرف۔ اور روایت کیا اس اثر کو نسائی نے ابی کریب سے انہوں نے ابی معاویہ سے مثل طریق مذکور کے اور اسی طرح ذکر کیا بہت علمائے متقدمین نے اور روایت کیا عبد بن حمید اور ابن مردویہ اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے کہ یہود نے دار پر چڑھایا عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اس شبیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حالانکہ مسیح علیہ السلام کو پروردگار نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ اور قتادہ تابعی شاگرد انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے پر فخر کرتے تھے، مگر ان کا گمان غلط ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کی شبیہ ایک شخص پر ڈالی گئی اور وہی قتل کیا گیا۔ اور روایت کیا ابن جریر نے سدی تابعی شاگرد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا سدی نے کہ محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مع ان کے مددگاروں کے ایک مکان میں۔ پس فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو، کہ تم میں سے کون قبول کرتا ہے صورت میری تاکہ قتل کیا جائے میری جگہ اور واسطے اس کے جنت ہو؟ پس قبول کیا ایک نے ان میں سے اور اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام

[۱] ملک چار فرقے ہوئے تھے۔ یعقوبیہ، نسطوریہ، ملکانیہ اہل حق۔ ملکانیہ کا یہ مذہب تھا کہ خدا تین ہیں، اللہ تعالیٰ اور بی بی مریم اور عیسیٰ۔ انتہی ''کتاب السبعیات'' للامام ابی نصر محمد بن عبد الرحمن الہمدانی۔ صفحہ ۳۹

طرف آسمان کے۔ یہی ہے مضمون پروردگار کے قول کا ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾

واخرج ابن جرير عن ابی مالک ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال ذلک عند نزول عیسیٰ ابن مریم لایبقی احد من اهل الکتاب الا امن به. اوراخراج کیا ابن جزیر نے ابی مالک سے بیچ تفسیر قول باری تعالیٰ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ...... الخ﴾ کے فرمایا انہوں نے یہ بات نزدیک نزول عیسیٰ ابن مریم کے ہوگی یعنی اس زمانے میں جو اہل کتاب ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اوراخراج کیا عبد بن حمید اور ابن منذر نے شہر بن حوشب سے کہ روایت ہے محمد بن علی بن ابی طالب سے آیت مذکورہ کی تفسیر میں کہ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ مونھ اور چوتڑ پر ماریں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹ بولے تھے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے۔ وہ فوت نہیں ہوئے اور اٹھائے گئے ہیں آسمان پر پھر نازل ہوں گے قیامت سے آگے۔ پس کل اہل کتاب ایمان لائیں گے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل موت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اورانہیں محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ قوم یہود ملعون باوجودیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑے بڑے معجزے دیکھ چکے تھے اور پھر ان کی تکذیب اور مخالفت اور ایذاء رسانی میں اس قدر کوشش کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کسی بستی میں یہود کے ہمراہ رہ نہیں سکتے تھے اور اپنی والدہ ماجدہ کو ہمراہ لے کر سیر کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس میں تشریف لے گئے پس یہود ملعون نے وہاں کے فرستارہ پرست بادشاہ سے جا کر کہا کہ بیت المقدس میں ایک شخص فتنہ گر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ پس بادشاہ نے غصہ ہو کر اپنے نائب کو قدس میں لکھا کہ کوشش کر کے اس شخص کو پکڑ کر دار پر چڑھادے اور اس کے سر پر کانٹا رکھ دے اور لوگوں کو

ان کے ضرر سے بچالے۔

پس بیت المقدس یہود کی جماعت ہمراہ لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مکان میں تھے، گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو مع ان کے اصحاب کے جو تعداد میں بارہ (۱۲) تھے یا تیرہ (۱۳) یا سترہ (۱۷) بند کر دیا۔ بعد عصر کے جمعہ کے روز ہفتہ کی رات میں، پس عیسیٰ علیہ السلام جان چکے کہ یہود آکر مجھ کو پکڑیں گے اور باہر نکالیں گے۔ پس اپنے حواریوں سے فرمایا کہ کون شخص تم میں سے قبول کرتا ہے کہ وہ میری صورت بن جائے اور میرے شبے میں قتل کیا جائے اور جنت میں میرا رفیق ہو۔ پس قبول کیا اس بات کو ایک جوان نے، مگر عیسیٰ علیہ السلام نے اس پر اعتبار نہ کیا یہاں تک کہ تین بار عیسیٰ علیہ السلام نے وہی بات لوٹائی، پس وہی جوان قبول کرتا گیا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک تم ہی ہو۔ پس پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈال دی۔ جیسا کہ بعینہ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہو گیا اور ایک روشندان چھت سے کھل گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اونگھ آئی، یعنی مقدمہ نوم جو پوری نیند آنے سے پہلے آنکھیں نیم بندی ہو کر بدن میں سستی آجایا کرتی ہے۔ پس اٹھائے گئے طرف آسمان کی۔ اور یہی معنی ہیں باری تعالیٰ کے قول کے ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ ...... الخ﴾ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو نیند لا کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، پھر بعد کو وہ بند شدہ اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کے نکلے۔ پس جب کہ یہود نے اس جوان کو دیکھا، عیسیٰ گمان کر کے پکڑ کر رات کو سولی دیدی، یعنی دار پر چڑھادیا۔ اور یہود نے مشہور کر دیا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو کوشش کر کے قتل کرادیا اور نصاریٰ کے چند گروہ نے بسبب بے وقوفی اور کم عقلی کے اس کو سند پکڑ لیا۔

سوا ان چند آدمیوں کے جو مکان بند تھے اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا چڑھ جانا مشاہدہ کیا تھا۔ لیکن باقی کے لوگ سب یہود کی طرف ظن اور گمان میں رہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ یہاں تک مشہور کر دیا کہ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بی بی مریم

صاحبہ دار کے نیچے بیٹھی رو رہی تھیں اور مصلوب نے بی بی مریم صاحبہ کو پکارا بھی تھا۔ اور یہ کل باری تعالیٰ کا امتحان تھا۔ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ ای رأو شبهه فظنوا انه اياه ولهذا قال ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ﴾ یعنی بذلک من ادعى انه قتله من اليهود ومن سلمه اليهم من جهال النصارىٰ كلهم فى شک من ذلک وحيرة وضلال وسعر ولهذا قال ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ ای وما قتلوه متيقنين انه هو بل شاكين متوهمين ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا﴾ ای منيع الجناب لايلام جنابه ولا يضام من لاذبابه ﴿حَكِيْمًا﴾ ای فى جميع مايقدره وبقضيه۔ ابن جریر نے کہا کہ حدیث پہنچی مجھ کو ابن بشارہ سے، وہ لیتے ہیں عبدالرحمٰن سے، وہ سفیان سے، وہ ابی حصین سے، وہ سعید بن جبیر سے، وہ ابن عباس سے اس بات کی کہ کوئی اہل کتاب باقی نہ رہے گا مگر عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا قبل موت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اور عوفی نے بھی ایسا ہی ابن عباس سے بیان کیا اور ایسا ہی بیان کیا ابو مالک نے۔

ابن جریر نے جو حدیث حسن سے روایت کی بواسطہ ابو رجاء اور ابن علیہ اور یعقوب کے اس میں اتنا زیادہ ہے۔ والله انه لحى الان عند الله ولكن اذا نزل امنوا به اجمعون. یعنی قسم ہے پروردگار کی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اس وقت زندہ ہیں، باری تعالیٰ کے پاس اور جب اتریں گے ان پر سب لوگ ایمان لائیں گے، بدکار اور نیک اور ایسا ہی ابن ابی حاتم اپنے باپ سے وہ علی بن عثمان لاحقی سے وہ جویریہ بن بشیر سے روایت کرتے ہیں یہ جملہ حضرات اور سوا ان کے جس قدر ثقات مفسرین اور محققین ہیں، سب کے سب متفق ہیں کہ مرجع ضمیر مضاف الیہ کا جو ﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ میں ہے عیسیٰ علیہ السلام ہیں الامن شذ، شمس الہدایہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے آخر زمانے میں قیامت سے آگے۔ اور لوگوں کو پروردگار وحدہ

لاشریک له کی عبادت کی طرف بلائیں گے۔

امام بخاری نے کتاب ذکر الانبیاء میں اپنی صحیح میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''قسم ہے اس پروردگار کی مجھ کو جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ قریب ہے کہ نازل ہوگا تمہارے اندر عیسیٰ ابن مریم حاکم اور عادل یکسر الصلیب (صلیب کو توڑے گا) ویقتل الخنزیر (خنازیر کو قتل کرے گا) ویضع[1] الجزية (جزیہ موقوف کر دے گا کسی سے سوائے اسلام کے جزیہ وغیرہ کچھ قبول نہ کرے گا) ویفیض المال حتى لايقبله احد (اتنا مال لوگوں کو دیں گے یعنی ان کے زمانے میں اس قدر ترقی برکت اور دولت کی ہوگی کہ بہ سبب استغناء کے کوئی قبول نہ کرے گا) یہاں تک عبادت کا شوق ہوگا کہ ایک سجدہ کرنا اس وقت دنیا اور دنیا کے اسباب سے بہتر جانیں گے اور ہر ایک اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام پر قبل ان کی موت کے ان پر ایمان لائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام ان پر روز قیامت کے گواہی دیں گے''۔ اور ایسا ہی روایت کیا ہے امام مسلم نے بھی اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''البتہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام حج اور عمرہ کا احرام باندھیں گے روحاء کی وادی میں''۔

(وکذا رواہ مسلم)

اور امام احمد نے چند طریقوں سے بھی اس حدیث کو بیان کیا اور ایسا ہی امام مسلم اور ابوداؤد وغیرہ نے متعدد طریق سے اخراج کیا ہے اور امام مسلم نے ایک اور طریق سے ابی ہریرہ سے روایت کی۔ حدیث لمبی ہے اس کی آخر میں یہ ہے کہ لوگ نماز کی تیاری کرتے ہوں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور ان کو امام کریں گے جب ان کو اللہ تعالیٰ کا دشمن

---

[1] فان قلت وضع الجزية مشروع فى هذه الامة فلم لايكون المعنى تقرر الجزية على الكفار من غير محاباة فلذلک يكثر المال قلنا مشروعية الجزية مقيدة بنزول عيسىٰ وقد قلنا ان عيسىٰ لا يقبل الا الاسلام. وقال ابن بطال وانما قبلناها قبل نزول عيسىٰ للحاجة الى المال وفى زمانه يكثر المال حتى لايقبله احد. (عینی بخاری، جلد سابع، صفحہ ۴۵۲) ۱۲ منہ

دیکھے گا نمک کی طرح پگھل جائے گا یعنی اگر اس کو چھوڑیں گے تو نمک کی طرح پگھل جائے گا مگر اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے اپنے نیزہ میں اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔

تفسیر کبیر میں ہے ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ کے متعلق امام حسین بن فضل بجلی نے کہا کہ کہل ہوگا بعد اترنے کے آسمان سے اور اس وقت لوگوں سے کلام کرے گا اور دجال کو مارے گا اور اس آیت میں نص ہے اس بات پر کہ عیسیٰ علیہ السلام قریب ہے کہ نازل ہوں گے طرف زمین کی۔ انتہی (صفحہ ۳۵۰)

اب صرف دو تین حدیثیں عربی زبان میں بھی واسطے تسکین ناظرین کے نقل کیے دیتا ہوں۔ قال الامام احمد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهری عن عبدالله بن ثعلبة الانصاری عن عبدالله بن زيد الانصاری عن مجمع بن جارية قال سمعت رسول الله ﷺ يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب لد او الى جانب لد۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ "جب دجال احد پہاڑ کے پیچھے آئے گا تو فرشتے اس کا مونھ ملک شام کی طرف لوٹا دیں گے اور وہاں جا کر ہلاک ہوگا"۔ چوں کہ باب لُد بھی ملک شام ہی میں ہے۔ لہٰذا دونوں روایتوں میں مطابقت ہوگئی۔ رواہ احمد ایضا عن سفیان بن عيينة من حديث الليث والاوزاعی ثلاثتهم عن الزهری عن عبدالله بن عبيدالله بن ثعلبة عن عبدالرحمن بن يزيد عن عمه مجمع بن جارية عن رسول الله ﷺ قال يقتل ابن مريم الدجال بباب لد۔ وكذا رواه الترمذی عن قتيبة عن ليث به وقال هذا حديث صحيح قال وفی الباب عن عمران بن حصين ونافع بن عيينة وابی برزة وحذيفة بن اسيد وابی هريرة وكيسان وعثمان بن ابی العاص وجابر وابی امامة وابن مسعود وعبدالله بن عمرو وسمرة بن جندب والنواس بن سمعان وعمروبن عوف وحذيفة بن اليمان رضی الله عنہ ومراده برواية هولاء مافيه ذكر

الدجال وقتل عيسى ابن مريم عليه السلام له. فاما احاديث ذكر الدجال فقط فكثيرة وهی اكثر من ان تحصى لانتشارها وكثرة روايتها فی الصحاح والحسان والمسانيد وغيرذلک.

حديث اخر قال الامام احمد حدثنا سفيان عن فرات عن ابی الطفيل عن حذيفة بن اسيد الغفاری قال اشراف علينا رسول الله ﷺ من غرفة ونحن نتذاكر الساعة فقال لاتقوم الساعة حتى تروا عشر ايات طلوع الشمس من مغربها والدخان والدابة وخروج ياجوج وماجوج ونزول عيسى بن مريم والدجال وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب و خسف بجزيرة العرب ونار تخرج من قعرعدن تسوق اوتحشرالناس تبيت معهم حيث باتوا وتقبل معهم حيث قالوا. وهكذا رواه مسلم واهل السنن من حديث القزازبه. ورواه مسلم ايضا من رواية عبد العزيزبن رفيع عن ابی الطفيل عن ابی شريحة عن حذيفة بن اسيد الغفاری موقوفا.والله اعلم. فهذه احاديث[1] متواترة عن رسول الله ﷺ من رواية ابی هريرة وابن مسعود وعثمان بن ابی العاص وابی امامة والنواس بن سمعان وعبدالله بن عمروبن العاص ومجمع بن جارية وابی شريحة وحذيفة بن اسيد رضی الله عنہ وفيها بيان صفة نزوله ومكانه انه بالشام بل بدمشق عند المنارة الشرقية وان ذلک يكون عند اقامة صلاة الصبح وقد بنيت

[1] ترجمہ یہ احادیث متواترہ ہیں رسول اللہ ﷺ سے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کی جگہ ملک شام ہے بلکہ دمشق شہر میں شرقی منارہ سے بوقت قائم ہونے نماز صبح کے اور اب جو منارہ ہے یہ اس وقت کا نہیں ہے بلکہ اس وقت کے موجودہ منارہ کو نصاریٰ نے جلا دیا تھا بسبب آگ لگا دینے کے کہ اس منارہ سے عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور کفار، نصاریٰ اور یہود وغیرہم سے جزیہ نہ قبول کریں گے سوائے اسلام کے۔ پس اس منارے کے عوض میں جامع اموی میں ۷۴۱ھ میں سفید پتھر چھیل کر ایک اور منارہ قائم کیا گیا...... الخ ۱۲ منہ

فی هذه الاعصار فی سنة احدی واربعین وسبع مائة منارة للجامع الاموی بیضاء من حجارة منحوتة عوضا عن المنارة التی هدمت بسبب الحریق المنسوب الی صنیع النصاری وکان اکثرعما راتها من اموالهم وقویت الظنون انها هی التی ینزل علیها المسیح ابن مریم علیهما السلام فیقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیة فلایقبل الا الاسلام کما تقدم فی الصحیحین وغیرهما وهذا من اخبار النبی ﷺ بذلک وتشریع وتسویغ له علی ذلک فی هذا الزمان حیث تنزاح عللهم وترتفع شبهتهم من انفسهم ولهذا کلهم یدخلون فی دین الاسلام ومتابعین لعیسیٰ علیہ السلام وعلی یدیه ولهذا قال تعالیٰ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ وهذه الایة کقوله تعالیٰ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ وقری لعلم بالتحریک ای امارة ودلیل علی اقتراب الساعة وذلک لانه ینزل بعد خروج المسیح الدجال فیقتله الله علی یدیه کما ثبت فی الصحیح ان الله لم یخلق داء الا انزل له شفاء ویبعث الله فی ایامه یاجوج وماجوج فیهلکهم الله تعالیٰ ببرکة دعائه وقد قال تعالیٰ ﴿حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ...... الآیة﴾

حاصل اس عبارت عربی کا بطریق اختصار اور نیز پہلے مضمون احادیث کا جو اردو میں بیان ہوا یہ ہے کہ قتل کرنا اور سولی دینا عیسیٰ علیہ السلام کا ہرگز نہیں ہوا جیسا کہ زعم یہود اور اکثر نصاریٰ کا تھا بلکہ اس حواری نوجوان کا جس پر شباہت مسیح علیہ السلام کی ڈالی گئی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور دونوں ضمیریں ''بہ'' اور 'موتہ' کی عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہیں ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ میں۔ کیونکہ ماقبل میں ذکر عیسیٰ علیہ السلام ہی کا ہے اور آثار صحابہ وتابعین مثل ابن عباس وابی ہریرہ وعبداللہ بن مسعود ومجاہد وقتادہ وغیرہم کے

اسی پر دال باکمال ہیں اور ضمیر 'بہ' کی محمد ﷺ یا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرنی اور 'موتہ' کی اہل کتاب کی طرف۔ اگرچہ یہ احتمال واقع میں درست ہے کیونکہ اس وقت یعنی نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جو کافر موجود ہوگا اہل کتاب وغیرہ قبل اپنی موت کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اور ان پر ایمان لانا بعینہ ایمان لانا ہے محمد ﷺ پر۔ لیکن آیت مذکورہ سے اس مقام میں یہ مراد نہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے آسمان سے قبل قیامت کے حاکم، عادل۔ توڑیں گے صلیب کو یعنی دین اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل کریں گے، قتل کریں گے خنازیر کو یعنی حکم قتل کا دیں گے تاکہ کوئی اہل کتاب بوجہ ایمان کے بعد میلان اور عادت قدیمہ کے ان خنازیر کی طرف دل میں رغبت تک بھی نہ کرسکے لقمع مادة الفتنة. صبح کی نماز کی اقامت ہوتی ہوگی کہ دمشق کے منارہ شرقی سے اتریں گے اور نصاریٰ نے اس منارہ کو گرادیا تھا۔ پھر ۱۴۱ھ[۱] میں دوسرا سفید منارہ اس جگہ بنایا گیا ہے۔ اہل کتاب سے سوائے دین اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے۔ مال اس قدر رہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ لذت عبادت کی ایسی ہوگی کہ ایک سجدہ کل دنیا سے زیادہ لذیذ ہوگا۔ حسد، بغض، عداوت اور بواقی صفات ذمیمہ نہ رہیں گے۔ شیر، اونٹ، چیتا، گائے، بھیڑیا، بکری، سانپ، لڑکے ایک دوسرے کے ساتھ چریں گے اور کھیلیں گے اور ایک دوسرے کو ضرر نہ دیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام حج وعمرہ ادا کریں گے۔ حضرت مسیح سے قبل دجال کے زمانے میں سخت قحط سالی ہوگی۔ اس زمانے میں طعام کی جگہ تہلیل، تکبیر، تسبیح سے حیات بسر کریں گے۔ جب آسمان سے نازل ہوں گے تو امام مہدی علیہ السلام کو نماز میں آگے کھڑا کریں گے اور خود بھی بعد کو امام ہوں گے۔ قتل کریں گے دجال کو جو ایک شخص معین ہے اور ہلاک ہوگی قوم یاجوج ماجوج ان کی برکت سے۔

[۱] اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ *

''حیوۃ الحیوان'' میں بھی ابوداؤد سے اس مضمون کی حدیث کو نقل کیا ہے اور اس میں تصریح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطرف زمین کے نازل ہوں گے۔ پس اس سے لزوماً معلوم ہوگیا کہ آسمان سے بطرف زمین کے نازل ہوں گے ورنہ الی الارض کا لفظ بے معنی ہوجاتا ہے۔ ونصه هذا وفی سنن ابی داؤد من حديث عبدالرحمن بن آدم وليس له عنده سواه عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال ينزل عيسى بن مريم علیہ السلام الی الارض و كان رأسه يقطر ولم يصبه بلل (الی ان قال) ثم يبقی فی الارضِ اربعين سنة ثم يموت ويصلی عليه المسلمون ويدفنونه (ج ۱، ص ۲) واخرج البخاری فی تاريخه والطبرانی عن عبدالله بن سلام قال يدفن عيسى بن مريم علیہ السلام مع رسول الله ﷺ وصاحبيه فيكون قبره رابعا۔ اخراج کیا امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے۔ فرمایا عبداللہ بن سلام نے ''دفن کیے جائیں گے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ساتھ محمد ﷺ اور صاحبین کے پس ہوگی قبر ان کی چوتھی''۔ اور ایسا ہی روایت کیا ہے ترمذی نے بھی عن عائشه رضی الله تعالیٰ عنها قالت قلت يارسول الله ﷺ انی اری انی اعيش بعدک فتاذن لی ان ادفن الی جنبک قال وانی لی بذالک الموضع مافيه الا موضع قبری وقبر ابی بكر وعمر وعيسى بن مريم۔ فرمایا حضرت عائشہ نے کہ ''میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ کیسے دے سکتا ہوں میں یہ جگہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں ہے۔''

اور روایت کیا ابن جوزی نے اپنی کتاب ''وفاء'' کے اندر، عبداللہ بن عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما سے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول کریم ﷺ نے ''اتریں گے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے پس نکاح کریں گے اور صاحب ولد ہوں گے۔ جب فوت ہوں گے مدفون ہوں گے ساتھ میرے پاس، کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر سے (یعنی ایک مقبرے سے) درمیان ابوبکر اور عمر کے''۔

سوال: کیا حکمت ہے عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے میں زمین پر؟

جواب: ۱...... یہود کا رد کرنا منظور ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور سُولی دیا ہے۔ پس جب خود آکر یہود کو قتل کریں گے تو ان کی تکذیب ہوگی۔

۲...... ان کی موت کا زمانہ قریب ہوگا تا کہ زمین پر فوت ہوکر زمین میں دفن ہوں کیونکہ مٹی کی پیدائش کو مٹی میں دفن ہونا چاہیے۔

۳...... جب رسول اللہ ﷺ کی صفت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تو دعا کی تھی کہ پروردگار ان کو حضرت ﷺ کی امت سے کرے۔ پس دعا ان کی اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور ان کو باقی رکھا یہاں تک کہ آخر زمانے میں نازل ہوں گے اور اسلام کو تازہ کریں گے جو کہ سُست ہو چکا ہوگا اور وہ وقت خروج دجال کا بھی ہوگا پس اس کو قتل کریں گے۔

۴...... عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے ان چند باتوں سے۔ کیونکہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ انا اولی الناس بابن مريم ليس بينی وبينه نبی وهوا قرب اليه من غيره۔ (عینی بخاری، ج ۷) اور روایت کیا امام ترمذی نے بعض اس حدیث کا وقد بقی فی البيت موضع قبر یعنی قبر مبارک کے پاس جگہ خالی ہے واسطے عیسیٰ علیہ السلام کے۔ محقق ابن جزری فرماتے ہیں کہ پاس عمر کے دفن ہوں گے کیونکہ خبر دی ہم کو بہتیروں نے حجرہ شریف کے اندر جانے والوں میں سے کہ خالی جگہ عمر کے جنب میں ہے۔ روایات در بارۂ

مرفوع ہونے جسم مسیح کے۔ اور احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام سوا ان کے جو بیان کر چکا ہوں
اور بھی بکثرت موجود ہیں جس کا جی چاہے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر درمنثور اور تفسیر ابن جریر کو
ملاحظہ فرمائے۔ اگر ان سے بھی اطمینان نہ ہو تو کنز العمال و مسند امام احمد وغیرہ کتب
احادیث کا مطالعہ کرے۔ مگر مومن منصف کے لیے تو اس قدر بس ہیں ان روایات متکاثرہ
اور احادیث متواترہ سے نزول مسیح کا جو مستلزم ہے رفع کو سب میں اتفاقی ہے۔

زیادہ بیان ہونا افعال اور صفات کا بعض حدیثوں میں اور بعضوں میں کم۔ وجہ
اس کی یہ ہے کہ جس قدر اوصاف بذریعۂ وحی نبی ﷺ کو معلوم ہوئے ان کو بیان فرمایا سامع
نے ان کو یاد رکھا پھر جب اور معلوم ہوئے ان کو پھر بیان فرمایا علی هذا القیاس ﴿وَمَا
يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ یہی وجہ ہے کہ بعض روایات بعض سے
صفات اور افعال کے بیان میں کم و بیش ہوا کرتی ہیں۔ اب میں ایک حدیث شیخ اکبر کی بیان
کرتا ہوں جن کی جلالت شان اور تبحر فی الکشف اور غوثیت اور صدق کو خود مرزا بھی مانتا ہے
اور ان سے بعض مواضع میں نقل بھی کیا ہے۔ مرزا انہیں کی عبارت پر ایمان لائے اس
حدیث میں بھی تاویل بہ مثیل عیسیٰ ممکن نہیں۔ جیسا کہ گزشتہ احادیث و روایات میں خود
حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد تھے، نہ مثیل ان کا۔

قال الشيخ الاكبر قدس سره الاطهر فى الباب السادس والثلثين
من الفتوحات بعد سوق الاسناد مرفوعا عن ابن عمر قال كتب عمر بن
الخطاب الى سعد بن ابى وقاص وهو بالقادسية ان وجه نضلة من معاوية
الانصارى الى حلوان العراق فليغر على نواحيها فوجهه مع جماعة
فاصابوا غنيمة وسبيا وانقلبوا يسوقون الغنيمة والسبى حتى زهقت بهم
العصر وكادت الشمس تغرب فاجأ نضلة السبى والغنيمة الى صفح

الجبل ثم قام فاذن فقال الله اكبر الله اكبر فقال مجيب من الجبل كبرت
كبيرا يانضلة ثم قال اشهد ان لااله الاالله فقال هى كلمة الاخلاص يا نضلة
ثم قال اشهد ان محمدا رسول الله فقال هذا هو الذى بشر نابه عيسىٰ بن
مريم وانه على راس امته تقوم الساعة ثم قال حى على الصلاة فقال طوبى
لمن مشى اليها وواظب عليها ثم قال حى على الفلاح قال قد افلح من
اجاب محمدا ﷺ وهو البقاء لامته ثم قال الله اكبر الله اكبر قال كبرت
كبيرا ثم قال لااله الاالله قال اخلصت الاخلاص يا نضلة حرم الله جسدك
على النار قال فلما فرغ من اذانه قمنا فقلنا من انت يرحمك الله ملك
انت ام ساكن من الجن ام من عبادالله اسمعتنا صوتك فارنا شخصك
فانا وفدالله ووفد رسول الله ﷺ ووفد عمر بن الخطاب قال فانفلق الجبل
عن شخص هامته كالرحى ابيض الراس واللحية عليه طمران من صوف
فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته فقلنا وعليك السلام ورحمة الله
وبركاته من انت يرحمك الله فقال انا زريب بن برتملا وصى العبد
الصالح عيسىٰ بن مريم اسكنتنى بهذا الجبل ودعا لى بطول البقاء الى
نزوله من السماء فيقتل الخنزير ويكسر الصليب و يتبرأ مما تحلته
النصارى ثم قال ما فعل ينبى الله ﷺ قلنا قبض فبكى بكاءً طويلا حتى
خضبت لحيته بالدموع ثم قال فمن قام فيكم بعده قلنا ابوبكر قال مافعل
به قلنا قبض قال فمن قام فيكم بعده قال عمر قال اذن فاتنى لقاء محمد
ﷺ فاقرء واعمر منى السلام وقولوا له يا عمر سدد وقارب فقد هذا
الامر واخبروه بهذه الخصال التى اخبركم بها وقولوا ياعمر اذا ظهرت

هذه الخصال فی امة محمد ﷺ فالهرب الهرب اذا استغنی الرجال بالرجال والنساء بالنساء وانتسبوا فی غیر مناسبهم وانتموا الی غیر موالیهم ولم یرحم کبیرهم صغیرهم ولم یوقر صغیرهم کبیرهم وترک الامربالمعروف فلم یومربه وترک النهی عن المنکر فلم ینه عنه وتعلم عالمهم العلم لیجلب به الدنانیروالدراهم وکان المطر قیظا وطولوا المنابروفضضوا المصاحف وزخرفوا المساجد واظهروا الرشی وشیدوا البناء واتبعوا الهوی وباعوا الدین بالدنیا واستسفحوا الدماء وانقطعت الارحام وبیع الحکم واکل الربا وصارالتسلط فخرا ولغنی عزاوخرج الرجل من بیته وقام الیه من هو خیرمنه ورکبت النساء السروج قال ثم غاب عنا فکتب بذلک نضلة الی سعد وکتب سعد الی عمر فکتب عمر الیه اذهب انت ومن معک من المهاجرین والانصار حتی تنزل بهذا الجبل فاذا لقیتة فاقرأه منی السلام فان رسول الله ﷺقال ان بعض اوصیاء عیسٰی بن مریم نزل بهذاالجبل بناحیة العراق فنزل سعد فی اربعة الاف من المهاجرین والانصار حتی نزل بالجبل وبقی اربعین یوما ینادی بالاذان فی وقت کل صلاة فلم یجده۔ ترجمہ: فرمایا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ ’’میرے والد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب روانہ کرو تا کہ اس کے گردونواح میں لوٹ مار کریں۔ پس روانہ کیا سعد نے نضلہ انصاری کو جماعت مجاہدین کے ساتھ پس ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بہت سامال غنیمت کا حاصل کیا اور آدمیوں کو قید کیا اور ان سب کو لے کر واپس ہوئے تو آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا پس نضلہ انصاری نے گھبرا کر ان سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے

ہو کر اذان دینی شروع کی۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ تو پہاڑ کے اندر سے ایک مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ تو نے عظمت والے کی بڑائی کی، پھر نضلہ نے اشهد ان لا اله الا اللہ۔ کہا تو اسی مجیب نے جواب میں کہا! کہ اے نضلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے۔ اور جس وقت نضلہ نے اشهد ان محمدا رسول الله۔ کہا، تو اسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام پاک اس ذات کا ہے۔ جس کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے ہم کو دی تھی۔ اور یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ اس نبی کی امت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔ پھر نضلہ نے حی علی الصلوة. کہا تو اس نے جواب دیا کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جس وقت نضلہ نے حی علی الفلاح کہا۔ تو مجیب نے جواب دیا۔ کہ جس شخص نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس شخص نے نجات پائی۔ پھر جب نضلہ نے ا للہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ تو وہی پہلا جواب مجیب نے دیا۔ جب نضلہ نے لا اله الا اللہ پر اذان ختم کی۔ تو مجیب نے فرمایا تم نے اخلاص کو پورا کیا۔ تمہارے بدن کو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔ جب اذان سے نضلہ فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر دریافت کرنا شروع کیا کہ اے صاحب! آپ کون ہیں؟ فرشتہ یا جن یا انسان جیسے آواز اپنی ہم کو آپ نے سنائی ہے۔ اسی طرح اپنے آپ کو دکھایئے اس واسطے کہ ہم خدا پاک اور رسول اللہ اور عمر بن الخطاب کی جماعت ہیں۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص باہر نکلا جس کا سر مبارک بہت بڑا چکی کے برابر تھا۔ اور سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور ان پر دو پرانے کپڑے صوف کے تھے اور السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته کہا صحابہ نے وعلیک السلام ورحمة الله کہہ کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ میں زریب بن برتملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے ’’نزول من السماء‘‘ تک میری درازی عمر کے لیے دعا فرمائی۔ جب وہ اتریں گے تو خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور بیزار ہوں گے

نصاریٰ کے اختراع سے۔ پھر دریافت کیا کہ وہ نبی صادق محمد ﷺ بالفعل کس حال میں ہیں؟ ہم نے عرض کی کہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔ اس وقت بہت روئے یہاں تک کہ آنسوؤں سے تمام داڑھی بھیگ گئی۔ پھر پوچھا کہ ان کے بعد تم میں کون خلیفہ ہوا؟ ہم نے جواب دیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ پھر فرمایا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ اور کس حال میں ہیں؟ ہم نے کہا کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ فرمایا کہ ان کے بعد تم میں کون خلیفہ ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ۔ پھر فرمایا کہ محمد ﷺ کی زیارت تو مجھے نصیب نہ ہوئی پس تم لوگ میرا اسلام عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچائیو اور کہو کہ اے عمر انصاف کیجئے اور عدل کیجئے، کہ قیامت قریب آ گئی ہے اور یہ واقعات جو میں تم سے بیان کروں گا، ان سے عمر کو خبردار کیجئے۔ اور کہو کہ اے عمر جس وقت یہ خصلتیں محمد ﷺ کی امت میں ظاہر ہو جائیں، تو کنارہ کشی کے سوا مفر نہیں۔ جس وقت مرد شہوت رانی میں مردوں پر قانع ہوں اور عورتیں عورتوں پر اور لوگ اپنا نسب بدل کر اور نسب بنائیں۔ مثلاً کوئی سید بن جائے اور سید نہ ہو، قرشی بن جائے اور قرشی نہ ہو، اور آزاد شدہ غلام اپنے آزاد کنندہ کے سوا اور قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور چھوٹے بڑوں کی توقیر وعزت نہ کریں اور امر بالمعروف متروک ہو جائے کہ کوئی بھلائی کا حکم نہ کرے اور نہی عن المنکر چھوڑ دیں کہ کوئی برائی سے نہ روکے اور عالم بغرض حصول دنیا کے علم سیکھے، اور مینھ کا موسم گرم وخشک ہو یعنی بارش کا قحط ہو، اور بڑے بڑے منبر بنائیں اور قرآن مجید کو نقری وطلائی کریں اور مسجدوں کی از حد زینت کریں۔ یعنی قرآن عظیم ومساجد کی عظمت دلوں سے گھٹ جائے یہاں تک کہ ظاہر زینت سے ان کی نگاہوں میں وقعت پیدا کرنے کی حاجت ہو۔ اور رشوت علانیہ لیں اور پختہ پختہ مکانات بنائیں اور خواہشات کا اتباع کریں اور دین کو دنیا کے بدلے بیچیں اور خونریزیاں کریں اور صلہ رحم منقطع ہو جائے اور حکم دام لے کر ہو اور بیاج کھایا جائے اور حکومت فخر ہو جائے اور

مالداری عزت بن جائے اور ادنی شخص کی تعظیم اعلیٰ کرے اور عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوں۔ پھر ہم سے غائب ہو گئے۔ پس اس قصہ کو نضلہ نے سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمر کی طرف، پھر حضرت عمر نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اُس پہاڑ کے پاس اترو، جس وقت ان سے ملو تو میرا اسلام ان کو پہنچاؤ۔ اس واسطے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصی عراق کی طرف اس پہاڑ میں اُترے ہوئے ہیں۔ پس چار ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اس پہاڑ کے قریب جا اُترے اور چالیس (۴۰) روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے ہیں، مگر ملاقات نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسناد حدیث میں محدثین کے نزدیک کچھ کلام ہو۔ مگر ہم اصحاب کشف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

پھر شیخ نے ۳۶۰ باب میں حدیث ''نواس بن سمعان'' کی ذکر فرمائی ہے جس میں ینزل عیسیٰ بن مریم بالمنارة البیضاء شرقی دمشق...... الخ ہے اور جا بجا شیخ قدس سرہ فتوحات مکیہ میں نزول عیسیٰ بن مریم کا ذکر فرماتے ہیں اور پھر اسی فتوحات میں فرماتے ہیں۔ کہ میں ان مضامین کی تحریر میں بالکل خالی او رمعرا ہوں پروردگار عالم ان مضامین کا عطا فرمانے والا ہے اور نیز فرمایا ھذا ماحد لی رسول اللہ ﷺ یعنی یہ وہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو عطا فرمائی۔

سوال مرزا: افقہ الناس ابن عباس نے ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کے معنی ''ممیتک'' کے لیے ہیں بناء علیہ ﴿يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں۔ اسی طرح ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ میں بھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کو افقہ الناس کہنا مرزا کا اختراع ہے۔ افقہ الناس خلفائے اربعہ ہیں پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ کمافی مرقاۃ علی القاری۔ ۱۲ منہ

اس سے جب وفات مسیح بن مریم ثابت ہوچکی تو بالضرور ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ میں ''رفع'' سے رفع روحانی مراد لینا پڑے گا اور احادیث نزول مسیح واجب التاویل ہوں گی کیونکہ مرنے کے بعد ارواح مقربین بشہادت ﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ اور ﴿فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾ اور بشہادت احادیث صحیحہ کے جنت میں داخل ہوتی ہیں بعد ازاں بموجب آیت ﴿وَمَاهُمْ مِنْهَا بِخَارِجِيْنَ﴾ جنت سے نکالی نہیں جاتی۔ بناءعلیہ مسیح بن مریم بعد مرجانے کے دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آسکتے۔

جواب: افقہ الناس ابن عباس کا فیصلہ ہم کو بسر وچشم منظور ہے مگر پہلے مرزا اور مرزائی علی روس الاشہاد اقرار کرلیں کہ ہم بھی افقہ الناس کے قول سے منحرف نہ ہوں گے۔ انسان معاملہ سے پہچانا جاتا ہے۔ ناظرین باانصاف مرزا کی کتاب ''ازالہ اوہام'' اور ''ایام الصلح'' سے معلوم کرسکتے ہیں۔ کیا مرزا نے قصہ عود ایلیا سے جو کتاب سلاطین میں مذکور ہے اپنے دعوی پر تمسک نہیں پکڑا؟ اور اسی کتاب میں صعود ایلیا بجسدہ العنصری جو مذکور ہے۔ پھر اس سے منحرف نہیں ہوا؟ یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لے کر بعد ازاں رفع جسمی سے جو کتاب ''اعمال'' میں صراحۃً مذکور ہے منحرف نہیں ہوا؟ یا ﴿تَوَفّٰی﴾ کے معنی موت لینے میں ابن عباس کو اعلم بالقرآن سمجھ کر مقتدا بنا کر اور ان کے اتباع کا دم بھر کر بعد ازاں آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ اور ایسا ہی ﴿وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ اور ایسا ہی ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ﴾ اور ایسا ہی ﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کے معنی میں جو ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ میں مذکور ہے اور ایسا ہی ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ ان سب میں قول افقہ الناس ابن عباس کو سلام نہیں کیا؟ اور احادیث نزول اور ظہور دجال کو پہلے بعض کو ضعیف اور بعض کو مضطرب اور بعض کو مخالف توحید ٹھہرا کر بعد ازاں کیا انہیں کا مصداق خود ہی نہیں بن گیا؟

بعد اس کے مرزا کو اگر عقل سے مس ہوتا، کوچہ علم کی کبھی ہوا لگی ہوتی تو کبھی ایسے پا در ہوا استدلال نہ لاتا۔ تمام علماء اہل زبان کا اتفاق ہے کہ ''واؤ عاطفہ'' مقتضی قریب نہیں۔ جاءنی زید وعمرو سے صرف اتنا مفہوم ہوگا کہ آنا زید وعمر دونوں کے لیے ثابت ہے۔ تو اس پر ہرگز دلالت نہ ہوگی کہ دونوں ایک ساتھ نہ آئے، آگے پیچھے آئے، ان میں ایک کا [illegible] آگے آنا تو دوسری بات ہے اور آیۃ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ﴾ تو روز قیامت کا بیان ہے اس سے پہلے تو موت واقع ہونا ضرور ہے اس کا کسے انکار ہے؟ کلام تو اس میں ہے کہ ''رفع'' سے پہلے موت واقع ہوئی آیت میں اس کا کیا ذکر ہے؟ تو مرزائی استناد زرے دون وخرط القتاد۔ پھر بھی زیادت ایلام کے لیے معروض:

اولاً ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے خود مروی کہ عیسیٰ علیہ السلام قریب قیامت نزول فرمائیں گے۔ قوم شعیب علیہ السلام بنی جذام میں نکاح کریں گے۔ ان کے اولاد ہوگی۔

روی ابو نعیم فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس ان اذ ذاک یتزوج فی الارض فیقیم بھا تسع عشرۃ سنة الی ان قال وعن ابن عباس یتزوج الی قوم شعیب وختن موسیٰ علیہ السلام وھم جذام فیولد له فیھم ویقیم تسع عشرۃ سنة لایکون امیرا ولاشرطیا ولاملکا وعن یزید بن ابی حبیب یتزوج امرأۃ من الازد لیعلم الناس انه لیس باله وقیل یتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ویدفن مع النبی ﷺ فی قبرہ ولیس فی ایامه امام ولا قاض ولامفت وقد قبض الله العلم وخلا الناس عنه فینزل وقد علم بامر الله فی السماء مایحتاج الیه من علم ھذہ الشریعة للحکم بین الناس والعمل فیه فی نفسه فیجتمع المومنون ویحکمونه علی انفسھم اذ لا

یصلح لذلک غیرہ. (عینی بخاری، جلد۷)

اب یا تو ''اماتت'' بمعنی ''انامت'' لیں یا تسلیم کریں کہ بعد موت نزول وتزوج وولادت سب کچھ ہوگا یہ مرزا کی ساری عمارت ڈھادے گا بالجملہ تمام احادیث نزول مرویہ ابن عباس اور ان کے آثار صحیحہ ومعتبرہ متعلق کریمہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ وکریمہ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ وکریمہ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ ضلالات مرزا کے مبطل ہیں ان سے آنکھ بند کر کے ایک محتمل لفظ پر سرمنڈانا کیا ایمان داری ہے؟

ثانیاً اگر ابن عباس کا مذہب بھی مانا جائے تاہم عقیدۂ اجماعیہ اسلامیہ کو مضر نہیں کیونکہ ابن عباس بلحاظ نص ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ جس میں موت طبعی کے معنی لینا ممکن نہیں جیسا کہ آتا ہے ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ میں بعد ارادۂ معنی ''ممیتک'' کے قائل بہ تقدیم وتاخیر ہیں اخرج اسحٰق بن بشر وابن عساکر من طریق جویبر عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ ﴿اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ﴾ یعنی رافعک ثم متوفیک فی اخر الزمان۔ (درمنثور)

اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں بھی ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم وتاخیر کا آیت مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔ شواہد تقدیم وتاخیر کے آیات قرآنیہ میں یہ ہیں قول باری تعالیٰ ﴿فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ میں بھی ابن عباس سے تقدیم وتاخیر مروی ہے یعنی انہوں نے یوں تفسیر کی فقالوا جهرة ارنا الله. اور حضرت مجاہد سے مروی ہے بیچ قول باری تعالیٰ کے ﴿اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَيِّمًا﴾ یعنی انزل علیٰ عبدہ الکتاب قیما ولم یجعل لہ عوجا اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کی ہے بیچ قول باری تعالیٰ کے ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ

وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ مادہ تقدیم وتاخیر کے اس طور پر یعنی مقصود یہ ہے فلا تعجبک اموالهم ولا اولادهم فی الحیوة الدنیا انما یرید الله لیعذبهم بها فی الاخرة۔ اور قتادہ سے روایت ہے بیچ قول باری تعالیٰ کے ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ اس طور پر انی رافعک الی ومتوفیک اور عکرمہ سے باری تعالیٰ کے قول ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ میں لهم عذاب یوم الحساب بما نسوا مروی ہے۔

اور اگر اس سے زیادہ روایات صحابہ کرام وتابعین عظام کی دربارۂ تقدیم وتاخیر دیکھنا منظور ہو تو بالتفصیل ''تفسیر اتقان'' سے ملاحظہ فرمائیں اور جیسے کہ قول باری تعالیٰ ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ کا مقصود یہ ہے۔ فکان کقابی قوس او ادنی. ([illegible])۔ اور قول باری تعالیٰ کا ﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ﴿خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ﴿كَذٰلِكَ يُوْحِىْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ میں معطوف باعتبار تحقق خارجی کے معطوف علیہ سے مقدم ہے یونہی ہزاروں مثالیں موجود ہیں جن میں معطوف معطوف علیہ سے تحقق میں مقدم ہے۔ الغرض مرزا کو قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ کے معنی میں ''ممیتک'' ہرگز مفید نہیں۔

اب ہم قول ابن عباس کا متعلق ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ﴾ کے جو دال ہو ارادۂ معنی غیر الموت پر بیان کرتے ہیں۔ اخرج ابوالشیخ عن ابن عباس ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ﴾ یقول عبیدک قد استوجبوا العذاب بمقالتهم ﴿وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ﴾ ای من ترکت منهم ومد فی عمره (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) حتی اهبط من السماء الی الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقالتهم ووحدوک واقروا انا

عبید ﴿وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ﴾ حیث رجعوا عن مقالتهم ﴿فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ (جلال الدین سیوطی درمنثور)

اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ کے معنی ''رفعتنی'' مذکور ہے۔ اگر آپ کو ابن عباس کا مسلک اور طریقہ لینا ضروری ہے تو قبول کریں۔ یہ نہ ہو کہ جیسا کسی تارک الصلوٰۃ نے آیۃ ﴿لاتقربوا الصلوٰۃ﴾ سے سند پکڑی۔ دوسرے نے کہا میاں ابھی مضمون پورا نہیں ہوا ﴿وَاَنْتُمْ سُکَارٰی﴾ کو بھی ساتھ ملاحظہ کرو جس کا مضمون یہ ٹھہرا کہ حالت نشہ میں نماز مت پڑھو۔ تو تارک الصلوٰۃ نے کہا کہ سارے قرآن شریف پر تمہارا باپ عمل کرتا ہوگا ہم سے اگر ایک آیت پر بھی عمل ہو سکے تو بڑی بات ہے۔

پس قول ابن عباس اگر قابل احتجاج ہے تو اس کو اول سے آخر تک ملاحظہ کرو پھر دیکھو کہ رفع جسمی کس طرح بشہادت تفسیر ابن عباس کھلے کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اب ناظرین بانصاف سمجھ چکے ہوں گے کہ تفسیر ابن عباس کا متبع کون ہے ہم لوگ یا مرزا اور اس کے اذناب؟ ابن عباس کا اتباع تو بجائے خود چھوڑا بلکہ ان پر الٹا بہتان باندھا جیسا کہ امام بخاری کے اوپر کہ وہ بھی حدیث نزول ابن مریم میں مثیل ابن مریم مراد لیتے ہیں بلکہ کہا کہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا۔

سوال: مرزا نے ''ازالہ اوہام'' میں علمائے اہل سنت وجماعت پر بڑے زور شور سے اعتراض کیا ہے کہ بخاری کی حدیث والذی نفسی بیده ...... الخ میں مولوی صاحبان فقرہ یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر میں تو تاویل کرتے ہیں اور اصلی معنی مراد نہیں لیتے یعنی قتل کرے گا نصاریٰ کو جو اسلام قبول نہ کریں گے اور خنزیر کی حرمت کا حکم دیں گے اور خنزیروں کو بھی مار ڈالیں گے تا کہ بوجہ پہلی محبت اور رغبت کے ان کی طرف میلان پیدا نہ

ہو ''القمع مادة الفساد'' اور ابن مریم میں مثیل ان کا مراد نہیں لیتے اور تاویل کرنے والے کو کافر اور ملحد قرار دیتے ہیں۔

جواب: جب کہ علماء نصوص قرآنیہ اور تفسیر ابن عباس وغیرہ احادیث وآثار کے اقتضاء کے موجب رفع جسمی اور نزول مسیح صاحب انجیل پر ایمان لا چکے ہیں اور پیشین گوئیاں حلفی اور تاکیدی طور پر اسی مسیح کے بارہ میں آنحضرت ﷺ سے بطریق تواتر معنوی سن چکے جس میں امکان تاویل بہ مثیل گنجائش نہیں رکھتا تو اب مرزا کے خانہ زاد اصولوں پر کیسے ایمان لائیں؟ تفسیر خازن اور درمنثور اور ابن کثیر اور مسند امام احمد میں ہے کہ ''شب معراج میں جب کہ حضرت محمد ﷺ کی ملاقات ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تو قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں کہا کہ مقرر وقت تو میں کہہ نہیں سکتا مگر میرے ساتھ میرے رب نے عہد کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تو زمین پر اتر کر قوم یاجوج ماجوج اور دجال کو ہلاک نہ کرے گا''۔ اور اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے دوسری اسناد سے۔ یہ وعدہ کا بیان اور حضرت محمد ﷺ سے بات چیت شب معراج میں شاید کہ مرزا ہی نے کیا ہوگا۔ پس مولوی صاحبوں کو کیا غرض ہے کہ ابن مریم سے مثیل اس کا مراد لے کر اپنا دین برباد کریں؟ اور مرزا کا اتنا تو فائدہ ہوا کہ دنیا میں چند سادہ لوحوں کے آگے شان عیسویت اور مہدویت تو دکھائی گو ایمان گیا تو گیا۔ فقرہ یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر میں اس واسطے تاویل کی گئی کہ معنی حقیقی متعذر ہے اور تعذر حقیقت دلیل ہے ارادۂ مجاز کی۔ شاید کہ مرزا کے نزدیک کلام کے ایک فقرہ میں مجاز کا واقع ہونا دلیل ہے کلام کے سب فقرات مجاز لینے کی۔ واہ واہ۔ ایسے خانہ زاد اصولوں کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں۔

سوال: آیت ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ میں تقدیم تاخیر کہنا اور

ترتیب قرآنی کو بگاڑنا۔ اور ایسا ہی ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ سے معنی رفع کے مراد لینا یہ الحاد اور تحریف ہے۔ قرآن شریف میں اول سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہیں معنی موت کا التزام ہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۱ اور صفحہ ۹۲۲ کا خلاصہ یہ ہے۔ اور ''ازالۂ اوہام'' صفحہ ۳۰۳ میں کہتا ہے کہ غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں۔ بھلا اگر ہے تو کم از کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارے میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہوں ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بد دیانتی ہے۔

جواب: جس ابن عباس کو افقہ الناس جانا تھا اس کو اب مع دیگر مفسرین اہل اسلام کے محرف اور ملحد کہہ دیا یہ مرزا کا ایمان اور یہ وعدہ اور اسلام ہے۔ آیات قرآنیہ میں جس جس جگہ میں تقدیم وتاخیر مذکور ہے وہ سب واجب التسلیم ہے بوجہ سیاق معنی کے اور لفظ ﴿توفّی﴾ سے معنی ''رفع'' اور ''قبض کالینا'' بشہادت قرآن کریم جب ثابت ہے تو پھر بے اصل اور لغو بات کس طرح ہوئی؟ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت تو خبر دے رہے ہیں مگر جس کے نصیب میں ازلی ہدایت نہ ہو ان کو وعظ اور ہدایت کچھ کارگر نہیں ہوتی۔

مرزا اور مرزائی پہلے کسی مسئلہ اجماعیہ میں روایات صحابہ باسانید وقید اسامی تین چار سو تک بیان کریں بعد ازاں ہم تین چار ہزار تک بیان کر دیں گے۔ ارے مکار غدار تم نے ایسے مغالطے اور دھوکے دینے سے اردو خوانوں کو اور عوام کو گمراہ کرنا سمجھا ہے صحابہ کرام کے نام فارسی رسالہ ''ھدیۃ الرسول'' میں تم خود دل بھر کے دیکھ چکے ہو اور اس میں بھی دیکھ لو گے۔ پھر جب تک تم آٹھ، دس کا انکار ثابت نہ کرو گے تو اجماع منقوض نہ ہوگا اور بہت

صحابہ کرام سے جو رفع جسمی کی تصریح نہ ہوئی اس کی وجہ بہت ظاہر اور باہر ہے وہ یہ کہ صحابۂ کرام کو قرآن کریم کے واقعات منصوصہ پر ایمان تھا پختہ طریق پر اور وہ حضرات اہل لسان تھے۔ اس مضمون کو آیت مذکورہ سے بلا تکلف اور بلا احتمال غیر رفع جسمی کے سمجھ چکے تھے تو پھر کیا ضرورت تھی جو اختلافیات کی طرح ذکر رفع جسمی کا مابین صحابہ کے ہوتا؟ بلکہ ذکر نہ کرنا بھی بڑی دلیل ہے اس کے مجمع علیہ ہونے پر۔ مرزا اور مرزائی ہی کسی قصہ میں جو قصص قرآنیہ سے صریح طور پر سمجھا گیا ہو مثلاً قصہ اصحاب کہف میں اقوال صحابہ کے دس تک بھی ذکر کریں، پانچ سو کی بات تو بڑی ہے۔ اسی لیے آج تک ذکر نزول مسیح نص محکم قرآنی سے علمائے کرام تلاش کرتے آئے بخلاف صعود جسمی کے کہ وہ تو صراحۃً مذکور تھا اور امر بہت ظاہر ہے۔ جس کسی کو ادنیٰ مہارت علمیہ ہو وہ بھی واقف ہو سکتا ہے مگر ہدایت باری تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

سوال: ہم نے مانا کہ ابن عباس آیۃ ﴿يٰعِيسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ میں تقدیم اور تاخیر کے قائل ہیں مگر وجہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی کیا ہے؟ یعنی مقدم ذکر کرنا ''متوفی'' کا جس کا وقوع بعد نزول کے اور نزول بعد ہے رفع کے پس ''متوفی'' فی الواقع رفع اور نزول دونوں کے بعد ہے۔

جواب: وجہ اس کی یہ ہے کہ یہود مردود نے جب کہ باہم مشورت کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیں اور قتل کے سامان مہیا کیے اور دن رات اسی کی فکر میں رہتے تھے یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مع چند مسلمانوں کے ایک مکان میں بند کر دیا تو عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ میری موت یہودیوں ہی کے ہاتھ سے ہوگی اور میری رسوائی اور ذلت یہودی ہی کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس وہم عیسیٰ علیہ السلام کو دور کرنے کے لیے ان سے محقق کر کے

ضمیر متکلم کو مسند الیہ اور لفظ ''متوفی'' کو مسند بنا کر فرمایا۔ ﴿یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ﴾ ''اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو وفات دینے والا ہوں'' نہ کوئی غیر اور پھر ﴿رَافِعُکَ﴾ سے تسلی بخشی بلاغت کا یہی مقتضی ہے کہ موافق حال مخاطب کے کلام چلایا جائے اور اگر ''ساتوفک'' فرماتے تو مطابق حال مخاطب کے نہ ہوتا کیونکہ فعل مضارع فقط حدوث فعل ''توفی'' سے خبر دیتا ہے بخلاف صیغہ اسم فاعل ''متوفی'' کے کہ مزید براں صفت مختصہ پر حسب محاورہ دلالت کرتا ہے۔ یعنی تمہارا وفات دینا میرا ہی کام اور صفت ہے۔ مثلاً یہ قول کہ میں ہی تجھ کو دوں گا اور یہ قول کہ میں ہی تیرا دینے والا ہوں، دونوں میں فرق ہے کیونکہ قول اوّل فقط وعدہ دینے پر مشتمل ہے اور دوسرا مزید براں افادہ اس مضمون پر مشتمل ہے کہ دینا تمہیں میرا ہی کام ہے۔

الغرض ﴿اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ﴾ سے جو اطمینان اور تسلی مستفاد ہوتی ہے وہ اور صیغوں سے نہیں ہوتی اور ایسا ہی یہود کا کہنا ﴿اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِیۡحَ عِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ﴾ یعنی ''تحقیق ہم نے ہی قتل کیا ہے مسیح کو جو کہ عیسیٰ ہے بیٹا مریم کا اور وہ جو رسول ہے اللہ تعالیٰ کا''۔ سمجھو کہ ﴿اِنَّا قَتَلۡنَا﴾ مفید حصر ہے جو ان کے زعم کے مطابق ان کے فخر اور تکبر کا باعث ہے یعنی اتنا بڑا کام کہ قتل ہے یہ ہم ہی سے ہوا ہے نہ کسی دوسرے سے ولہٰذا خالی فعل ''قتلنا'' پر بس نہ کی اور پھر ''قتلنا'' کے مفعول کو معرا اور سادہ ذکر نہ کیا بلکہ موصوف کر کے۔ اور ﴿اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِیۡحَ﴾ پر اکتفا نہ کیا یہ دلیل ہے اس بات پر کہ مناط افترا اور موجب خوشی ان کا فقط صدور فعل یعنی قتل ہی نہیں بلکہ قتل شخص خاص کا جو موصوف برسالت خداوندی ہے۔ پس باری تعالیٰ نے اس کی تردید اور تکذیب کے لیے فرمادیا ﴿وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰکِنۡ شُبِّہَ لَہُمۡ﴾ ماہر ذہین پر پوشیدہ نہ رہے گا کہ اس آیت نفی کی

مناط بھی اسی نسبت وقوع پر ہے۔ یعنی مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا نہ نسبت صدوری پر یعنی صدور نفس قتل پر۔

پس دفع ہوگیا مرزا کا کہنا ''ازالہ اوہام'' میں وماقتلوه وما صلبوه. کے متعلق جو بیان لکھا ہے کیونکہ اس نے مناط تردید کا نسبت صدوری کو سمجھا ہے نیز آیات مذکورہ کی تفسیر میں روایات ان لوگوں سے لی ہیں جن کی تکذیب اور تضلیل قرآن شریف انہیں آیات سے فرمارہا ہے۔

سوال: بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، معالم التنزیل، کشاف وغیرہ نے ''توفی'' سے معنی موت کے لیے ہیں جیسا کہ مرزا نے ''ازالہ اوہام'' صفحہ ۳۴۱ میں استشہاداً ذکر کیا ہے۔

جواب: مشتی نمونہ خروارے یہ استشہاد مرزا کا ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس کی تفسیر سے کیا تھا اور آخر کار اس سے فرار در فرار کیا اس دھوکے کا بیان بھی عرض کیا جاتا ہے کہ ان سب تفاسیر کے ملاحظہ کرنے سے یہ چالاکی مرزا کی بھی معلوم ہوجائے گی۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب صاحب مفسرین آیت ﴿بَلۡ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیۡہِ﴾ کے حکم کو زیر نظر رکھ کر ﴿اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ کے معنی میں دو مسلک اختیار کرتے ہیں۔

ایک تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یعنی تقدیم تاخیر بر تقدیر ثبوت ارادہ معنی ''ممیتک'' کے لفظ ﴿مُتَوَفِّیۡکَ﴾ سے مطلب یہ ہوا اس مسلک پر ''اے عیسیٰ میں تجھے بالفعل اٹھانے والا ہوں اور بعد نزول تجھے مارنے والا ہوں''۔

دوسرا لفظ ﴿مُتَوَفِّیۡکَ﴾ سے معنی قبض اور رفع کے لینا۔ اور اس بنا پر یہ مطلب ہوا کہ ''اے عیسیٰ میں تجھے پکڑنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں''۔ اور بعض مثل صاحب کشاف کے ﴿مُتَوَفِّیۡکَ﴾ کو کنایہ ٹھہراتے ہیں عصمت اور بچا لینے سے۔ اور اس بنا پر یہ

مطلب ہوا کہ ''اے عیسیٰ میں تجھے یہود کی ایذاء سے بچانے والا ہوں''۔ پس مرزا نے قول باری تعالیٰ ''ممیتک''، کو جو تفسیر معنی کنائی کے ضمن میں صاحب کشاف کے قول میں واقع ہے معنی ''متوفیک''، کا سمجھ لیا ہے اور یہ خیال نہ کیا کہ اس احتمال کو یعنی ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ سے معنی ''ممیتک''، لینے کو تو خود صاحب کشاف بعد اس کے تضعیف کر رہا ہے اور عبارت کشاف کی یہ ہے۔ ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ ای مستوفی اجلک ومعناه انی عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبته لک وممیتک حتف انفک لاقتلا بایدیهم ﴿وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ الی سمائی ومقرملائکتی ﴿وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ من سوء جوارهم وخبث صحبتهم وقیل ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ قابضک من الارض من توفیت مالی علی فلان اذا استوفیته وقیل ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الآن وقیل متوفی نفسک بالنوم من قوله ﴿وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا﴾ ﴿وَرَافِعُكَ﴾ وانت نائم حتی لایلحقک خوف وتستیقظ وانت فی السماء. انتہی۔

اب عرض ہے کہ رفع جسمی کا چونکہ قولہ تعالیٰ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ سے صراحۃً اور ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ...... الخ﴾ اور ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ اور احادیث صحیحہ متواترہ سے استلزاماً ثابت اور مومن بہ اہل اسلام کا سلف سے خلف تک ہو چکا اور بظاہر آیت ﴿يٰعِيْسٰۤى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ منافی اس کے معلوم ہوتی تھی کیونکہ مفاد اس آیت کا یہ نکلتا ہے کہ ''اے عیسیٰ میں تجھ کو مار کر بعد ازاں اٹھانے والا ہوں''۔ لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رفع منافات یوں فرمائی کہ آیت میں تقدیم وتاخیر کا قول کیا یعنی ''اے عیسیٰ میں تجھ کو اول اٹھانے والا ہوں آسمان کی طرف اور بعد ازاں نازل کر کے زمین پر تجھ کو

مارنے والا ہوں''، اور باقی مفسرین کسی نے تو ''توفی'' سے معنی قبض کے لیے اور کسی نے نیند کے۔ سب کا مقصود یہی تھا کہ یہ آیت مخالف نہ ہو اس نص ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کے۔ جس کا مدلول آنحضرت ﷺ سے بوضاحت، تامہ استلزاماً بیان ہو چکا ہے ''صاحب کشاف'' نے ان سب مسالک کو ضعیف سمجھ کر حتی کہ ''ممیتک''، کو بھی جیسا کہ قیل ممیتک فی وقتک ...... الخ سے تمریض اور تضعیف اس کی ظاہر ہے ایک اور راستہ لیا۔ وہ کیا ''انی متوفیک''، کنا یہ ہے عاصمک سے۔ یعنی میں ''تمہارا بچانے والا ہوں شر یہود سے''۔ کیونکہ استیفاء اجل اور عصمت لازم ہیں ''توفی'' کو بعد ملاحظہ حصر کے جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کے مسند الیہ اور مشتق کے مسند بنانے سے یعنی جب اللہ ہی انکا مارنے والا ہے بغیر مداخلت یہود اور ان کی ایذاء کے تو ضرور معنی استیفاء اجل اور عصمت کے متحقق ہوں گے۔

اس معنی کنائی کی تشریح میں ''صاحب کشاف'' نے ومعناه انی عاصمک ذکر کیا۔

اب قول اس کا وممیتک حتف انفک یہ معنی کنائی کے ضمن میں داخل ہوا نہ یہ کہ مراد متوفیک سے ممیتک ہے۔ اس کی تو خود ''صاحب کشاف'' وقیل ممیتک فی وقتک ...... الخ سے تضعیف کر رہا ہے اور وجہ تضعیف کی یہ ہے کہ استیفاء اجل بسبب مشتمل ہونے اس کے تاخیر اجل پر منافی حیات اور مسیح کے آسمان پر زندگی کرنے کا نہیں ہے بخلاف ''ممیتک''، کے کہ بغیر انضمام قیود خارجہ عن المدلول کے یعنی الآن اور بعد النزول دفع منافاۃ میں مفید نہ ہوگا۔

پس معنی اس بناء پر بھی یہ ہوئے کہ ''اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو بچانے والا ہوں کفار کے ہاتھ سے تا تمام ہونے تیری عمر کے اور بعد ازاں میں تجھ کو تیری طبعی موت سے مارنے والا ہوں بعد نزول کہ آسمان سے اور بعد قتل کرنے دجال کے''۔ ''متوفیک'' کا لفظ کچھ

اسی بات کی خواہش نہیں کرتا کہ جس وقت متوفیک فرمایا گیا اسی وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دے دیتا بلکہ اگر بعد دو ہزار، چار ہزار، دس ہزار، لاکھ برس کے ہو تو بھی ''متوفیک'' کے معنی صادق آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ یٰعیسیٰ انی متوفیک الأن اوبعد سنة وغیرذلک اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ ''اے عیسیٰ میں تجھ کو مارنے والا اب یا دس دن یا برس سو برس کے بعد''، بلکہ مطلق فرمایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ ان کو مارے گا۔ ''انی متوفیک'' صادق ہو جائے گا، اور یہ بات تو خوب ظاہر ہے ہر شخص جان سکتا ہے۔ اگرچہ منصف کو اس تقریر سے کفایت ہے مگر تائید اور تاکید اور تجدید فوائد کے لیے ایک اور تفسیر سے بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ﴿وَاللّٰہُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾

نقل از تفسیر کبیر الامام الرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ قال اللہ تعالی ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا......الخ﴾ المسئلة الاولی اعترفوا بان اللہ تعالی شرف عیسٰی فی هذه الایة بصفات. (الصفةالاولی)﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ونظیره قوله تعالی حکایة عنه﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ﴾واختلف اهل التاویل فی هاتین الآیتین علی طریقین.(احدهما) اجراء الایة علی ظاهره من غیرتقدیم ولاتاخیرفیها.(والثانی)فرض التقدیم والتاخیرفیها اما الطریق الاول فبیانه من وجوه الاول معنی قوله تعالیٰ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ای انی متم عمرک فحینئذ اتوفاک فلا اترکهم حتی یقتلوک بل انا رافعک الی سمائی ومقربک بملائکتی واصونک عن ان یتمکنوا من قتلک.

وهذا تاویل حسن۔ (اقول) لانه لیس فیه دلالة علی الوفاة بمعنی الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فیه اظهار ان الرفع قبل اتمام العمروهذا لایخفی علی اولی النهی (الوجه الثانی) ﴿مُتَوَفِّیْکَ﴾ ای ''ممیتک''وهو مروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ومحمد بن اسحاق قالوا والمقصود ان لایصل اعداؤه من الیهود والی قتله ثم انه بعد ذلک اکرمه بان رفعه الی السماء ثم اختلفوا فی هذا الوجه علی وجهین.(احد هما) قال وهب توفی ثلاث ساعات من النهار ثم رفع ای بعد احیائه (وثانیها) قال محمد بن اسحق توفی سبع ساعات من النهار ثم احیاه اللہ تعالیٰ ورفعه الیه ومن الوجوه فی تاویل الأیة ان الواو فی قوله ﴿مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾لاتفید الترتیب فالآیة تدل علی انه تعالیٰ یفعل به هذه الافعال فاما کیف یفعل ومتی یفعل فالامرفیه موقوف علی الدلیل وقد ثبت بالدلیل انه حی و ورد الخبرعن النبی ﷺ انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاه بعد ذلک۔

غرض کہ نفس واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سچا ہے کہ ایسا ہو گا باقی یہ کہ کیسا ہو گا اور کب؟ یہ بطرف پروردگار کے اس روایت کے بموجب سپرد کیا جائے اور اس کی تفصیل سے بحث نہ کی جائے بہت ایسی باتیں ہیں کہ ان کا ہونا حق ہوتا ہے اور وجوہ کیفیت اور تعیین زمان ومکان واسم میں احتمال اور اختلاف ہو جایا کرتا ہے۔ جیسے کہ ''عینی'' جلد ساتویں صفحہ ۳۱۷ میں ہے کہ ہابیل کا قاتل آدم علیہ السلام کا بیٹا تو ہے مگر اس کے نام میں اختلاف ہے کہ قابیل ہے یا کہ قین بن آدم علیہ السلام یا کہ قائن بن آدم۔ اور ایسا ہی قتل کرنے کے سبب

میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ قابیل کے ساتھ کے بطن کی ہمشیرہ جس کا نام اقلیمیا یا اقلیما تھا وہ ہابیل کو شادی ہوگئی اور ہابیل کے ساتھ کے بطن والی ہمشیرہ اس کی جس کا نام لیوذایا دیما یا لبوار تھا وہ قابیل کو شادی ہوگئی اور اس وقت اس قدر جائز تھا بسبب ضرورت کے کہ ایک بطن کی لڑکی دوسرے بطن کے لڑکے کو شادی ہو جاتی تھی کیونکہ دنیا میں اور کوئی عورت اور مرد نہ تھا۔

اور بعض نے کہا کہ یہ بہن اور بھائی کا نکاح ہونا آدم علیہ السلام کی اولاد میں غلط بات ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ جیسا کہ حکایت[1] کیا ثعلبی نے معاویہ بن عمار سے کہ میں نے سوال کیا صادق رحمہ اللہ سے اس بات کا کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے سے کیا کرتے تھے؟ اس نے کہا کہ پناہ ہے اللہ تعالیٰ کی اس بات سے وہ بلکہ ایسا ہوا کہ جب آدم علیہ السلام اترے طرف زمین کی تو اماں حوا کے ایک بیٹی پیدا ہوئی اس کا نام رکھا 'عناق' اور اسی نے سب سے اوّل زمین پر بغاوت اور بدکاری اور گناہ شروع کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسا کوئی مقرر کر دیا جس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر اس کے بعد قابیل پیدا ہوا جب وہ جوان ہوا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی ایک عورت جنیہ قوم جن میں سے اس کا نام 'حمامہ' تھا۔ پس آدم علیہ السلام نے بحکم پروردگار قابیل سے اس کا نکاح کر دیا اور جب ہابیل جوان ہوا تو اس کے لیے جنت سے حور آئی نام اس کا بذلہ تھا۔ پس بحکم پروردگار اس کا نکاح

---

[1] یہ روایت باطل ہے اور ثعلبی حاطب اللیل نص قرآن عظیم اس کے بطلان پر شاہد ہے کہ ﴿خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا﴾ "تمہیں ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اس کا جوڑا (حضرت حوا) اسی سے بنایا"۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی بائیں پسلی سے بنائی گئیں تو ہر طرح سلسلہ تخلیق بنی آدم صرف سیدنا آدم علیہ السلام پر منتہی ہوا۔ جیسا کہ فرمایا کہ تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور یوں بنی آدم کا نسب مادری جنیہ یا حور سے جاملے گا تو دو جانوں سے تخلیق ہو جائے گی نہ صرف ایک سے۔ ۱۲ منہ

ہابیل سے کر دیا۔ پس قابیل خفا ہوا آدم علیہ السلام پر اور کہا کہ میں ہابیل سے عمر میں بڑا ہوں اور میں اس سے بہتر ہوں پس میرا نکاح 'بذلہ' کے ساتھ کیوں نہ کیا؟ جو کہ جنت کی حور ہے۔ کہا آدم علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ایسا ہی تھا پس تم دونوں قربانی کرو کہ کس کی قربانی اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے دیکھا جائے۔

پس بعض نے کہا کہ قابیل کے قتل کرنے کا سبب ہابیل کو یہ تھا کہ اس کی ہمشیرہ اقلیما سے جو خوبصورت تھی ہابیل کا نکاح ہو گیا تھا۔ پس آسمان سے سفید آگ نے آکر ہابیل کی قربانی کو جلا دیا اور کھا لیا اور یہ قبول ہونے قربانی کی نشانی تھی اور قابیل کی قربانی کو نہ جلایا اور نہ کھایا۔ پس قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ اور بعض نے کہا کہ وجہ حسد کی دوسری بات ہے یعنی ہابیل کو جنت کی حور مل گئی تھی اور اس کو جنیہ 'عورت ملی تھی۔ اور ایسا ہی اختلاف ہے اس میں کہ وہ قربانی ان دونوں کی کس جگہ میں ہوئی تھی؟ اکثر علماء کہتے ہیں کہ ہندوستان میں ہوئی۔ بعض کہتے ہیں منیٰ کے پہاڑ میں ہوئی تھی اور بعض اور جگہ بتاتے ہیں۔ اور ایسا ہی اختلاف ہے اس میں کہ کس طریقہ سے ہابیل کو مارا؟ ابن جریج نے کہا کہ قابیل اسی فکر میں تھا کہ سو گیا اور شیطان ایک صورت بن کر آیا اور اس نے ایک پرندہ پکڑ کر ایک پتھر پر اس کا سر رکھا اور دوسرے پتھر سے اس کو ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ پس قابیل نے ہابیل کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پتھر مار کر مار ڈالا۔

اور مجاہد سے روایت ہے کہ سخت ڈھیلوں سے یعنی مٹی کے کلوخ سے سر اس کا کچل ڈالا۔ اور ربیع سے روایت ہے کہ دھوکا دے کر اس کو قتل کر دیا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کا گلا گھونٹ ڈالا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو لوہے کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ پر اس کو قتل کیا؟ پس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبل ثور پر قتل کیا۔ اور

جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بصرہ کی جامع مسجد میں۔ اور امام طبری سے روایت ہے کہ حراء کی وادی میں۔ اور مسعودی سے روایت ہے کہ دمشق میں۔ اور ایسا ہی کہا ہے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں جس میں دمشق کا بیان ہے پس کہا کہ قابیل باہر رہا کرتا تھا 'باب جابیۂ' سے اور اس نے قتل کیا اپنے برادر کو جبل قاسیون پر نزدیک 'مغارۃ الدمؑ' کے۔ اور کہا حضرت کعب نے کہ جو خون قاسیون کے پہاڑ پر ہے وہ خون آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کا ہے۔

اور کہا ابن جوزی کے پوتے نے کہ عجب ہے ان اقوال سے اور حالانکہ متفق ہیں تواریخ اور صحابہ اور انبیاء علیہم السلام کے حالات بیان کرنے والے لوگ اس بات پر کہ یہ قتل کا واقعہ ہندوستان میں ہوا ہے۔ اور قابیل نے غنیمت جانا کہ میرا باپ مکہ میں ہے۔ پس ہند میں اس کو قتل کر ڈالا اور جبل ثور اور حراء پر اس کو کون لایا وہ دونوں پہاڑ تو مکہ میں ہیں اور بصرہ شہر کی تو خود اس وقت بنیاد تک بھی نہ تھی اور کہاں تھا ہند اور دمشق اور باب جابیہ؟ اے میرے پروردگار میں ایسی باتوں سے پناہ مانگتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ روایت ہے ابن عباس سے کہ قتل کیا ہے اس نے ہابیل کو جبل 'نوذبا' پر ہند میں اور یہی قول صحیح ہے۔ انتہی

(مانی العینی للامام بدرالدین علی البخاری، جلد ۷)

خیال کرو کہ واقعہ سچا مگر اس کے اسباب و وجوہ میں کس قدر خلاف ہے۔ پس ایسا ہی عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کہ ضرور نازل ہوں گے زمین پر اور مریں گے۔ مگر کس طور پر اور کب؟ سو اس کی بحث ضروری نہیں ہے۔ یہ بیان اس وجہ تاویل میں تھا کہ آیت کریمہ میں ترتیب مفید نہ مانی جائے۔ ومنها فی التاویل ما قاله ابوبکر الوسطی وهوان المراد﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾عن شهواتک وحظوظ نفسک.ثم قال

﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾وذلک لان من لم یصرفانیا عما سوی الله لایکون له وصول الی مقام معرفة اللّٰه تعالیٰ وایضا فعیسٰی لما رفع الی السماء صار حاله کحال الملئکة فی زوال الشهوة والغضب والاخلاق الذمیمة ومنها ان التوفی اخذ الشیٔ وافیا ولما علم الله ان من الناس من یخطر بباله ان الذی رفع الله هو روحه لاجسده کما زعمت النصاری ان المسیح رفع لاهوته یعنی روحه وبقی فی الارض ناسوته یعنی جسده فردالله علیهم بقوله﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾

جیسا کہ صفحہ ۴۷۳، طبع مصر تفسیر کبیر، جلد ۳ میں ہے۔﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ﴾والمرادمنه وفاة الرفع الی السماء من قوله ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ اور جیسا کہ تفسیر خازن جزء اول صفحہ ۵۰۹ میں ہے۔﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ یعنی فلمارفعتنی الی السماء فالمراد به وفاة الرفع لاالموت فذکر هذا الکلام لیدل علی انه علیه الصلٰوة والسلام رفع بتمامه الی السماء بروحه وجسده ویدل علی صحة هذا التاویل﴿وَمَایَضُرُّوْنَکَ مِنْ شَیْءٍ﴾ومنها﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ای اجعلک کالمتوفی لانه اذا رفع الی السماء وانقطع خبره واثره عن الارض کان کالمتوفی واطلاق اسم الشیٔ علی مایشابه فی اکثر خواصه وصفاته جائز حسن ومنها ان التوفی هو القبض یقال وفانی فلان دراهمی واوفانی وتوفیتها منه کما یقال سلم فلان دراهمی الی وتسلمتها منه. وقد یکون ایضا توفی بمعنی استوفی وعلی کلا الاحتمالین کان اخراجه من الارض واصعاده الی السماء توفیاله. فان

قيل فعلى هذا الوجه كان التوفى عين الرفع اليه فيصير قوله ﴿وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ تكرار قلنا فى متوفيك يدل على حصول التوفى وهوجنس تحته انواع ولم يكن تكرار بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الى السماء فلما قال بعد ﴿وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ كان هذا تعيينا للنوع ولم يكن تكرار.

ومنها ان يقدر فيها حذف المضاف والتقدير متوفى عملك بمعنى مستوفى عملك ﴿وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ اى ورافع عملك الى وهوكقوله تعالىٰ ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ والمراد من هذا الاية الله تعالىٰ بشره بقبول طاعته واعماله وعرفه ان مايصل اليه من المتاعب والمشاق فى تمشية دينه واظهار شريعة من الاعداء فهو لايضيع اجره ولايهدم ثوابه. ومنها المراد من التوفى النوم ومنه قوله عزوجل ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا﴾ فجعل النوم وفاة وكان عيسىٰ عليه السلام قد نام فرفعه الله وهو نائم لئلا يلحقه خوف فمعنى الاية انى منيمك ورافعك الى فهذه الوجوه المذكورة على قول من يجرى الاية على ظاهرها الطريق الثانى وهو قول من قال لابد فى الاية من تقديم وتاخيره تقديره انى رافعك الى ومطهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد انزلك الى الارض وقيل بعضهم هل تجد نزول عيسىٰ الى الارض فى القرآن قال نعم قوله تعالىٰ ﴿وَكَهْلاً﴾ وذلك لانه لم يكتهل فى الدنيا وانما معناه وكهلا بعد نزوله من السماء ومثله من التقديم التاخير كثير فى القرآن. واعلم الوجوه الكثيرة التى قدمنا ها تغنى عن التزام مخالفة الظاهر. والله اعلم

الصفة الثانية من الصفات التى ذكرهاالله تعالىٰ يعيسىٰ عليه السلام قوله ﴿وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ والمشبهة يتمسكون بهذه الاية فى اثبات المكان لله تعالىٰ وانه تعالىٰ فى السماء وقدد للنافى المواضع الكثيرة من هذا الكتاب بالدلائل القاطعة على انه يمتنع كونه تعالىٰ فى المكان فوجب حمل اللفظ على التاويل وهو من وجوه :

(الاول) ان المراد الى محل كرامتى وجعل ذلك رفعا اليه للتفخيم والتعظيم ومثله قوله "انى ذاهب الى ربى" وانما ذهب ابراهيم عليه السلام من العراق الى الشام. وقد يقول السلطان ارفعوا هذا الامر الى القاضى. وقد يسمى الحاج زوارالله تعالىٰ ويسمى المجاورون جيران الله والمراد من كل ذلك التفخيم والتعظيم فكذا ههنا

(الوجه الثانى) فى التاويل ان يكون قوله ﴿وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ معناه انه يرفع الى مكان لايملك الحكم عليه فيه غيرالله لان فى الارض قد يتولى الخلق انواع الاحكام. فاما السموت فلاحاكم هناك فى الحقيقة وفى الظاهر الاالله تعالىٰ

(الوجه الثالث) ان بتقدير القول بان الله فى مكان لم يكن ارتفاع عيسىٰ الى ذلك سببا لانتفاعه وفرحه بل انما ينتفع بذلك. لووجد هناك مطلوبه من الثواب والروح والراحة والريحان فعلى كلا القولين لابدمن حمل اللفظ على ان المراد ورافعك الى محل ثوابك ومجازاتك. واذا كان لابد من اضمارما ذكرناه لم يبق فى الاية دلالة على اثبات المكان الله تعالىٰ. وبقى من مباحث هذه الاية موضع مشكل. وهو ان نص

القرآن دل على انه تعالىٰ حين رافعه القى شبهه على غيره على ماقال ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ والاخبارايضا واردة بذلک الا ان الروايات اختلفت. فتارة يروى ان الله تعالىٰ القى شبهه على بعض الاعداء الذين دلواليهود على مكانه حتى قتلوه وصلبوه.وتارة يروى انه عليه الصلوة والسلام رغب بعض خواص اصحابه فى ان يلقى مشبه عليه حتى يقتل مكانه وبالجملة فكيف ماكان ففى القاء شبهه على الغيراشكالات.

الاشكال الاول: انا لوجوزنا القاء شبه انسان علىٰ انسان آخرلزم السفسطة. فانى اذارأيت ولدى ثم رأيته ثانيا فحينئذا جوز ان يكون هذا الذى رايته ثانيا ليس بولدى بل هو انسان القى شبه عليه وحينئذ يرتفع الامان عن المحسوسات وايضا فالصحابة الذين رأوا محمد ﷺ يامرهم وينهاهم وجب ان لا يعرفوا انه محمد لاحتمال انه القى شبهه علىٰ غيره وذلک يفضى الى سقوط الشرائع وايضاً فمدار الامر فى الاخبار المتواترة علىٰ ان يكون المخبر الاول انما اخبر عن المحسوس فاذا جاز وقوع الغلط فى المبصرات كان سقوط خبرالتواتر اولى وبالجملة ففتح هذا الباب اوله سفسطة وآخره ابطال النبوات بالكلية۔

والاشكال الثانى: وهو ان الله تعالىٰ كان قد امر جبرئيل عليه السلام بان يكون معه[1] فى اكثرالاحوال هكذا قاله المفسرون فى تفسيرقوله تعالىٰ ﴿اِذْ اَيَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ ثم ان طرف جناح واحد من اجنحة جبرئيل عليه السلام كان يكفى العالم من البشر فكيف لم يكف فى

[1] وقال بعض المفسرين كان معه لازمافى جميع الاحوال رفع مع عيسىٰ عليه السلام الى السماء كما فى التفسير الحسينى والعزيزى والمظهرى والمعالم وابن كثير دفع البيان ۱۲ منه حفظه ربه

منع اولئک اليهود عنه. وايضاً انه عليه السلام لما كان قادراً على احياء الموتى ﴿وَاِبْرَاۗءِ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ﴾ فيكف لم يقدر على امانة اولئک اليهود الذين قصدوه بالسوء وعلى اسقامهم والقاء الزمانة والفلج عليهم حتى يصير واعاجزين عن التعرض له.

والاشكال الثالث: انه تعالىٰ كان قادرا على تخليصه من اولئک الاعداء بان يرفعه الى السماء فما الفائدة فى القاء شبه على غيره بل فيه الالقاء مسكين فى القتل من غيرفائدة اليه.

والاشكال الرابع: انه اذا لقى شبه على غيره ثم انه رفع بعد ذلک الى السماء. فالقوم اعتقدوا فيه انه هو عيسىٰ مع انه ماكان عيسىٰ فهذا كان القاء لهم فى الجهل والتلبيس وهذالايليق بحكمة الله تعالىٰ.

والاشكال الخامس: ان النصارىٰ على كثرتهم فى مشارق الارض ومغاربها وشدة محبتهم للمسيح عليه السلام وغلوهم فى امره اخبروا انهم شاهدوه مقتولاً مصلوبا فلوانكرنا ذلک كان طعنا فيما ثبت بالتواتر.والطعن فى التواتر يوجب الطعن فى نبوة محمد ﷺ ونبوة عيسىٰ عليه السلام بل فى وجودهما ووجود سائر الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام وكل ذلک باطل.

والاشكال السادس: انه ثبت بالتواتر ان المصلوب بقى حيا زماناطويلا فلو لم يكن ذلک عيسىٰ بل كان غيره لاظهر الجزع ولقال انى لست بعيسىٰ بل انما انا غيره ولبالغ فى تعريف هذا المعنى ولوذكر ذلک لاشتهر عند الخلق هذا لمعنى فلما لم يوجد شى من هذا علمنا ان

ليس الامر على ماذكر تم فهذا جملة مافى الموضع من السوالات.

والجواب عن الاول: ان كل من اثبت القادرالمختار سلم انه تعالىٰ قادر على ان يخلق انساناً آخر على صورة زيد مثلاً ثم ان هذا التصوير لايوجب الشك المذكور فكذاالقول فيما ذكرتم.

والجواب عن الثاني: ان جبريل عليه السلام لودفع الاعداء عنه اواقدر الله تعالىٰ عيسىٰ عليه السلام على دفع الاعداء عن نفسه لبلغت معجزته الى حدالالجاء وذلك غير جائز

وهذا هوالجواب عن الاشكال الثالث: فانه تعالىٰ لورفعه الى السماء ومياالقى شبهه على الغير لبلغت تلك المعجزة الى حد الا لجاء .

والجواب عن الرابع: ان تلامذة عيسىٰ كانوا حاضرين وكانوا عالمين بكيفية الواقعة وهم كانوا يزيلون ذلك التلبيس.

والجواب عن الخامس: ان الحاضرين فى ذلك الوقت كانوا قليلين ودخول الشبهة على الجمع القليل جائز والتواتر اذا انتهى فى آخر الامر الى الجمع قليل لم يكن مفيدا للعلم.

والجواب عن السادس: ان بتقدير ان يكون الذى القى شبه عيسىٰ عليه السلام عليه كان مسلما وقبل ذلك عن عيسىٰ عليه السلام جائز ان يسكت عن تعريف حقيقة الحال فى تلك الوقعة ليثبت العزم والصبر على البلاء.

وكذلك العزم على الصبر والكف عن اظهار المحن من طريقة الكبراء من محبى الله تعالىٰ وبعيد بل ابعد عن شكاية الله لدى العباد وليس فيه

نفع للشاكى. وبالجملة فالاسئلة التى ذكروها امور تتطرق الاحتمالات اليها من بعض الوجوه ولما ثبت بالمعجز القاطع صدق محمد ﷺ فى كل مااخبرعنه امتنع صيرورة. هذه الاسئلة المحتملة معارضة للنص القاطع والله ولى الهداية انتهى.مافى التفسير مفاتيح الغيب للامام الرازى مخلوطا معانى بعض المواضع.

وانا الفقير الحقير اقول: فى تمته الجواب عن الاشكال الخامس ان ادعاء هم قتل عيسىٰ عليه السلام وصلبهم اياه واثباته بالتواتر وانتهاء التواتر الى امر محسوس وهوالقتل والصلب فى حق عيسىٰ عليه السلام ادعاء مجرد واشتباه وهمى ناش من الاجتماع على حمية قومية ونصرة دينية وتحفظ مسلكى كما ادعى الشيعة تواتر نص جلى من حضرة الرسالة على خلافة امير المومنين سيدنا على ابن ابى طالب يوم غديرخم مع انه لم يثبت باخبارالاحاد ايضاً فضلاً عن المشاهير فضلا عن المتواترعلى ان التجربة والتواتر من قوم لايكون حجة ملزمة على قوم آخرما لم يصل اليهم على ذلك النمط كما تقرر فى موضعه ولمنع هذا التواتر وجوه :

(الاول) ان من شرائط التواتر وجود هذا المبلغ المحيل للكذب فى كل طبقة ولذا قالوا له اولهٗ كاخره واوسطه كطرفيه ووقت حدوث تلك الواقعة لم يتجاوز عدد المخبرين سبعة انفار الذين دخلوا عليه وزعموا انهم صلبوه كانوا ستة اوسبعة والغالب فى هذا العدو عدم بلوغهم حد العلم والقطع بخبرهم.

(والثانی) ان دعوی اهل الاسلام لیس نفی مطلق المصلوبیة والمقتولیة بل مدعاهم ان المصلوب هومن صور علی صورة عیسیٰ علیه السلام فی اللون والشکل وتوجه لانفس جثة المقدسة ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ والثابت بالتواتر لو سلم مصلوبیة من هو علی صورته وهو کلی یصدق علیه وعلی غیره فهوغیر مضر لنا لان الدلیل اعم من دعواهم فلا یتم التقریب فمبنی الامر علی غلط الحس اوعلی عدم تمیزه اوعلی عجزه وکلاله عن ادراک التشخص الواقعی وهذا واقع کثیر فی المتشابهات کما یورده اهل المعقول فی نقض الکلیة ببدلیة البیضات.

(والثالث) انه قد انقطع عرق الیهود فی عهد بخت نصرفانه قتلهم واعدم عن الارض بذرهم وکسراصنامهم فلم یبق الا واحد بعد واحد غیر بالغ حد التواتروکان ملکا قبل البغتة قابضاً لمشارق الارض ومغاربها فانقطعت الطبقة الوسطی فلایصدق حدالتواتر علی قولهم ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ﴾.

(والرابع) ان من شرائط التواتر ان لایکون معارضالامر قطعی وهو قول الله تبارک وتعالیٰ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بذلک مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ﴾ انتخبت هذا من کلام الفاضل محمد حسن السنبهلی من تعلیقاته علی العقائد السعد التفتازانی مزیدا منا بمواضع للایضاح.

تفسیر خازن میں سورہ یٰسین شریف کے اس قول پاک پر ہے ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ

مثلاً اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِ اِذْجَآءَ هَا الْمُرْسَلُوْنَ﴾ آخر آیت تک ایک قصہ طول طویل اس آیت کریمہ کے متعلق ذکر کیا اور آخر میں کہا کہ کھل گئے دروازے آسمانوں کے اور دیکھا میں نے ایک جوان خوبصورت ان تینوں شمعوں اور دو قاصدوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کر رہا ہے......الخ اس جوان سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ اول قصہ میں عیسیٰ علیہ السلام ہی کا ذکر ہے۔ پورا قصہ دیکھنے سے اشتباہ نہیں رہتا۔

دلیل: جانے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان پر۔ حضرت شیخ امام اجل ابونصر محمد بن عبدالرحمن ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مستطاب سبعیات میں فرمایا ہے کہ ''یوم السبت'' یعنی سنیچر کے روز سات شخص نے سات شخصوں کے ساتھ مکر کیا ہے نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، یوسف علیہ السلام سے ان کے بھائیوں کا مکر، موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کا مکر ان سے، قریش کے سرداروں کا مکر رسول اللہ ﷺ سے، بنی اسرائیل کا مکر پروردگار کے منع کرنے کے ساتھ شکار کرنے سے، بروز ہفتہ کے یعنی شنبہ کے روز اور بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر کے سبب سے پروردگار نے بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آسمان پر بلالیا اور عبارت اس امام اجل کی یہ ہے

اعلم ان صاحب البراق وسید یوم المیثاق ورسول الملک الخلاق لم یسم یوم السبت یوم مکر وخدیعة وانما سماه یوم المکرو الخدیعة لان سبعة نفر مکروا فی هذا الیوم بسبعة نفر.

الاول قوم نوح علیه السلام مکروا بنوح علیه السلام قوله تعالیٰ ﴿وَمَکَرُوْا مَکْرًا کُبَّارًا......الایة﴾ "فاستحقوا الطوفان والمحنة قوله تعالیٰ ﴿فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ......الایة﴾ الثانی قوم صالح علیه السلام مکروا بصالح علیه السلام

قوله تعالیٰ ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَايَشْعُرُوْنَ﴾ الثالث اخوة يوسف علیہ السلام مكروا بيوسف علیہ السلام قوله تعالیٰ ﴿فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا﴾ الرابع قوم موسیٰ علیہ السلام مكروا بموسیٰ علیہ السلام قوله تعالیٰ ﴿فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾ الخامس قوم عيسیٰ علیہ السلام مكروا بعيسیٰ ﴿وَمَكَرُوْا مَكَرَاللّٰهُ، وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ السادس صناديد قريش مكروا برسول الله ﷺ قوله تعالیٰ ﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾......الاية السابع بنو اسرائيل مكروا بنهى الله تعالیٰ قوله تعالیٰ ﴿وَاسْاَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ﴾ وهى ايلة التى كانت حاضرة اى مجاورة البحر بحر القلزم ﴿اِذْ يَعْدُوْنَ﴾ اى يعتدون فى السبت فاستحقوا المسخ واللعنة۔

پھر دو (۲) ورق کے بعد ہر ایک قوم کے مکر کو جو تفصیلاً بیان کرنا شروع کیا تو قوم یہود کا جو مکر عیسیٰ علیہ السلام سے ہوا اس کا قصہ بیان فرمایا (وقصة) ان اليهود قالوا عيسیٰ ساحر واحياؤه الموتى وغير ذلك كله من السحر فسمع عيسیٰ علیہ السلام ذلك فاغتم وقال الٰهى انك اعلم بافترائم فاتهم المسخ فجعلهم الله القردة والخنازير فبلغ الخبر ملك اليهود فخاف ان يدعو عليه ايضاً فامر بقتل عيسیٰ علیہ السلام فاجتمع اليهود وجاؤا الى عيسیٰ وكان فى البيت فادخلوا عليه واحداً منهم ليقتله فنزل جبرئيل علیہ السلام فصعد بعيسیٰ الى السماء من سقف البيت وحول الله صورة الرجل الذى دخل عليه على صورة عيسیٰ علیہ السلام فاخذ اليهود ذلك الرجل وقتلوه فظنوا انهم قتلوا عيسیٰ علیہ السلام ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ﴾ كماقال الله تعالیٰ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ

اِلَيْهِ﴾ الاية ويقال ان اسم الرجل الذى شبه بعيسیٰ علیہ السلام اشبوع......الخ

مطلب یہ ہے کہ یہود کی قوم نے جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اور سخت بیماروں کو شفا دینا وغیرہ بڑے بڑے معجزے دیکھے تو یہودیوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام جادوگر ہے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے وہ یہودی خنزیر اور بندر بن گئے۔ جب یہ خبر ان کے بادشاہ کو پہنچی تو وہ ڈرا کہ شاید میرے اوپر بھی عیسیٰ علیہ السلام بددعا کریں گے۔ پس اس نے قتل کا حکم دیا اور قتل کے واسطے ایک مکان میں ان کو بند کیا۔ پس جب ایک شخص کو واسطے قتل کرنے عیسیٰ علیہ السلام کے مکان کے اندر داخل کیا۔ جس کا نام اشبوع تھا۔ اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ڈالی گئی اور یہود نے اس کو عیسیٰ علیہ السلام جان کر قتل کر دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے آسمان پر طلب کر لیا......الخ

دلیل: ہونے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر عینی بخاری، جلد گیارھویں، صفحہ ۱۴۷ میں ہے وان عيسیٰ يقتله بعد ان ينزل من السماء فيحكم بشريعة المحمدية......الخ یعنی دجال کی باتوں سے ایک یہ بات ہے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے، آسمان سے نازل ہونے کے بعد، پس حکم کریں گے ساتھ شریعت محمدی ﷺ کے۔

عینی بخاری نے جلد ۴، صفحہ ۵۹۸ میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث (ان النبى ﷺ قال يخرب الكعبه ذوالسويقتين من الحبشة) کے متعلق فرمایا کہ کعبہ کے خراب ہونے کے ذکر میں جو جو احادیث وارد ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابوداؤد طیالسی نے صحیح سند کے ساتھ فرمایا کہ حبشی لوگ آ کر خانہ کعبہ کو ایسا خراب کریں گے کہ بعد اس کے پھر اس مکان متبرک کی تعمیر نہ ہوگی اور وہی لوگ نکالیں گے خزانہ اس کا۔ اور ذکر کیا حلیمی نے کہ یہ

بات عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگی اور ایک حبشی ذوالسویقتین آئے گا اور بیت اللہ شریف کو گرائے گا۔ پس اس کے آنے کے بعد آٹھویں برس سے نویں برس کے درمیان میں عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گا اس کی طرف ایک جماعت کو ذوالسویقتین کے معنی صاحب دو چھوٹی پنڈلیوں کا یہ اشارہ بطرف باریک ہونے پنڈلیوں کے ہے۔ کیونکہ قوم حبش کی پنڈلیاں باریک ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کو خراب کرے گا ایسا ایک شخص جو کہ قوم حبشہ کا ضعیف ہے۔ اور وہ عبارت عربی یہ ہے عینی کی۔ ومنها ما رواه ابوداؤد الطيالسی بسند صحيح فی يبايع لرجل بين الركن والمقام واول من يستحل هذا البيت اهله فاذا استحلوه فلا تسئال عن هلكة العرب ثم تجئی الحبشه فيخربونه خرابا لايعمر بعده وهم الذين يستخرجون كنزه وذكر الحليمی ان ذلک فی زمن عيسىٰ عليه السلام وان الصريح ياتيه. بان ذاالسويقيتن قدسار الی البيت يهدمه فيبعث اليه عيسىٰ عليه السلام طائفه بين الثمان الی التسع ......الخ

اور ''اسی عینی'' کے دوسرے صفحہ میں ہے کہ امام غزالی سے مذکور ہے کہ ہر روز مغرب کے وقت طواف کرتا ہے ایک شخص ابدال میں سے خانہ کعبہ کا اور ہر صبح کو طواف کرتا ہے اس کا ایک شخص اوتاد سے جب یہ بات تمام ہو جائے گی تو یہ سبب ہوگا خانہ کعبہ کے اٹھ جانے کا زمین سے۔ پس ایک روز ایسا ہوگا کہ جب صبح کو لوگ اٹھیں گے تو خانہ کعبہ کا کوئی نام ونشان اس جگہ اپنی پر نہ ہوگا اور یہ امر اس کے غائب ہو جانے کا اس وقت ہوگا کہ پہلے سے سات برس تک کوئی شخص حج اس کا نہ کرے گا۔ پھر قرآن شریف اٹھ جائے گا اپنی تختیوں سے، (یعنی لوگوں کو اس کے لکھنے اور خریدنے کا شوق نہ رہے گا) پھر قرآن شریف دلوں سے

اٹھ جائے گا۔ (یعنی نہ کوئی عمل کرے گا اور نہ کوئی پڑھے گا) پھر لوگ متوجہ ہو جائیں گے بطرف شعرا شعار اور غزل خوانی اور مرثیہ خوانی اور گانے بجانے اور جاہلیت کے قصوں کے۔ پھر نکلے گا دجال اور نازل ہوگا عیسیٰ علیہ السلام اور امام قرطبی نے فرمایا کہ اٹھ جانا قرآن شریف کا سینوں سے اول ہوگا اور خراب ہونا خانہ کعبہ کا بعد اس کے ہوگا اور یہ بعد موت حضرت علیہ السلام کے ہوگا اور یہی بات صحیح ہے ......الخ من العینی۔ غرض کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس وقت ضرور ہے۔ خراب ہونا خانہ کعبہ کا بعد ہو رفع قرآن شریف کے یا قبل ہو۔ اور پہلی روایتوں میں مطلق جمع مراد ہے سوائے ترتیب مذکور کے یعنی یہ سارے امور ہوں گے قطع نظر تقدیم وتاخیر مذکور فی العبارۃ سے۔ پس ان روایات میں تطبیق بھی ہوگئی اور بالتبع گانے بجانے کی برائی اور اس کا موجب النہی ہونا بھی پایا گیا۔

''عینی، بخاری، جلد ثانی ۲۱۰'' میں ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام جنت سے رسول اللہ ﷺ کے واسطے براق لائے اور حضرت محمد ﷺ براق پر سوا ہونے لگے تو گھوڑے نے تیزی کی۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے گھوڑے سے کہا! کہ کیا تو محمد ﷺ ہی سے سختی کرتا ہے؟ یہ حصر کے کلمہ کے ساتھ اس واسطے کہا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام بھی اس براق پر سوار ہو چکے ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وجہ یہ تھی کہ ''پہلے انبیاء علیہم السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک زمانہ بہت گزر چکا تھا۔ اس پر کسی نے سواری نہ کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک تو خود زمانہ دراز تھا'' ......الخ پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس گھوڑے پر مثل انبیائے سابقین کے سواری کی تھی۔ مگر رسول اللہ ﷺ تک زمانہ چونکہ بہت گزر چکا تھا لہٰذا وہ گھوڑا موافق دنیا کے گھوڑوں کے ذرا تیزی کرتا تھا جیسے کہ دنیا کے گھوڑے کہ اگر زمانہ دراز تک ان

پر سواری نہ کی جائے تو ذرا تیزی دکھاتے ہیں اور سوار کے آگے سوار ہونے کے وقت اچھلتے کودتے ہیں۔ وھذا ظاھر جدا.

''عینی بخاری، جلد دوم، صفحہ ۲۰۷'' میں ہے بطور سوال وجواب کے۔ **سوال:** یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فقط پانچ انبیاء آدم و ادریس و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام یا آٹھ انبیاء اور یحییٰ و یوسف و ہارون علیہم السلام ہی کا نام لیا؟ کہ ان سے میری ملاقات ہوئی اور حالانکہ بقیہ انبیاء علیہم السلام سے بھی ملاقات ہوئی تھی شب معراج میں۔ پس **جواب:** سب کے نام لینے اور خاص کرنے کے وجوہ بیان کیے کہ ان حضرات کو نبی کریم ﷺ سے مناسبت زیادہ تھی بہ نسبت دیگر انبیاء علیہم السلام کے اور حضرت ادریس علیہ السلام کے بیان میں فرمایا کہ ادریس علیہ السلام آسمان چہارم پر اٹھائے گئے جب کہ ان کی عمر ۳۶۵ برس کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام جب کہ ارادہ کیا ان کے قتل کا یہود نے۔ پس پروردگار نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا ایسا ہی نبی ﷺ کو جب کہ یہود نے بکری میں زہر ملا کر قتل کرنے کا ارادہ کیا تو پروردگار نے حضرت کو نجات دیدی...... الخ

اسی ''عینی'' کے اسی جلد، اسی صفحہ میں ہے **سوال:** انبیاء علیہم السلام کی جائے قرار زمین میں ہے۔ پس کس طور پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو آسمان میں دیکھا؟

کسی نے **جواب:** اس کا اس طرح دیا ہے کہ ان انبیاء کی ارواح کو پروردگار نے جسم کی شکل پر متشکل کیا تھا ذکرہ ابن عقیل و کذا ذکرہ ابن التین اور ابن التین نے کہا ہے کہ ارواح بدن کی طرف بروز قیامت لوٹیں گی مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ وہ زندہ ہیں اور نہیں مرے اور وہ حضرت نازل ہوں گے بطرف زمین کے۔ چونکہ ابن التین کے کلام سے فقط عیسیٰ علیہ السلام ہی کی حقیقی حیات معلوم ہوتی تھی اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیات اس

طور پر کہ ان کی ارواح طیبہ متشکل بشکل اجسام ہوگئی تھیں اور ان کی اصلی حقیقی حیات اور جسم دنیوی اس روز ہوگا کہ جب بروز قیامت ان میں روح ڈالی جائے گی۔ پس علامہ عینی نے ذکر دیا کہ سارے انبیاء کو رسول اللہ ﷺ نے حقیقۃً دیکھا ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے اور موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور دیکھا ان کو ششم آسمان میں فرشتہ مثل دیگر اہل اسلام کے ابن التین بھی اس کا قائل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہی نہیں ہوئے بلکہ زندہ تشریف لے گئے ہیں...... الخ (مفصلاً)

قادیانی دجال اور بطال نے جس جلیل الشان پیغمبر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کو گالیاں دی ہیں اور طرح طرح کے عیب اور طعن ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ عابدہ متقیہ بی بی مریم علیہا السلام پر لگائے ہیں، میں تھوڑا قدر ان کے اوصاف حمیدہ سے ہدیہ اہل اسلام کرتا ہوں تاکہ جان لیں کہ قادیانی مسلمان تھا یا کیا؟ اور ان اوصاف کے ذکر کو اپنی نیک بختی ذریعہ شمار کرتا ہوں۔ پس بعد حمد رب العلمین اور صلوٰۃ سید المرسلین کے عرض کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم صاحبہ حضرت سلیمان پیغمبر علیہ السلام کی لڑکیوں کی اولاد میں سے ہیں درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام اور بی بی مریم صاحبہ کی ۲۴ پشتیں ہیں۔ بی بی مریم کے باپ کا نام عمران بن ماثان، اور بعض نے کہا ان اشیم ہے، سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام بھی عمران ہے مگر وہ بن قاہت بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ہے اور ہر دو عمران کے درمیان مدت ایک ہزار آٹھ سو برس کی تھی۔ (خازن، صفحہ ۲۲۹)

حدیث شریف میں ہے کہ بی بی مریم جب پیدا ہوئیں تو ان کی والدہ حنہ نے مسجد بیت المقدس کی خدمت کے لیے مسجد میں ان کو دے دیا اور ایک ساعت بھی اپنی والدہ نے

ان کو خوراک نہیں دی بلکہ مسجد کے چوبارہ میں جنت سے بے موسم میوہ ان کے پاس آیا کرتا تھا۔ اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام ان کی پرورش کا انتظام کیا کرتے تھے۔ خوردسالی میں بی بی مریم صاحبہ نے پروردگار سے سوال کیا ایسے گوشت کھلانے کا جس میں خون نہ ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو طعام کھلایا ٹڈی، ملخ۔ بی بی مریم کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ ان کو پروردگار نے اپنی عبادت کے لیے خاص کرلیا دن رات بیت المقدس میں مسجد کی خدمت کرتی تھیں اور روبرو اس کو فرشتوں نے کلام سنایا۔ یہ بات اور کسی عورت کو نہیں حاصل ہوئی اور باوجود کہ مردوں سے بیت المقدس میں اختلاط نہ تھا مگر باجماعت نماز ہر وقت ادا کرتی تھیں یہ بات بھی کسی دوسری عورت کو نہیں ہاتھ آئی اور جماعت کی نماز کا ان کو امر تھا اس آیت کریمہ کے ساتھ ﴿وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرَّاکِعِیْنَ﴾ جب یہ کلمات فرشتوں سے بی بی مریم نے سنے روبرو ہو کر، تو کھڑی ہوئیں نماز میں یہاں تک کہ ورم کر گئے قدم ان کے اور خون اور پیپ ان سے جاری ہو گیا۔ اور بی بی مریم ہر روز اتنی بڑھا کرتی تھیں جس قدر کہ برس روز میں اور لڑکے بڑھتے ہیں۔ اور جب کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے بے موسم میوہ مریم کے پاس دیکھ کر کہا کہ ''اے مریم کہاں سے یہ میوہ آتا ہے؟'' تو اس وقت بی بی مریم تو صغیرہ تھیں کہا ﴿ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ﴾ یہ میوہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس مریم صاحبہ نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مہد میں بحالت طفلی کلام کیا اور اس وقت قابل بات کے نہ تھیں اور بے خاوند کے ان کو پروردگار نے بیٹا دیا اور کسی عورت کو یہ بات حاصل نہیں ہوئی۔ (تفسیر خازن، جلد چہارم)

عرائس میں ذکر کیا ہے کہ بی بی مریم صاحبہ اور ایک شخص یوسف نام تھا اور مریم کا چچازاد بھائی تھا دونوں مسجد میں جو کہ جبل صہیون کے پاس تھی نوبت بہ نوبت پانی ڈالا کرتے

تھے اور یہ یوسف مریم کا چچازاد بھائی ہے بعد ضعیف ہو جانے زکریا پیغمبر کے مریم اسی کی پرورش میں رہی۔ بوجہ قحط سالی کے کوئی شخص بنی اسرائیل سے مریم کو نہیں لیتا تھا اور قرعہ ڈالا تو یوسف کا قرعہ نکلا۔ پس مریم کی دعا سے اس کو رزق کافی ملتا گیا۔ (خازن) ایک روز بی بی مریم صاحبہ کے کرتے کے گریبان میں جبرائیل علیہ السلام نے آدمی کی صورت بن کر وہ مٹی پھونک دی جو کہ آدم علیہ السلام کے قالب سے بچی تھی۔ اس مٹی کے لگنے کے سبب حمل قرار پا گیا تھا پاس دردزہ یعنی پیدائش اولاد کا درد جب شروع ہوا تو گئیں جامع مسجد میں اپنی ہمشیرہ کے پاس اور برا جانا اس بات کو اس یوسف نجار نے اور کہا کہ اے مریم کیا کھیتی بغیر بیج کے ہوتی ہے؟ فرمایا بی بی صاحبہ نے کہ ہاں ہوتی ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے کھیتی کو پیدا کیا تھا تو بغیر بیج کے پیدا کیا تھا۔ اور ان کی ہمشیرہ زوجہ تھی حضرت زکریا علیہ السلام کی اور وہ بھی اس وقت حاملہ تھی ساتھ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جن کو 'یوحنا' بھی کہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ''اے مریم میرے پیٹ میں جو ہے تیرے پیٹ والے کو سجدہ کرتا ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے''، ابن عباس نے کہا ہے کہ بی بی صاحبہ کو حمل اور وضع عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی ساعت میں ہوا تھا مگر ''تفسیر کبیر'' میں ابن عباس کا قول ۹ ماہ کا ذکر گیا ہے اور ایک ساعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ دوسرا قول عیسیٰ علیہ السلام کے حمل میں ۸ ماہ ہے۔ تیسرا قول ''عطاء اور ابوالعالیہ'' اور ضحاک کا ۷ ماہ کا ہے۔ چہارم ۶ ماہ کا۔ پانچواں قول تین ساعتوں کا ہے ایک ساعت میں حمل ہوا اور دوسری ساعت میں صورت بنی اور تیسری ساعت میں پیدا ہوئے۔ (تفسیر کبیر، صفحہ ۵۳۲، جلد ۵)

عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں بعد زوال کے ایسا کہا ہے علامہ نیشاپوری نے۔ اور بی بی صاحبہ حیض و نفاس سے پاک رہیں کما فی الکبیر للفخر الرازی وغیرہ۔ اور بی بی مریم کے ساتھ فرشتوں نے روبرو ہو کر باتیں کی ہیں یہ بزرگی کسی دوسری عورت کو نہیں دی گئی۔ اور

پرودگار نے بی بی کو برگزیدہ کیا اپنے زمانہ کی ساری عورتوں پر کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کو عنایت کیا بغیر باپ کے۔ حدیث شریف میں ہے کہ چار عورتیں بڑے مرتبہ والی ہیں۔ مریم اور فرعون کافر کی عورت آسیہ جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھی اور حضرت محمد ﷺ کی بی بی خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

فرمایا ''امام رازی'' نے کہ قرآن شریف کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی مریم صاحبہ سب عورتوں سے افضل ہیں۔ ''امام برماوی'' نے صحیح بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حمل کے وقت بی بی مریم کی عمر تیرہ برس کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد ۳۶ سال تک زندہ رہیں اور اپنی موت کے وقت عمر بی بی صاحبہ کی ایک سو بارہ (۱۱۲) برس کی تھی۔ مگر یہ روایت تفصیل چاہتی ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ماں کا نام الیشاء اور خالہ کا نام حنۃ بنت فاقوذا ہے۔ اور بی بی مریم روزہ کی حالت میں سجدہ میں گری پڑی تھیں کہ انتقال ہوا۔ بعد کو عیسیٰ علیہ السلام نے خواب میں والدہ اپنی کو دیکھا کہ جنت دار السلام میں اکرام اور عزت کے تخت پر بیٹھی ہوئی ہے۔ پس کہا کہ ''اے میرے بیٹے جنت میں آ کر پرودگار کے انعام کی شراب پر میں نے افطار کیا ہے''۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے والدہ کی ناف مبارک سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ''تفسیر حسینی'' میں ہے کہ بعد تولد کے ملائکہ نے ان کو غسل دے کر بہشت کے ریشم میں لپیٹ کر بی بی مریم کے کنار میں رکھ دیا۔ ہر مولود کو اس کی پسلی میں شیطان دو انگلیوں سے دبا کر درد دیتا ہے اور جب عیسیٰ علیہ السلام کو درد پہنچانے لگا تو وہ انگلیوں سے دبانا اس کا حجاب میں پایا گیا۔

''امام علائی'' نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے بیت لحم میں۔ اور بعض نے فرمایا کہ پیدا ہوئے ناصرہ میں جو قریہ ہے صہیون کے قریوں میں سے اور چونکہ

حضرت زکریا علیہ السلام بی بی مریم کے پاس آیا جایا کرتے تھے لہذا قوم یہود نے ان کو زنا کی تہمت دی اور کہا کہ یہ لڑکا تمہارا ہے اور یہود نے زکریا علیہ السلام کو جب پکڑنا چاہا تو زکریا علیہ السلام بھاگ کر ایک درخت کی طرف دوڑے اور وہ درخت پھٹ گیا اور زکریا علیہ السلام اس کے اندر گھس گئے۔ پس شیطان نے قوم یہود کو بتایا کہ وہ درخت میں ہے۔ پس ان مردود نے آرہ رکھ کر چیرنا شروع کیا اس درخت کو۔ یہاں تک کہ زکریا علیہ السلام کے جسم تک چیرتے چیرتے جا پہنچے۔ پس یہود نے زکریا علیہ السلام کے دو ٹکڑے کر کے چیر ڈالا۔ جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا بعد اس کے پروردگار کے حکم سے ملائکہ نے ان کا غسل اور کفن کر کے مقام 'نابلوس' میں دفن کر دیا۔

''امام قرطبی'' نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعد پیدا ہونے عیسیٰ علیہ السلام کے یہود نے جب کہ بی بی مریم کو آکر طعن وتشنیع کرنا شروع کیا تو بی بی صاحبہ نے کہا کہ اسی لڑکے سے سارا حال دریافت کرو۔ کفار نے کہا کیا ہم اس سے دریافت کریں جو کہ مہد میں بچہ پڑا ہوا ہے؟ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پینا ترک کر کے بائیں کروٹ پر تکیہ کر کے ان کی طرف ہو کر اپنے داہنے ہاتھ کی نر انگلی سے اشارہ کیا اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ پس پہلا کلام ان کا یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو کتاب دی ہے انجیل اور مجھ کو نبی کیا ہے یعنی روز ازل میں مجھ کو نبی کر دیا ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو لڑکپن ہی میں اسی ساعت میں کتاب پڑھائی گئی اور آپ علیہ السلام نے نبوت کا اعلان فرمایا۔ ''تفسیر حسینی'' میں ثعلبی سے منقول ہے کہ والدہ کے شکم میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل کی تعلیم دے دی۔ اور نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب کہ میں مکلف لائق نماز اور زکوٰۃ کے ہو جاؤں اور اتنے کلام کے بعد پھر اور

کوئی کلام نہیں کیا جب تک کہ اتنی عمر کو پہنچے ہیں کہ لڑکے جتنی عمر میں باتیں کرنا شروع کرتے ہیں۔ابو السعود فی قولہ تعالی انی عبد اللہ وتفسیر خازن اور اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے اور ''اسی خازن'' میں اس کے متصل یہ بھی ہے کہ کہا مریم صاحبہ نے کہ جب میں اور عیسیٰ تنہا ہوتے تو مجھ سے باتیں وہ کرتے اور میں ان سے کرتی تھی اور جب کسی اور سے میں مشغول ہوتی تو اس وقت عیسیٰ علیہ السلام تسبیح کرتے تھے اور جب کہ نو ماہ کے ہوئے تو بی بی صاحبہ نے ان کو مکتب میں داخل کیا واسطے تعلیم کے۔

فائدہ: مہد میں سات لڑکوں نے باتیں کی ہیں:

۱...... عیسیٰ علیہ السلام اور

۲...... یوسف علیہ السلام کا شاہد جو لڑکا تھا۔

۳......اور وہ لڑکا جس نے اپنی والدہ، بیٹی فرعون سے کہا تھا کہ آگ پر صبر کر جب کہ فرعون نے اس کو ڈالنا چاہا۔

۴......اور اصحاب اخدود کے قصہ میں ایک لڑکا۔

۵......اور یحییٰ علیہ السلام۔

۶......اور ایک عورت نے ایک چرواہے سے زنا کیا تھا اور کہا کہ یہ لڑکا جریج کا ہے اور وہ عابد تھا مگر والدہ اپنی کو نماز پڑھتے جواب نہیں دیا تھا اس واسطے ماں کی بددعا سے تہمت زنا کی اس پر لگائی گئی تھی اس لڑکے نے کہا کہ میں چرواہے کا بیٹا ہوں جریج کا نہیں ہوں۔

۷......اور ساتواں وہ کہ بنی اسرائیل کی عورت لڑکے کو دودھ دے رہی تھی اور ایک سوار گزرا عورت نے کہا ''یا اللہ میرے لڑکے کو ایسا کر دے''۔لڑکے نے مونھ سے پستان نکال کر کہا کہ ''یا اللہ مجھ کو ایسا نہ کر'' پھر ایک باندی کنیز گزری عورت نے کہا ''یا اللہ میرا لڑکا اس کی مثل

کر'' لڑکے نے کہا ''یا اللہ مجھ کو اس کی مثل کر''۔ پس ماں نے سبب دریافت کیا تو کہا کہ وہ سوار ظالم تھا اور اس کنیز کو چوری اور زنا کی تہمت دیتے ہیں حالانکہ یہ اس سے پاک ہے۔

(عینی بخاری، جلد ساتویں، صفحہ ۴۴۲، مصری)

امام زمخشری نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام سب لڑکوں سے زیادہ دانا اور عاقل تھے۔

معلم نے کہا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کہو بسم اللہ، تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ معلم نے کہا کہ کہو ابجد، عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اس کے معنی جانتے ہو؟ معلم نے کہا کہ نہیں جانتا ہوں تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ:

الف سے مراد اللہ ہے۔

ب سے مراد بہجت اللہ کی۔

ج سے مراد جلالت اور بزرگی اللہ کی۔

د سے مراد دین اللہ کا۔

ھوز: ہا سے مراد ہاویہ جہنم۔

واو سے مراد ویل اور افسوس اہل دوزخ کا۔

ز سے مراد زفیر اور آواز جہنم کی۔

حطی: حطت الخطایا عن المستغفرین. دور کیے گئے گناہ توبہ کرنے والوں سے

کلمن: کلام اللہ کی قدیم غیر مخلوق ہے۔

سعفص: صاع بدلہ صاع کا یعنی زیادہ سود ہے۔

قرشت: ای تحشرھم جمیعا. اٹھائے گا اے پروردگار تو سب لوگوں کو۔ پس معلم نے کہا کہ اے بی بی صاحبہ اپنے لڑکے کو لے جا اس کو استاد معلم کی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بی بی صاحبہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو معلّم کے پاس روانہ کیا تو معلّم نے کہا کہ کہو بسم اللہ۔ کہا عیسیٰ علیہ السلام نے کیا معنی ہیں بسم اللہ کے؟ معلّم نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ کہا عیسیٰ علیہ السلام نے **الباء بهاء الله والسين سناء الله والميم ملك الله۔**

حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام چھوٹی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ ایک شہر کے پاس پہنچے وہاں کے لوگ بادشاہ کے دروازہ پر جمع تھے۔ انہوں نے سبب پوچھا۔ کسی نے کہا کہ بادشاہ کی عورت پر لڑکا پیدا ہونے کی سختی ہے۔ اپنے بتوں سے یہ لوگ آسانی کے لیے سوال کر رہے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر میں اس عورت کے پیٹ پر ہاتھ رکھوں تو لڑکا جلدی نکلے گا۔ پس لوگ بادشاہ کے پاس ان کو لے گئے۔ بادشاہ سے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں خبر دوں کہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے تو تو ایمان لائے گا؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ اس کے شکم میں لڑکا ہے جس کے رخسارہ پر سیاہ داغ ہے اور اس کی پشت پر سفید نشان ہے۔ پھر فرمایا کہ اے لڑکے میں تم کو پروردگار کی قسم دیتا ہوں کہ جلدی نکل آ۔ پس پیدا ہوا لڑکا اور ویسا ہی تھا جیسا کہ بتایا تھا عیسیٰ علیہ السلام نے۔ پس بادشاہ نے ایمان لانا چاہا مگر اس کی قوم نے اس کو منع کر دیا اور کہا کہ مریم جادوگر عورت ہے اس کو بیت المقدس سے لوگوں نے نکال دیا ہے یعنی اس کے بیٹے کا خبر دینا تاثیر ہے جادو کی۔

حضرت وہب نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اول معجزہ یہ ہے کہ مصر میں ایک شخص مالدار مسکین سے محبت کرتا تھا اور غریب لوگ اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ پس اس کا مال چوری ہو گیا اور اس نے مسکینوں کو ملامت کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ اس کو کہو کہ سارے مسکینوں کو جمع کرے اپنے مکان میں۔ پس جب اس نے سب کو جمع کیا تو

عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص بے دست و پا یعنی لنگڑے لولے، شل کو ایک مرد اندھے کی گردن پر بٹھا دیا اور اندھے سے کہا کہ اس کو اٹھا، اس نے کہا کہ میں ضعیف کمزور ہوں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ گزشتہ رات میں اس پر کیسے قوی ہو گیا تھا۔ یعنی اے اندھے اس شل کو رات کے وقت کیسے اٹھا کر اپنے ہمراہ کر کے چوری کر لی؟ اور حالانکہ ان دونوں نے مل کر چوری کی تھی۔ بعد ازاں اس صاحب خانہ نے لڑکے کی خوشی اور شادی شروع کی مگر پینے کی کوئی چیز نہ تھی اس وجہ سے وہ غمناک تھا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام اس کے مکان میں جا کر جس برتن پر ہاتھ لگاتے وہی برتن شربت سے پُر ہو جاتا اور اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بارہ برس کی تھی...... الخ باری تعالیٰ نے فرمایا قرآن پاک میں ﴿وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ اور ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مضبوط کیا ساتھ جبرائیل علیہ السلام کے۔ تفسیر حسینی و تفسیر مظہری و تفسیر عزیزی و معالم و ابن کثیر نے لکھا ہے کہ روح القدس یعنی جبرائیل علیہ السلام ہر وقت قرین اور رفیق عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے تھے۔ ''فتح البیان'' میں ہے کہ جبرائیل عیسیٰ علیہ السلام سے ایک دم بھی جدا نہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ ان کے ساتھ ہی آسمان کو گئے۔

حکایت: حضرت کلاباذی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ایک بار عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے شیطان آیا رستہ میں 'افیق وادی' میں قریب بیت المقدس کے۔ پس ابلیس نے کہا کہ کون ہے تو؟ فرمایا کہ میں بندہ اللہ کا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی کنیز اور اس کی بندی کا بیٹا ہوں۔ یعنی بی بی مریم کا فرزند ہوں۔ شیطان نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ساری زمین کا خدا ہے کیونکہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مریضوں کو اچھا کرتا ہے اور کوڑھی اور اندھے مادر زاد کو اچھا کرتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سب فخر اور شان اور بڑائی ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ میں اس کے اذن اور حکم سے بیماروں کو اچھا کرتا ہوں میرا کوئی اختیار نہیں وہ اگر چاہے

تو مجھ کو مریض کردے۔ شیطان نے کہا کہ صبر کریں میں شیطانوں کو تیرے آگے سجدہ کرواتا ہوں۔ پس بنی آدم بھی دیکھ کر تم کو سجدہ کریں گے اور تو زمین کا خدا ہو جائے گا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفت کرنا شروع کردی اور شیطان کی بات کو رد کر دیا۔ بعدازاں حضرت جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام تینوں فرشتے آئے عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنے کے لیے۔ پس میکائیل علیہ السلام نے شیطان کو پھونک مار کر ایسا مشرق کی طرف اڑایا کہ سورج سے جالگا اور اس کی گرمی اور تپش سے جل گیا۔ بعدازاں اسرافیل علیہ السلام نے شیطان کو مغرب کی طرف پھونک مار کر ایسا اڑایا کہ جس چشمہ میں سورج جا گرتا ہے وہاں جا پڑا۔ جب نکلتا تھا جبرائیل علیہ السلام اس کو پھر اسی میں دھکیل دیتے تھے اس طور پر سات روز اس میں رہا۔ پس بعد اس کے عیسیٰ علیہ السلام سے بہت خوف کرتا تھا۔

حکایت: لڑکپن کی عمر میں عیسیٰ علیہ السلام لڑکوں کو خبر دیا کرتے تھے کہ ان کے ماں باپ نے ان کے لیے کیا کیا رکھا ہے۔ پس لڑکے آکر مکان میں وہ چیزیں طلب کیا کرتے تھے۔ ماں باپ دریافت کرتے تھے کہ تم سے کس نے یہ کہا ہے؟ تو وہ کہتے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے۔ پس لوگوں نے اپنے لڑکوں کو عیسیٰ علیہ السلام سے الگ کر کے ایک مکان کشادہ میں کر دیا تا کہ ان کی ملاقات لڑکوں سے نہ ہوا کرے اور لڑکے ان سے حال اپنے گھر کی چیزوں کا سن کر ماں باپ کو تنگ نہ کیا کریں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم لوگوں کے لڑکے کیا اس مکان میں ہیں؟ ان لوگوں نے عذر کیا اور کہا کہ اس میں تو بندر اور سوئر ہیں اور کچھ نہیں۔ تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ ایسے ہی ہوں گے۔ پس جب لوگوں نے دروازہ کھولا تو بے شک بندر اور سوئر ہی تھے۔ ''کبیر و ابوالسعود و خازن'' نے کہا کہ ایسی خبریں دینا عیسیٰ علیہ السلام کا اس سبب سے تھا کہ پروردگار نے ان کو اپنا برگزیدہ نبی کر کے بعض امور کا علم غیب عطا

فرمادیا تھا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ کو ساتھ بتانے پروردگار کے ہوا کرتا ہے۔ كما صرح به غير واحد۔ نہ اس سبب سے کہ جیسا کہ بعض نصاریٰ کا اعتقاد ہے کہ وہ اقنوم تھا اقنوم ثلثہ سے۔ عینی بخاری، جلد اول، صفحہ ۶۵ میں ہے والنصارى لايقولون فى عيسى انه نبى ياتيه جبرئيل عليه السلام وانما يقولون ان اقنوما من الاقانيم الثلثة اللاهوتية حل بنا سبت المسيح على اختلاف بينهم فى ذلك الحلول وهو اقنوم الكلمة والكلمة عندهم عبارة عن العلم فلذلك كان المسيح فى زعمهم يعلم الغيب ويخبر بما فى الغد فى زعمهم الكاذب......الخ. لفظ زعم کاذب کا تعلق اعتقاد عدم اتیان جبرئیل اور حلول اقنیم سے ہے نہ اخبار بالغیب سے۔ فانه صحيح

''امام رازی'' نے سورۃ آل عمران میں کہا کہ سب سے اول عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے حضرت یحییٰ علیہ السلام۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے مسیح نام ہونے کی وجہ:

اول: تو یہ کہ جب پیدا ہوئے تھے تو بدن پر ان کے تیل ملا ہوا تھا۔ دہن مبارک سے جس تیل کے ساتھ انبیاء لوگ ملے جاتے تھے خاص اور یہ تیل علامت ہوگا اس بات کی کہ ملائکہ جان لیں کہ جو تیل ملا ہوا پیدا ہوتا ہے۔ وہ نبی ہوتا ہے پس مسیح بمعنی 'ممسوح' ہوا فعیل بمعنی مفعول۔ (تفسیر کبیر)

دوم: یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔

سوم: اور یا یہ کہ وقت پیدا ہونے کے جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پروں سے ان کو ملا تھا شیطان سے بچنے کے لیے۔

چہارم: اور یا یہ کہ زمین کی سیاحی کیا کرتے تھے اور مقیم نہ ہوتے تھے۔

پنجم: اور فقیر کو بعض دوسری کتابوں میں یاد ہے کہ بیماروں پر تندرستی کے لیے ہاتھ پھیرنا بھی ایک وجہ ہے۔

''تفسیر کبیر، رازی'' میں ہے کہ لفظ مسیح اسم مشتق ہے یا موضوع۔ پس اس میں دو قول ہیں۔ ابو عبیدہ اور لیث نے کہا کہ اصل اس کا مشیحا ہے عبرانی زبان میں اور عرب والوں نے مسیح بنالیا اور عیسیٰ علیہ السلام کا اصل یشوع ہے جیسا کہ موسیٰ کا اصل موشی اور میشا ہے عبرانی میں۔ فعلی هذا القول لایکون له اشتقاق. اور دوسرا قول اشتقاق کا ہے۔ پانچ وجوہ تو یہ جو گزرے ہیں۔

ششم: یہ کہ انه مسح من الاوزار والآثام یعنی گناہوں سے پاک تھا۔

ہفتم: یہ کہ بوجہ ننگے پاؤں چلنے کے ان کے قدم ملے گئے تھے۔ چہارم معنی پر میم زائد ہے مسیح بمعنی 'سیاح' ہے۔ وعلى هذا المعنى يجوز ان يقال عيسىٰ مسّيح بالتشديد على المبالغة كما يقال للرجل فسّيق وشرّيب اور دوسرے معنی پر مسیح بمعنی 'ماسح' ہے، فعیل بمعنی فاعل ہے جیسے رحیم بمعنی راحم۔ (تفسیر کبیر)

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ''وجیہ'' فرمایا ہے جیسا کہ سورہ احزاب میں موسیٰ علیہ السلام کو ''وجیہ'' فرمایا اور وجیہ کے معنی صاحب جاہ کے۔ اور دجال کو بھی مسیح کہتے ہیں مگر اس معنی سے کہ وہ ممسوح العین ہے یعنی ایک آنکھ اس کی بیٹھی ہوئی ہے یا یہ کہ اس کی ناک نہیں ہے۔ پس وہ امسح الوجه والانف۔ اور سوائے اس کے ہزاروں معجزات ان کے کتابوں میں مذکور ہیں اور پھر اس سے بڑھ کر کیا فخر ہوگا کہ جن کے بارے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ''کیسے ہلاک ہوگی وہ امت کہ جس کے اول میں ہوں اور آخر میں مسیح ہوں

گے''۔ (قوت القلوب لابی طالب المکی) اور امام یافعی کے ''روض الریاحین'' میں ہے۔ ''کس طرح خوف کروں میں اس امت پر کہ اول اس کے میں ہوں اور آخر اس کے عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے''۔ ...الخ هذا الكل من الكتاب المستطاب نزهة المجالس ومنتخب النفائس للشيخ عبدالرحمن الصفوری رحمة الله تعالى عليه۔ خوشخبری امت محمد ﷺ کو کہ دونوں جلیل الشان پیغمبروں کے درمیان میں ہے اور دونوں کو برحق نبی مانتی ہے۔ سبحان اللہ باوجود اتنے بڑے مرتبہ کے پھر بھی محمد ﷺ کے تابع اور پیرو ہی ہوں گے۔ وصلى الله عليه وعلى سائر النبيين وآلهم واصحابهم اجمعين.

علامات امام مہدی رضی اللہ عنہ

سب مسلمانوں کو واضح ہو کہ کاذب مکار مہدی بہت گزر چکے۔ ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ۸۲ یا ۸۳ شخصوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور بعض بعض کو لوگوں نے خوب مانا اور لاکھوں خلقت تابع ہوگئی مگر آخر امر میں پردہ کھل گیا اور جب کہ سچا مہدی آئے گا تو روز بروز اسلام کا چرچا، کفر کی تباہی ہوتی جائے گی۔ جمیع روئے زمین کی بادشاہی کرے گا اور ہر کس و ناکس اس سے خبردار ہوگا نہ ایسا کہ قادیانی غلام احمد مرزا چند روز کے بعد قبر میں چپ چاپ جا گھسا اور کوئی کام مہدی کا نہ کیا۔

پس فقیر کتب اسلام سے ان کے اوصاف اور علامات ذکر کرتا ہے۔ امام مہدی صاحب خوبصورت جوان عمدہ بال والا، بال ان کے لٹکتے ہوں گے دونوں شانوں پر، قد ان کا میانہ ہوگا، ناک انکی دراز اور بلند، کشادہ پیشانی، دہنے رخسارہ پر سیاہ خال ہوگا۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی کی پیشانی فراخ اور بینی بلند اور دراز ہوگی، پُر کردے گا زمین کو عدل اور انصاف سے جیسا قبل اس سے ظلم کے ساتھ پر

ہوگی۔ (ترمذی)

حضرت ابوعبداللہ نے روایت کیا ہے اپنی کتاب میں علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع کر کے کہ اگر زمانہ کا ایک روز باقی رہے گا جب بھی امام مہدی میرے اہل بیت سے آئے گا اور زمین کو عدل سے ایسا پُر کرے گا جیسا کہ ظلم سے ہوگئی تھی۔ (ابوداؤد) سات برس تک بادشاہی کرے گا۔ اور ''نظم الفرائد بر شرح عقائد'' صفحہ ۲۵۴ میں ہے کہ بیس برس تک بادشاہی کرے گا۔

ابونعیم نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ''جس وقت تم دیکھو کہ ملک خراسان سے کالے جھنڈے اور نشان ظاہر ہوئے ہیں تو تم آؤ ان نشانوں میں اگرچہ گھٹنوں کے زور پر۔ کیونکہ وہ نشان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی کے ہوں گے''۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دیلمی نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''امام مہدی میرے قبیلہ سے فاطمہ کی اولاد سے ہوگا''۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ''امام مہدی جس قریہ سے ظاہر ہوں گے اس کا نام کریمہ ہے''۔ (رواہ ابونعیم) اور امام مہدی رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہیں ہیں بلکہ اسی زمانہ میں پیدا ہوں گے۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ امام مہدی وہ ابوالقاسم محمد حجۃ بن حسن عسکری ہے۔ ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے ہیں سر من رائی میں اور ان کے باپ کے دوسرا سوا ان کے بیٹا نہیں تھا۔ جب ان کا باپ فوت ہوا تو عمر امام مہدی کی پانچ برس کی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہے جیسے کہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو۔ اور وہ مدینہ میں دشمنوں کے خوف کے سبب سے پوشیدہ ہوگیا ہے۔ اس فرقہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ شریعت کے نطقاء سات ہیں یعنی سات پیغمبر ہیں جو کہ ناطق بالشریعۃ ہیں۔ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ محمد و محمد مہدی علیہم السلام اور ہر دو نطقاء کے درمیان میں سات امام ہوتے ہیں۔ جو

کہ شریعت کی ہر زمانہ میں تتمیم کرتے ہیں اور اس اعتقاد والے فرقے کو اسماعیلیہ اور سبعیہ اور قرامطہ کہتے ہیں...... الخ۔ (شرح المواقف ۷۵۴)

اور غیبوبت دو قسم ہے ایک صغریٰ دوسری کبریٰ۔ مگر یہ صاف غلط ہے کیونکہ علامہ مکی نے جمہور شیعہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ حسن عسکری کا کوئی ولد نہیں رہا فقط تعصب کر کے اس کی اولاد ثابت کر رہے ہیں۔

حاصل یہ کہ شیعہ لوگوں کے بیس قول ہیں اس میں کہ بعد حسن عسکری کے کس کا انکار ہے؟ اور کون کون امام ہے؟ اور شیعہ غیر امامیہ اس بات کے قائل ہیں کہ جس کو امام حجت کے لقب سے مشہور کیا ہوا ہے وہ مہدی نہیں سوائے مہدی کے کوئی اور ہے اور ہم اہلسنت والجماعت سے شیعہ لوگوں کا چند باتوں میں اختلاف ہے۔ اول یہ کہ ہمارے نزدیک امام مہدی امام حسن کی اولاد سے ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے کہنا بڑی واہیہ روایت ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ تیسرا یہ کہ امام عسکری کے اولاد ہی نہ تھی کیونکہ ان کے بھائی جعفر نے ان کے ترکہ سے میراث لی ہے۔ واما نفس وجود الامام المهدی الخليفة الحق فمتفق عليه تواترت به الاخبار اخرجها احمد والخمسة والحاكم ونصيربن حماد وابونعيم والرويانی والطبرانی وابن حبان وغيرهم عن جماعة من الصحابة بطرق كثيرة امام الطبرانی اور رویانی وغیرہما نے کہا! کہ فرمایا ''رسول اللہ ﷺ نے کہ مہدی میری اولاد سے ہوگا۔ اس کا منہ روشن ہوگا مثل ستارہ روشن کے۔ رنگ اس کا عربی ہوگا اور بدن اس کا اسرائیلی ہوگا۔ اس کی بادشاہی اور خلافت پر زمین اور آسمان اور ہوا کی چیزیں راضی ہوں گی''۔ اور ابن عساکر نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''جب مقیم ہوگا لوگوں میں وہ شخص جس کا لقب قائم

ہے (مہدی) آل محمد ﷺ سے، تو اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کے لوگ سارے جمع کر دے گا۔ رفقاء ہوں گے اہل کوفہ سے اور ابدال لوگ اہل شام سے''۔ قال الطبرانی مرفوعا قالوا لفاطمة نبینا خیرالانبیاء هوابوک وشهیدنا خیرالشهداء وهو عم ابیک حمزة ومعنا من له جناحان یطیر بهما فی الجنة حیث شاء وهوا بن عم ابیک جعفر ومنا سبطا هذه الامة الحسن والحسین وهما ابناک ومنا المهدی وفیه اخبار کثیرة متواترة المعنی. واما کونه من العباسیین اوخیر لامهدی الا عیسٰی بن مریم فضعیف لایسمع نظم الفرائد۔

بعض لوگ بے علم کہتے ہیں کہ امام مہدی کوئی نہیں بلکہ فقط عیسیٰ ہی ہوں گے حدیث میں ہے ''لا مهدی الا عیسٰی'' مگر اسکا جواب چند وجہ سے ہے۔ اول تو یہ کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے۔ دوسرا کہ محتمل التاویل ہے بلکہ بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً ماؤل ہے کیونکہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہما السلام کے اوصاف میں تغائر ظاہر ہے تو معنی حقیقی اس کا متعذر ہے یعنی نفی وجود امام مہدی رضی اللہ عنہ کی اور وقت تعذر معنی حقیقی کسی لفظ کے معنی مجازی لیے جاتے ہیں پس یہاں مجاز متعین ہوا اور وہ معنی اول ہیں۔ پس بعض تاویل کرنے والوں نے مہدی کو معنی منسوب الی المهد پر محمول کیا ہے اور یہ حصر بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے ہے اور ابن جریج کی حدیث سے اب یہ معنی مخدوش نہ ہوں گے اور بعض علماء نے مہدی سے مہدی لغوی مراد لیا ہے چونکہ مطلق مہدی کا ذکر ہے لہذا اس سے فرد کامل مراد ہوگا لان المطلق اذا اطلق یرادبه الفرد الکامل اور مہدی ہونے میں فرد کامل نبی اور پیغمبر ہی ہوتا ہے لہذا معنی یہ ہوئے، نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد پورا اور کامل مہدی اور ہدایت یافتہ نہ ہوگا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

توضیح اس کی یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ''لانبی بعدی'' اس عموم سے وہم ہوتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اگر چہ انبیائے سابقین میں سے۔ پس حضور اس وہم کی نفی فرماتے ہیں کہ میرے بعد نبی جو نہ آئے گا تو مراد یہ ہے کہ اب جدید نبوت کسی کو نہ دی جائی گی نہ مستقلہ، نہ تابعہ ہاں انبیاء سابقین میں سے ایک نبی ہماری شریعت کا تابع ہو کر آئے گا، وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آیت کریمہ یا احادیث متواترہ یا اجماع امت یا مسئلہ ضروریہ دینیہ کہ حضور ﷺ کا ختم نبوت ان چاروں وجوہ سے آفتاب کی طرح بلکہ اس سے ہزار ہا درجہ زائد واضح وروشن ہے اس سے اس قدر ثابت ہے کہ اب کسی کو نبوت عطا کیے جانے کا دروازہ بند فرما دیا گیا۔ اصلاً مطلقاً ہرگز اب کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ کیسا ہی تابع وغیر مستقل ٹھہرایا جائے۔

ہم پوچھتے ہیں وہ نبی کہ شریعت جدید نہ رکھتا ہو شرائع میں دوسرے نبی کا تابع ہو، جیسے حضرات حاملان تورات تھے علیہم الصلوۃ والسلام وہ نبی ہیں یا نہیں؟ اگر نبی نہیں تو ہمارا مطلب حاصل کہ اب کوئی نبی نہیں ہوسکتا نہ تابع، نہ مستقل۔ اور اب اسے نبی کہنا غیر نبی کو نبی کہنا اور اللہ عزوجل پر افتراء ہوگا اور اگر نبی ہے تو قرآن مجید نے جملہ نبیین کا ہی خاتم فرمایا ہے استقلال کی قید نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں، نہ اجماع میں، نہ ضروریات دین میں۔ تو جدید نبی تابع کا آنا ان سب کے خلاف ہوا۔

ہاں کسی سابق کا تشریف لانا وہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہوسکتا کہ اس کو نبوت پہلے مل چکی، نہ کہ جدید۔ اور ''فتاوی کاملیہ'' میں کہا ہے کہ اگرچہ حضرت محمد ﷺ کی امت میں سے ہوں گے۔ مگر درجہ ان کا اول سے زیادہ ہوگا بوجہ زندہ کرنے کے دین محمدی ﷺ کو۔ کہ اس وقت دین میں بہت کمزوری اور ضعیف ہوگا اور یا تو آسمان سے احکام شریعت کے سیکھ

آئے گا یا یہاں آ کر قرآن شریف اور حدیث کو معائنہ کرے گا اور پوری مراد شریعت پر واقف ہو جائے گا اور حجابات علمیہ دور ہو جائیں گے اور یا اپنے اجتہاد سے حکم کرے گا یا بواسطہ وحی کے، جو جو نبی ﷺ کی شریعت سے جانتے ہیں اس پر حکم کریں گے اور یا رسول ﷺ سے علم شریعت کا حاصل کریں گے اور یہ جو بعض جاہلوں نے مشہور کیا ہے غلط ہے کہ حکم کریں گے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر۔ اور خواجہ خضر نے امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے علم سیکھا ہے بارہ برس میں اور ان سے امام ابوالقاسم قشیری نے سارے علوم تین برس میں جان کر بہت سی کتابیں تصنیف کر کے صندوق میں رکھ کر اپنے کسی مرید سے دریائے جیحون میں ڈالوا دی ہیں۔ تا کہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو ان کتابوں کا نکال کر ان کے مسائل پر عمل کریں گے۔ پس یہ کلام بالکل باطل ہے اور بے اصل ہے اس کا نقل کرنا بھی درست نہیں سوائے رد کرنے کے۔ اول تو اس میں علامہ قہستانی صاحب جامع الرموز نے سخت غلطی کی اور بعد کے لوگ اس کی متابعت کرتے گئے۔ یہ کوئی ماننے کی بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر مجتہد غیر نبی کی تقلید کریں گے اور خواجہ خضر علیہ السلام جن کا مرتبہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے چند مرتبہ زیادہ ہے یقیناً اور وہ استاد موسیٰ علیہ السلام کے ہیں۔ انہوں نے کیسے بارہ برس امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھا؟ اور پھر اسی علم کو خواجہ خضر علیہ السلام سے امام ابوالقاسم نے تین برس میں حاصل کر لیا۔ پس شاگرد استاد سے زیادہ ذہین ہے اور اس بناء پر تو عیسیٰ علیہ السلام امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد کے شاگرد کے شاگرد ہوئے۔ بہت لوگوں نے اس بات کو سخت رد کیا ہے۔

فتاویٰ کاملیہ میں ہے: سئلت عن السید عیسیٰ ابن مریم اذا نزل اخر الزمان هل یکون کواحد من هذه الامة واذا قلتم انه یکون کواحد من

هذه الامة هل یتنزل عن مرتبة الرسالة **الجواب**: مافی حواشی شیخ مقدیش علی وسطی الشیخ السنوسی وهذا نصه قوله کواحد من امة. یعنی یکون کواحد منهم فی المشی علی شریعة ﷺ۔ واَمَّا نزوله عن مرتبة الرسالة فلا بل یزیده الله تعالیٰ رفع درجات وعلو مقامات حیث احیی الله تعالیٰ به هذا الدین وکاد یضمحل لما یقع فی هذا الدین من محو آثار الحق وتفاقم الحن وزلازل الضلال فیکون عیسیٰ علیہ السلام حاکما بنصوص الکتاب والسنة ویکشف الله له الغطاء عن المراد من احکام کتاب الله وسنة رسول الله ﷺ وبهذا تعلم بطلان ماتقوله بعض الجهلة من الاحناف المتاخرین من ان عیسیٰ علیہ السلام اذا نزل یحکم بمذهب الامام الاعظم ابی حنیفة رحمة الله تعالیٰ. وقد رد ذلک القول محققا المتاخرین من الحنفیة کالسید احمد الطحطاوی والسید محمد امین فی حواشیهما علی الدر المختار وشنعوا علی القائل بذلک۔ اقول: قال الشامی علیٰ قول الدر المختار فی مدح الامام الاعظم رحمة الله تعالیٰ وقد جعل الله الحکم لاصحاب الامام الاعظم واتباعه من زمنه الیٰ هذه الایام الی ان یحکم بمذهبه عیسیٰ علیہ السلام تبع فیه القهستانی. لکن لادلیل فی ذلک علیٰ ان نبی الله عیسیٰ علی نبینا وعلیه الصلوة والسلام یحکم بمذهب ابی حنیفة رحمة الله تعالیٰ علیه وان کان العلماء موجودین فی زمنه فلابدله من دلیل ولهذا قال الحافظ السیوطی فی رساله سماها الاعلام ماحاصله ان مایقال انه یحکم بمذهب من المذاهب الاربعة باطل لاصل له وکیف یظن بنبی انه

يقلد مجتهدا مع ان المجتهد من آحاد هذه الامة لايجوز له التقليد وانما الحكم بالاجتهاد اَوْبما كان يعلمه قبل من شريعتنا بالوحى اوبما تعلمه منها. وهو فى السماء او انه ينظر فى القرآن. فيفهم منه كما كان يفهم نبينا عليه السلام الخ. واقتصر السبكى على الاخير.

وذكر ملا على القارى ان الحافظ ابن حجر العسقلانى سئل هل ينزل عيسى عليه السلام حافظاً للقرآن والسنة. اويتلقاهما عن علماء ذلك الزمان فاجاب لم ينقل فى ذلك شئ صريح. والذى يليق بمقامه عليه السلام انه يتلقى ذلك عن رسول الله ﷺ فيحكم فى امته كما تلقاه منه لانه فى الحقيقة خليفة عنه اه. ومايقال ان الامام المهدى يقلد اباحنيفة رواه ملا على القارى فى رسالة المشرب الوردى فى مذهب المهدى وقرر فيها انه مجتهد مطلق ورد فيها ما وضعه بعض الكذابين من قصة طويلة حاصلها ان خضر عليه السلام تعلم من ابى حنيفة الاحكام الشرعية ثم علمها للامام ابى القاسم القشيرى وان القشيرى صنف فيها كتبا وضعها فى صندوق وامر بعض مريدى بالقائه فى جيحون. وان عيسى عليه السلام بعد نزوله يخرجه من جيحون. ويحكم بما فيه. وهذا كلام باطل لااصل له. ولايجوز حكايته الالرده كما اوضحه الطحطاوى واطال فى رده وابطاله فراجعه.....الخ

(شامی جلد اول)

چونکہ مستقل نبی میں ہادی ہونے کی شان غالب ہے اور تابع نبی میں مہدی ہونے کی شان غالب ہے۔ حتی کہ اس کا ہادی ہونا خود ناشی ہوگا مہدی ہونے کی شان سے

اسی واسطے بعنوان مہدی تعبیر فرمایا پس معنی یہ ہوئے کہ میرے بعد میرے تابع ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ تیسری تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ ایسی ترکیب دو چیزوں کے کمال اتحاد پر مشعر ہوتی ہے۔ گویا معنی یہ ہوئے کہ مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہیں۔ پس مہدی موضوع اور عیسیٰ علیہ السلام ..... محمول ٹھہرا اور موضوع ومحمول میں اتحاد کا حکم کبھی باعتبار حقیقت کے ہوتا ہے اور کبھی باعتبار مجاز کے مثلاً دو چیزوں کا زمانہ آپس میں بہت متقارب ہو اور ایک چیز کے واقع ہونے سے دوسری چیز کا واقع ہونا سمجھا جاتا ہو، تو اس لحاظ سے ان دونوں کو موضوع ومحمول بنا کر حکم اتحاد کا کیا جاتا ہے۔ اس کے نظائر کتب عربیہ میں بکثرت موجود ہیں اور خود حضرت معاذ بن جبل کی حدیث میں موجود ہیں۔ جو ابوداؤد وغیرہ میں وارد ہیں عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ عمران بيت المقدس خراب يثرب وخراب يثرب خروج الملحمة وخروج فتح قسطنطنية وفتح قسطنطنية خروج الدجال ثم ضرب بيده على فخذ الذى حدثه اومنكبه ثم قال ان هذا ملحق كما انك ههنا او كما انك قاعد يعنى معاذ بن جبل.....الخ

غور کرو کہ اس حدیث میں اسی صورت کے چار قضایا ایسے ہیں کہ جن میں ثبوت المحمول للموضوع اسی معنی سے ہے۔ فتح الودود حاشیہ ابوداؤد میں ہے اس حدیث کے متعلق والمعنى ان كل واحد من هذا الامور امارة لوقوع مابعده وان وقع هناك مهلة. پس مانحن فيه کا مطلب یہ ہوا کہ امام مہدی کے آتے ہوئے تھوڑا زمانہ گزرے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں گے۔

ایضاح امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کی خبر پر اجماع جمہور ہے اور خلاف جمہور کے نہایت اشد

اور اندر اور اقل ہیں اور پُر ظاہر کہ غیر جمہور کا قول بمقابلہ جمہور کے قابل اعتبار نہیں ہوتا۔
چنانچہ ابتداسے لے کر آج تک برابر بڑے بڑے علمائے مستندین وآئمہ معتبرین فقہاء ومحدثین ومفسرین اسی پر متحد ہیں اور کسی نے مخالفت نہ کی۔ ابو ہریرہ وانس سعید الخدری وثوبان وام سلمہ وام حبیبہ وابن عباس وابن مسعود وابن عمر وحضرت طلحہ امام بزار وابن ماجہ والحاکم وابویعلی الموصلی وطبرانی نے بطریق مختلفہ نقل کیا۔

سوال: صحیح بخاری میں امام مہدی کے ظہور کی حدیث نہیں۔ پس یہ نہ ہونا صحیحین میں موجب ضعف ہے اور قادح اجماع ہے۔

جواب: بخاری اور مسلم میں مذکور نہ ہونا اس خبر کا اجماع کو مضر نہیں ہے۔ دو وجہ سے اول تو یہ کہ ہم نہیں مانتے کہ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ خبر مذکور نہیں بلکہ مسلم میں یہ خبر موجود ہے۔ اگرچہ مبہم طور پر سہی۔ ونصه فینزل عیسٰی بن مریم فیقول امیرهم تعال صل لنا ...... الخ مگر مبہم کو جب کہ مفسر پر محمول کیا جاتا ہے تو وہ اُس کا عین ہو جاتا ہے۔ پس صحیحین خبر مہدی سے خالی نہ رہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ کسی امر کے اجماع کے لیے ہر ایک کا قول جدا جدا نقل ہونا شرط نہیں۔ بلکہ کسی قول کا مشہور ہو جانا اور اس میں کسی کا انکار منقول نہ ہونا اس کے مجمع علیہ کے لیے کافی ہے۔ جیسا کہ محدثین اور اصولیین نے اس پر تصریح کر دی ہے پس جب تک کہ امام مسلم اور امام بخاری سے اس خبر مہدی کا انکار نقل نہ ہوا اجماع میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ علاوہ یہ کہ یہ خبر امام بخاری اور امام مسلم سے پیشتر متقدمین میں مشہور بلکہ اشہر تھی اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ پس اجماع منعقد ہو گیا اور یہ مسئلہ کتب فقہ شامی، بحر، حموی وعلم اصول میں مبرہن ہے کہ ''خلاف متاخر رافع اجماع متقدم کا نہیں ہوتا۔''

ایضاً اگرچہ اہل اصول علم حدیث نے حدیث متواتر کے متعین ہونے میں کلام کیا

ہے۔ بعض نے تین حدیثیں صرف اتنی لاکھوں احادیث سے معین کیں اور بعض علماء نے چار، وعلی ہذا اگر کتب احادیث کو پورے طور پر معائنہ کیا جائے اور بتاًمل تلاش کی جائے اور احادیث کے طرق اور اسانید مختلفہ متعددہ کو دیکھا جائے۔ تو بہت احادیث ایسی نظر آئیں گی جو متواتر ہوں گی۔ کما حقق به المحققون وصرحوا به. پس اگر اسی خبر مہدی علیہ السلام کو دیکھا جائے کہ اس کی طرق مختلفہ اور اسانید متکثرہ اور رواۃ متوفرہ ہیں۔ تو بے شک متواتر کی مصداق ہے اور کسی حدیث کے متواتر ہونے میں یہ بھی شرط نہیں کہ سارے راوی اس کے عادل ہی ہوں۔ کما ہو مسلم۔ پس اگرچہ بعض راویوں کیوجہ سے بعض طریقوں میں ضعف معلوم ہوتا ہے مگر ضعف اختلافی ہے اور محدثین نے تصریح کر دی ہے اتفاقی ضعف بھی کثرت طرق سے محصر ہو جاتا ہے۔ پس ضعف مختلف فیہ کا انجبار بطریق اولی ہوگا بالخصوص ایسی کثرت، کہ حد تواتر تک ہو۔

سوال: امام مہدی کی خبر میں جو راوی ہیں ان میں سے بعض راویوں کو بعض نقاد حدیث نے ضعیف ومجروح کہا ہے۔

جواب: اگرچہ بعض علماء سے ان کی تضعیف نقل ہے۔ مگر دوسرے آئمہ نے ان کی توثیق بھی کر دی۔ پس یہ جرح ضعیف مختلف فیہ ہوئی۔ اور حالانکہ متواتر میں رواۃ کا ثقہ وعادل ہونا بھی شرط نہیں، اگرچہ یہ جرح قوی ہو۔ پس جس جگہ میں کہ جرح قوی بھی مضر نہ ہو وہاں پر جرح ضعیف مختلف فیہ کیا ضرر دے گی؟

سوال: کیوں ضرر نہ دے گی حالانکہ جرح مقدم ہے تعدیل پر؟ پس موثقین کی توثیق اور تعدیل کا کوئی اعتبار نہ رہا۔

جواب: جرح کا مقدم ہونا تعدیل پر یہ قاعدہ خود ظنی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس میں کلام طویل

ہے۔ تیسرا یہ کہ مسلمان میں اصل عدالت ہے اور یقینی امر ہے اور جبکہ اختلاف ہو کسی شخص میں کہ عادل ہے یا غیر عادل۔ تو بقاعدہ الیقین لایزول بالشک تعدیل کو مقدم کرنا مسوغ ہے۔ **دوسرا جواب:** یہ کہ خبر مہدی میں جو کہ بعض راویوں پر جرح کی گئی ہے وہ جرح مضر نہیں۔ کیونکہ اس جرح کا انجبار ہو چکا ہے تواتر اور اجماع سے۔

سوال: امام مہدی کی ایک حدیث میں ایک روای سلیمان بن عبید بھی ہے اور اس سے صحاح ستہ میں کسی نے روایت نہیں کی۔

جواب: یہ استخراج نہ کرنا علت قادحہ نہیں ہے کیونکہ کسی راوی کے مجروح ہونے کی علت کسی نے آج تک یہ نہیں بیان کی کہ اس کی حدیث فلاں محدث نے نہیں لی۔ بلکہ سلیمان بن عبید ثقہ ہے، اس کو ذکر کیا ہے ابن حبان نے ثقات میں اور کہیں مذکور نہیں کہ اس میں کسی ثقہ نے کلام کیا ہو۔

سوال: بعض اخبار مہدی میں عمار ذہبی ہے اور اس میں تشیع کا شبہ ہے۔

جواب: یہ امام مسلم کا راوی ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ امام مسلم کی روایات صحیح ہیں اور امام مسلم اعلیٰ درجہ کے منقد ہیں علم حدیث کے مجروح لوگوں سے روایت نہیں کرتے۔ پس جب کہ امام مسلم نے عمار ذہبی سے روایت کی تو معلوم ہوا کہ وہ اس کی جرح کو صحت حدیث کا قادح نہیں سمجھتے تھے۔ ایسے لوگ جب کسی سے حدیث نقل کرتے ہیں تو اس کے صدق اور حفظ پر پورا اطمینان کر کے نقل کرتے ہیں اور بڑا مدار اس باب میں صدق اور حفظ ہی پر ہے۔ پس عمار ذہبی کے سبب سے صحت حدیث میں کوئی قدح نہ ہوا۔ بشر بن مروان نے فقط تشیع کا قول اس میں کیا ہے۔ ورنہ احمد اور ابن معین اور ابو حاتم اور نسائی نے اس کو "ثقہ" کہا ہے اور امام حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ مطین نے کہا ہے کہ ۱۳۳ھ میں فوت ہوا ہے یہ

عمار بن معاویہ ذہبی ہے اور اس کو ابن ابی معاویہ اور ابن صالح بھی کہتے ہیں اور اس سے بڑے بڑے زبردست فاضلوں نے روایت کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب، صفحہ ۳۰۶)

سوال: امام مہدی کے بارے میں امام طبرانی نے حدیث نقل کی اور آخر اس کے کہا ہے رواہ جماعة عن ابی الصدیق ولم یدخل احد منهم بینه وبین ابی سعید احد الا بالواصل فانه رواه عن الحسن بن یزید عن ابی سعید. اور ابن خلدون مورخ نے اپنے مقدمہ میں امام ذہبی ناقد حدیث سے نقل کیا ہے کہ حسن بن یزید مجہول ہے اس سبب سے اس حدیث میں ضعف ہوا۔

جواب: یہ جرح مبہم ہے اور جرح مبہم پر تعدیل مقدم ہے اور وہ تعدیل اس جرح کے متصل ہے۔ خود مورخ مذکور کے کلام میں مذکور ہے لکن ذکرہ ابن حبان فی الثقات. جیسے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث "تمر بالرطب" میں فرمایا تھا کہ زید بن عیاش مجہول ہے تو تمام محدثین اور نقاد حدیث نے جواب میں کہا کہ زید بن عیاش کذا وکذا فان لم یعرفه ابو حنیفة فقد عرفه غیره۔ اور ابو الواصل سے اگر چہ صحاح ستہ میں روایت نہ ہونا اسی مقدمہ میں مذکور ہے۔ مگر اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ وجہ جرح نہیں ہو سکتا۔ دوسرا یہ کہ وہ ثقات میں سے ہے جیسے کہ خود مورخ نے کہا ہے وذکرہ ابن حبان فی الثقات فی الطبقة الثانیة.

ثم اقول بڑے بڑے محققین علماء اور مدققین فضلا نے ثابت کیا ہے کہ کوئی شخص مجتہد اگر کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ اس حدیث کی صحت کا حکم ہے۔ کما قال الشامی فی غیر موضع۔ اور اگر مجتہد کسی بات کا امر کرے یا نفس اخبار کسی شے سے دے تو وہ بھی مانی جاتی ہے، چہ جائے کہ حدیث سے سند پکڑنا۔ وجہ یہ ہے کہ مجتہد کا امر اور اخبار شارع کے امر اور اخبار سے ناشی ہوتا ہے شامی ج۱، صفحہ ۳۷۶، فصل ویجہر الامام میں ہے ولا یخفی ان

امرالمجتهد ناشی عن امر الشارع فکذا اخباره......الخ اور آخر زمانہ میں اگر کسی وجہ سے اس حدیث میں ضعف لاحق ہوگیا ہوتو وہ ضعف استدلال متقدم کومضرنہیں ہے۔ پس جب کہ متقدمین نے ان رواۃ مجروحین سے اس حدیث کونقل کیا اوراس کے مضمون کے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کا آنا فلاں فلاں صفت کے ساتھ ہے، معتقد رہے تو انہوں نے حدیث الباب کی صحت کا حکم کردیا اور ضعف سند میں بعد اس کے عارض ہوا اور یہ ضعف احتجاج متقدم کومضرنہیں ہوسکتا۔ اب علمائے متاخرین کے لیے اس حدیث کا قابل استدلال ہونا وہ اس اس طور پر ہے کہ متقدمین کا اس حدیث کو بنا بر قاعدہ صحیح کہہ دیا۔ اور اس تصحیح کی ان کی طرف نسبت متواتر ہونا مثل تعلیقات امام بخاری کے حجت ہوگیا کہ بخاری بعض احادیث کو بلاسند ذکر کرتے ہیں۔ مگر بوجہ اس کے کہ انہوں نے التزام صحت کا کرلیا ہے۔ لہٰذا لوگ ان کی سندنہیں ڈھونڈھتے۔ اور بخاری کی اس تصحیح ضمنی پر اکتفا کرتے ہیں۔ فکذا فیما نحن فیه۔

دوسرا یہ کہ متاخرین کومتقدمین کی اتباع ضروری وواجب ہے۔ کیونکہ ہر دور والوں پر اپنے ماقبل کا اتباع ضروری ہے ابلاغ احکام وتفصیل اجمال میں اور ہر دور کے علماء کے کلام میں جو جو اجمال ہوگا ان کے بعد والے اس اجمال کی تفصیل اور اس مبہم کی تفسیر کریں گے۔ پس لوگوں کو ان کی تفصیل اور تفسیر پر عمل کرنا ہوگا جیسا کہ اس مطلب کو کتاب ''انوار ساطعہ'' میں معتبر کتابوں کے حوالے دے کر واضح طور پر مع عبارات کے لکھا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ امام مہدی ہم اہل بیت سے ہوں گے یا غیر کسی سے۔ فرمایا حضرت ﷺ نے کہ ہم سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس دین کو ختم کردے گا۔ (رواہ الطبرانی)۔ و رواہ ابونعیم فی الحلیۃ فتاوی حدیثیہ میں ہے کہ مہدی رضی اللہ عنہ جب ظاہر ہوں گے ان کے سر پر دستار ہوگی۔ اور ان کے ساتھ منادی ہوگا اور یہ آواز دے گا کہ یہ مہدی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ ان کی تابعداری کرو اور یہ منادی فرشتہ ہوگا۔

خطیب ابونعیم اور طبرانی نے روایت کیا کہ حضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اس کی پشت سے ایسا جوان پیدا ہوگا جو زمین کو عدل اور انصاف سے پر کردے گا۔ پس جب تم اس کو دیکھو تابعداری کرو۔ اور تحقیق یہ کہ وہ مشرق سے آئے گا اور یہی مہدی ہوگا۔ (رواہ الطبرانی) اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت تم دیکھو کہ سیاہ نشان خراسان کے ملک سے ظاہر ہوئے ہیں تو تم بھی ان لوگوں میں آملو۔ اگر چہ تم کو برف پر چلنا پڑے ہاتھ اور شکم سے، کیونکہ ان نشانوں میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ روایت کیا ہے اس کو ابونعیم اور حاکم اور امام احمد اور نعیم بن داؤد نے اور جب امام مہدی کی شہرت ہوگی۔ اس وقت سفیانی کافر بہت لشکر جمع کر کے ان کے مقابلہ کے لیے لائے گا اور لشکر اس کا خشک زمین میں دھنس جائے گا اور یہ خوشخبری امام صاحب کو پہنچے گی، ماہ شعبان کے نصف میں سورج سیاہ ہوجائے گا اور آخر مہینہ میں چاند سیاہ ہوجائے گا۔ برخلاف اپنی عادت کے اور حالانکہ نجومیوں کا حساب یہ ہے کہ چاند سیاہ نہیں ہوتا۔ مگر تیرھویں تاریخ یا چودھویں یا پندرھویں میں وقت تقابل نیرین کے ہیئت مخصوصہ پر اور سورج سیاہ نہیں ہوتا مگر مہینہ کی ۲۷ یا ۲۸ یا ۲۹ تاریخ میں، یمانی کا خروج اور مغربی کا ظہور مصر میں، مشرق سے ایسا ستارہ نکلے گا جس کی روشنی چاند کی طرح ہوگی اور دوہرا ہوجائے گا ایسے کہ دونوں طرفیں اس کی قریب ملنے کی ہوجائیں گی۔ آسمان میں سرخی ظاہر ہوکر دیر تک رہے گی، آسمان کے اطراف میں اور پورب سے ایک آگ ظاہر ہوگی، لمبی اور باقی رہے گی درمیان زمین اور آسمان کے، تین روز یا سات روز تک عرب کے لوگ خروج کریں گے عجم کی بادشاہی سے، اور مالک ہوجائیں گے عرب کے لوگ ان شہروں کے، قتل کرنا اہل مصر کا اپنے امیر کو، قیس اور عرب کے نشان چلیں گے بطرف مصر کے اور ساٹھ کذاب نکلیں گے جو پیغمبری کا دعویٰ کریں گے،

اور ذُریع کی موت، ملک شام کے دیہات میں سے قریۂ جابیہ کا خشک زمین میں غرق ہوجانا۔

روایت کیا ابونصر نے ابوعبداللہ سے کہ خارج ہوگا امام مہدی طاق برسوں پر مثلاً پہلا، تیسرا، پانچواں، ساتواں، نواں۔ شاید کہ صدی کے طاق برس مراد ہیں اور رمضان کی تیئسویں رات میں ندا کرے گا ساتھ اسم قائم کے اور محرم کی دسویں تاریخ عاشورا کے روز مکہ شریف میں خانہ کعبہ میں درمیان رکن اور مقام ابراہیم کے کھڑا ہوگا اور ندا کرے گا ایک شخص کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرو اس وقت زمین کی رگیں کھنچی جائیں گی اور زمین تنگ ہو کر لپٹ جائے گی۔ پر ہر ملک سے مددگار مسلمان آ کر اقرار کریں گے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور مکہ سے کوفہ تک آئیں گے اور وہاں سے لشکر کو تقسیم کر کے ملکوں کی طرف روانہ کردے گا اور کوفہ کی مسجدوں کو کشادہ کرے گا اور دور کرے گا ہر گناہ کو اور بدعت کو، اور قائم کرے گا سنت کو اور فتح کرے گا قسطنطنیہ کو اور صین اور پہاڑوں کو اور ویلم کو اور نیز اسی ابونصر نے ابوعبداللہ سے روایت کیا کہ مہدی علیہ السلام قیام کرے گا سات برس اور جب خارج ہوگا اس وقت خانہ کعبہ کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھے گا اور جمع ہوں گے اس وقت ان کے پاس تین سو تیرہ (۳۱۳) آدمی ان کے تابع اور اول کلام ان کا یہ آیت ہوگی ''بقیة اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین.'' یعنی میں خلیفہ پروردگار اور حجت اس کی ہوں اور بہتر ہوں تمہارے لیے اگر تم لوگ ایماندار ہو۔ اور جو کوئی امام مہدی علیہ السلام کو سلام دے گا۔ تو اس طور پر کہے گا السلام علیکم بقیة اللہ فی الارض جب کہ وہاں ہزار مسلمان جمع ہوں گے اس وقت کوئی یہودی اور نصرانی سوائے ایمان کے باقی نہ رہے گا اور اس کو سچا جانے گا۔ انتہی۔

(العرائس الواضحہ)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ زوراء میں ایک واقعہ ہوگا لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ زوراء کیا ہے؟ فرمایا کہ پورب کے ملک میں دریاؤں کے درمیان میں ایک شہر ہے کہ اس میں بڑے شریر اور سرکش لوگ میری امت کے ہوں گے۔ ان کو اللہ تعالیٰ چار بلا میں مبتلا کرے گا۔ ''تلواریں اور خشک غرق ہوجانا زمین میں اور پتھر پڑنا ان پر اور صورت ان کی بدل جانا''۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت خارج ہوں گے سودان اور تلاش کریں گے عرب کو اور وہ ظاہر ہوں گے۔ پس ناگاہ ایک بادشاہ ظاہر ہوگا تین سو ساٹھ (۳۶۰) سواروں میں اور دمشق کو آئے گا۔ پس قبل گزرنے ایک ماہ کے قبیلہ بنی کلب کے تیس ہزار آدمی ان کے تابع ہو جائیں گے اور بعد اس کے روانہ کریں گے لشکر کو طرف عراق کے اور قتل کریں گے زوارء میں ایک لاکھ آدمی کو اور ان کو خارج کردیں گے اور کوفہ کے قیدی لوگ ان کے ہاتھ سے نجات پائیں گے۔ اور خارج ہوگا ایک اور بادشاہ سفیانی لشکر لے کر بسوئے مدینہ منورہ کے۔ پس غرق کردے گا زمین میں ان کو اللہ تعالیٰ فقط دو (۲) آدمی غرق ہونے سے باقی رہیں گے جو کہ سفیانی کو ایک ان میں سے جا کر اس بات کی خبر دے گا اور دوسرا امام مہدی کو۔ اور قریش کے لوگ بھاگ کر قسطنطنیہ کو چلے جائیں گے، اور سفیانی روم کے سردار کو لکھے گا، کہ ''یہ لوگ میری طرف روانہ کردو۔ پس وہ سردار روم کا ان کو سفیانی کی طرف روانہ کردے گا اور زیادہ اجتماع کریں گے یہ لوگ دروازہ دمشق پر۔

کہا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ اس وقت آسمان سے آواز آئے گی، کہ اے لوگو ظالموں اور منافقوں کا ظلم تم سے اللہ تعالیٰ نے دور کردیا ہے اور تمہارا مددگار ایسے شخص کو کیا ہے کہ جو اس وقت امت محمدی میں سے بہتر ہے۔ جاؤ مکہ میں اور اس سے مل جاؤ کہ وہ

مہدی ہے اور نام اس کا احمد بن عبداللہ ہے۔ حذیفہ نے کہا کہ عمران بیٹا حصین کا کھڑا ہو کر کہنے لگا! کہ ہم کس طور پر اس کو شناخت کریں گے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ "وہ ایک مرد ہے میری اولاد میں سے۔ بنی اسرائیل کے لوگوں سے مشابہ ہے۔ اس پر دو چادریں صوف کی ہوں گی۔ مونھ اس کا ستارہ کی طرح چمکتا ہوگا۔ اس کے مونھ پر دائیں رخسار پر کالا تل ہوگا اور اس کی چالیس (۴۰) برس کی عمر ہوگی۔ شام کے ملک سے ابدال اور مصر سے نجباء و غیرہ اس کی قسم بزرگی اور غوثیت کے مرتبے والے لوگ اور مشرق وغیرہ ملکوں سے لوگ اس کے پاس آکر بیعت کریں گے۔ مکہ شریف میں درمیان رکن اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے بعد شام کی طرف جائے گا۔ اور حضرت خواجہ خضر علیہ السلام ان کے لشکر کے سپہ سالار ہوں گے اور میکائیل علیہ السلام اس لشکر کے ساقی ہوں گے۔ پس خوش ہوں گے اس سے اہل آسمان و زمین اور پرندے اور جنگلی وحشی جانور اور دریا میں مچھلیاں۔ اور ان کی حکومت میں پانی بہت ہوگا اور زمین سے خزانے خارج کرے گا۔ بعدہ ملک شام میں جا کر سفیان کافر کا ذبح کرے گا۔ اس درخت کے نیچے جس کی شاخیں بحیرہ طبریہ کی طرف کو ہیں اور قتل کرے گا قبیلہ کلب کو......الخ

اور روایت کیا ابونعیم نے کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو امام مہدی رضی اللہ عنہ لوگوں کے سردار کہیں گے کہ آئیے اور امامت کیجیے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ خبردار ہو جاؤ کہ تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے سردار ہو، اس امت کی کرامت کے سبب سے۔ یعنی تمہارے اوپر دوسرا آدمی سرداری اور پیشوائی نہیں کر سکتا۔ ابوعمرو الدارانی نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ میری امت سے ایک قوم حق پر اس

لڑاتی رہے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے وقت طلوع فجر(۱) کے بیت المقدس میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پاس۔ پس اس سے کہا جائے گا کہ اے نبی اللہ کے آگے ہو کر نماز پڑھائیے۔ پس فرمائیں گے کہ اس امت کے بعض لوگ امیر ہیں بعض کے اوپر۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کی ایک علامت یہ ہے کہ منا بازار کے حاجی لوگ سخت لوٹے جائیں گے

---

(۱) ایک روایت میں عصر کا وقت مذکور ہے، جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا اور یہی قوی ہے، اور امام نماز کی جگہ سے پیچھے کو الٹے پاؤں پھیرے رجعت قہقری کریں گے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے امام مہدی کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر آپ ہی نماز پڑھائیے۔ آپ کے لیے اقامت کہی گئی ہے۔ پس امام مہدی رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں گے۔ اور بعض روایت میں ہے کہ اس وقت کی نماز عیسیٰ علیہ السلام ان کے اذن سے پڑھائیں گے اور پھر امام مہدی امامت کریں گے اور عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کی امت میں ہونے کا فخر کریں گے۔ ایسا کتب سیر وحدیث میں ہے اور بعض کتابوں میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پچاس وقت کی نماز پڑھا کریں گے۔ مگر اصح یہی ہے کہ پانچ وقت نماز پڑھیں گے اور شریعت محمدیہ کی تابعداری کریں گے۔ کیونکہ ان کی اپنی شریعت منسوخ ہوگئی ہے۔ شرح عقائد ہے لكنه يتابع محمد ﷺ لا ن شريعته قد نسخت فلايكون اليه وحى ونصب الاحكام بل يكون خليفة رسول الله ﷺ ثم الاصح انه يصلى بالناس ويؤمهم ويقتدى به المهدى لانه افضل فامامته اولى ...... الخ میں کہتا ہوں! کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کسی حکم جدید خارج از شریعت مصطفویہ کی وحی نہ ہوگی اور مستقل طور پر بطریقہ نبوت جدیدہ کوئی حکم نہ دیں گے مگر عیسیٰ علیہ السلام کا امامت کرنا بوجہ ان کے افضل ہونے کی یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ قیاس اور نص کے ہوتے ہوئے قیاس بے کار ہے۔ کما قاله صاحب نظم الفرائد قوله ثم الاصح ...... الخ
هذا تصحيح من طريق القياس لكنه يترك اذا لاح الاثر. فالاحاديث كلها على خلافه منها. حديث ابى سعيد رفعه منا الذى يصلى عيسى بن مريم خلفه اخرجه نعيم فى مسنده ومنها حديث جابر رفعه مطولا فى آخره. فينزل عيسى بن مريم فيقول اميرهم صل لنا فيقول لان بعضكم على بعض امير اخرجه ابونعيم ومنها حديثه مختصر اكيف انتم اذانزل عيسى ابن مريم وامامكم منكم اخرجه احمد ومسلم وابن جرير وابن حبان ومنها حديث ابى امامة الباهلى مطولا مرفوعا فى آخره. وامامهم المهدى رجل صالح اخرجه ابن ماجة والرويانى وابن خزيمة وابوعوانة والحاكم فى صحاحهم وابونعيم فى الحلية ومنها حديث حذيفة مرفوعا ومنها حديث جابر مرفوعااخرجه ابوعمروالدارانى فى سننه ومنها اثرعبدالله بن عمرو ومنها اثر ابن سيرين اخرجه ابن ابى شيبة فى مصنفه ففى كلها تصريح بامامة المهدى فى الصلوة وانكار عيسى بن مريم. ومنها اثر كعب مطولا وفيه فقام الصلوة فيرجع امام المسلمين المهدى فيقول عيسى تقدم لك اقيمت الصلوة فيصلى بهم تلك الصلوة ثم يكون اماما بعده وبهذا وفق على القارى بين قول الشارح والآثار وفيه. اولا انه لايعارض المرفوعات وليس هذاباثر صحابى ايضا. وثانيا ان المتقدمه اخبار صحيحة الاسانيد. وثالثا ان كعبا مشهوربالاخذ عن الاسرائيليات فلاتقوم به حجة كاملة. ورابعا ان ضمير بعده فى قوله اما بعده يرجع الى المهدى اى بعد موته لاالى الصلوة ويؤيده تعليلات المسيح بقوله لك اقيمت وبعضكم على بعض امير. وخامسا انه لوسلم فالكلام فى الصلوة عند نزوله لافيما بعده انتهى بتغيريسير. ۱۲ منه

اور قبائل جنگ آپس میں زور سے ہوگا اور اس قدر خون جاری ہوگا کہ جمرات پر پڑے گا۔
پس امام مہدی رضی اللہ عنہ کو لوگ خلیفہ وقت اور بادشاہ بنائیں گے درمیان رکن اور مقام ابراہیم
کے اور وہ انکار کریں گے یہاں تک کہ ایک منادی غیب سے ندا کرے گا کہ یہ اللہ کا خلیفہ
مہدی ہے اس کی اتباع کرو اس وقت آپ بیعت لیں گے اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی
ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک روز خطبہ پڑھ کر ذکر دجال کا کیا اور فرمایا کہ مدینہ سے شر اور
پلیدی اس طور پر نکالی جائے گی جیسے کہ لوہار کی بھٹی میں لوہے کا میل دور کیا جاتا ہے اور اس
روز کو ''روزِ خلاص'' کہا جائے گا۔ ام شریک نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس روز عرب لوگ
یہاں ہوں گے فرمایا کہ وہ تھوڑے ہوں گے اور اکثر بیت المقدس میں جارہیں گے اور ان کا
امام اور بادشاہ ایک مرد صالح ہوگا جو مہدی ہے۔۔۔۔۔الخ (مختصرا)
ابن جوزی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سارے روئے زمین کے بادشاہ چار شخص
ہوئے ہیں۔ دو مومن اور دو کافر پس مومن سکندر ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علیہما السلام اور
کافر نمرود اور بخت نصر۔ اور قریب ہے کہ مالک ہوگا ساری زمین کا پانچواں میری اولاد سے
یعنی امام مہدی۔ انتہی

ترمذی اور ابو داؤد نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ فرمایا نبی ﷺ نے
دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ مالک نہ ہولے عرب کا ایک مرد میرے اہل بیت سے اس کا نام
میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا میرے باپ کا نام ہوگا زمین کو عدل سے پر کردے گا جیسے کہ
ظلم سے پر تھی قبل اس کے جب مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور ہوگا تو اس پر ایک شخص اپنا لشکر جنگ کے
لیے روانہ کرے گا اور اس شخص کے ماموں، نانا قبیلہ بنی کلب سے ہوں گے اور امام مہدی
رضی اللہ عنہ بھی اس پر لشکر روانہ کریں گے۔ پس مہدی رضی اللہ عنہ اس پر غالب ہوں گے اور مہدی

رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کریں گے اور ان کے وقت میں اسلام آرام لے گا۔ اور
آپ وفات پائیں گے تو مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے اور دفن کریں گے اور مہدی
رضی اللہ عنہ بیشمار مال دونوں ہاتھ سے تقسیم کریں گے اور ان کے زمانہ میں مال بہت ہوگا سب
لوگ دولت مند ہوں گے مالدار زکوۃ کا مال دے گا اور فقیر قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ (صحیح
مسلم و بخاری وغیرہ) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی علامات رسالہ میں جابجا ذکر ہو چکے ہیں اور
یہاں پر چنداں بیان کی ضرورت نہیں کہ ان کا آنا موقوف ہے بعد آنے امام مہدی کے۔
مؤلف رسالہ کی طرف سے آخری عرض مسلمانوں کی خدمت میں یہ ہے کہ امام
مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خروج بے شک قریب ہے مگر یہ بات کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور کوئی آج
کل کے موجودہ لوگوں سے امام مہدی ہونے کا دعوی کرے یا کوئی شخص امام مہدی ہو چکا
ہے یہ سب غلط اور خبط ہے اور یہ اعتقاد خلاف شرع ہے۔ صاحب ''مجمع بحار الانوار''
فرماتے ہیں کہ بڑے بے قوف اور نادان اور نقصان کار ہیں وہ لوگ جو کہ اپنے دین اسلام کو
مزاح سمجھتے ہیں اور بے علموں کو پیشوا بناتے ہیں اور جب کوئی مسافر غریب الوطن مثلاً دعوے
کرتا ہے کہ میں امام مہدی ہوں تو اس کو بلا تامل تسلیم کر لیتے ہیں اور امام مہدی رضی اللہ عنہ کے
اوصاف اور خواص اور علامات اس میں نہیں ہوا کرتے بلکہ بعض ایسے بے دین ہوتے ہیں
کہ اس کو رسول اللہ ﷺ پر افضل جانتے ہیں اور اس کے ساتھ والوں کے ایک کا نام ابوبکر
صدیق اور حضرت عمر و حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض کو مہاجرین اور بعض کو انصار
اور عائشہ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رکھتے ہیں اور بعض بے قوفوں نے ملک سندھ کے ایک شخص
کاذب غدار کو عیسیٰ مقرر کر لیا۔ پس اس فقیر کی کوشش سے بعض جلاوطن کیے گئے اور بعض قتل
کیے گئے اور بعضوں نے اس اعتقاد بد سے توبہ کر لی اور عبارت ''مجمع بحار الانوار'' کی یہ

ہے۔ ومنه مهدى آخر الزمان راى الذى فى زمن عيسىٰ علیہ السلام ويصلى معه
ويقتلان الدجال ويفتح القسطنطنية ويملك العرب والعجم ويملأ
الارض عدلا وقسطا ويولد بالمدينة ويكون بيعته بين الركن والمقام
كرهاعليه ويقاتل السفيانى ويلجأ اليه ملوك الهند مغلغلين الى غير
ذلك وما اقل حياء واسخف عقلا واجهل دينا وديانة قوما اتخذوا دينهم
لهوا ولعبا كلعب الصبيان بالخذف والحصا فيجعل بعضها اميرا وبعضها
سلطانا ومنها فيلاً افراسا وجنودا فهكذا هولاء المجانين جعلوا واحدا
من غرباء المسافرين مهديا بدعواه الكاذبة بلا سند وشبهه جاهلا متجهلا
بلاخفاء لم يشم نفحة من علوم الدين والحقيقة فضلا من فنون الادب
يفسرلهم معانى الكلام الربانى ويتبوأبه مقاعد فى النار ويسفههم با
لاحتجاج بايات المثانى بحسب مايأولها لهم فيما شرع لهم عن عقائد
ظهرت فسادها عند الصبيان واذا اقيم الحجج النبوية الدالة على شروط
المهدوى يقول هى غيرصحيح ويعلل بان كل حديث يوافق اوصافه هو
صحيح وما يخالفه فغير صحيح ويقوله انه مفتاح الايمان بيدى فكل من
يصدقنى بالمهدوية فهومومن ومن ينكرها فهو كافر و يفضل ولايته على
نبوة سيد الانبياء ﷺ وينسبه الى الله عزوجل ويستحل قتل العلماء واخذ
الجزية وغير ذلك من خرافاتهم ويسمون واحدا ابابكرالصديق واخر
بآخر وبعضهم المهاجرين والانصار وعائشة وفاطمة وغير ذلك وبعض
اغبيائهم جعلوا شخصا من السند عيسىٰ فهل هذا الا لعب الشيطان

وكانوا على ذلك مدوا كثيرة وقتلوا فى ذلك من العلماء عديدة الى ان
سلط الله عليهم جنود لم يروها فاجلى اكثرها وقتل كثير وتوّب اخرين
توبة وفيرا ولعل ذلك بسعى هذا المذنب الحقيرواستجابة لدعوة
الفقيرو الله الموفق لكل خيرفا لحمدلله الذى بنعمته تتم الصالحات۔انتہی

(صفحہ ۱۸۰، تکملہ مجمع بحار الانوار)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے ادلہ

قولہ تعالیٰ: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ منجملہ اقسام قصر الموصوف
علی الصفۃ کے ایک قسم ہے یعنی قصر قلب۔ کلمہ بل کا مفرد میں اضراب یعنی اعراض کے لیے
ہوتا ہے اگر بعد امر یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کے لیے کرے گا اور معطوف
علیہ کو کالمسکوت عنہ کر دے گا اور بعض نفی یا نہی کے حکم اول یعنی منفی یا منہی کو برحال خود رکھے
گا اور ضد اس حکم کی مابعد کے لیے ثابت کرے گا۔ قام زيد بل عمروا. ليقم بكربل
خالد. شعر

لم اكن فى مربع بل فيها   لاتضرب زيدا بل عمروا

اور جس صورت میں مابعد بل کے جملہ ہو تو ابطال جملۂ اولیٰ اور اثبات جملہ ثانیہ
کے لیے ہوگا۔ قولہ تعالیٰ ﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ﴾ یا انتقال من غرض الی غرض آخر پر دال
ہوگا۔ قولہ تعالیٰ ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ نیز یہ بھی معلوم ہو کہ ﴿بَلْ﴾ دونوں
صورتوں یعنی مفرد اور جملہ میں عطف کے لیے ہوتا ہے۔ بنا بر تحقیق اور مشہور عند النحاۃ عاطفہ
ہونا اس کا مختص بالمفرد ہی ہے یعنی جس صورت میں کہ بعد اس کے مفرد واقع ہو۔ اور جملہ
میں حرف ابتدا کا ہوگا۔ بنا بر مشہور ﴿بَلْ﴾ مشترک ٹھہرا عطف اور ابتدا میں اور ظاہر ہے ز کی

ماہر پر کہ عدم اشتراک صحیح ہے بہ نسبت اشتراک کے۔ فقط بودے لوگ سرسری جو امتیاز درمیان معنی وضعی اور اس کے افراد میں نہیں کر سکتے جب استعمال لفظ کا افراد میں بھی معنی وضعی مطلق کی طرف پاتے ہیں تو ان کو دھوکا اشتراک اللفظ بین المطلق والافراد کا لگ جاتا ہے۔ بلکہ فرد معین ہی کو بلحاظ کثرت استعمال کے موضوع لہ سمجھ لیتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل اردو خوانوں کو لفظ ''توفی'' میں دھوکا لگا ہوا ہے بیان اس کا عنقریب آئے گا۔ کلمہ ''بل'' کا موضوع لہ فقط اعراض ہے پہلے کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اس کی علیٰ ہذا القیاس۔ ابطال ذات پہلی کی یا انتقال غرض سے یہ سب انواع ہیں اعراض کے لیے جو معنی وضعی ہیں۔ (۱۲ بحرالعلوم مسلم الثبوت)

الغرض کلمہ ﴿بَلْ﴾ کا بنابر تحقیق ہذا آیت مذکورہ میں حرف عطف ٹھہرا ابطال جملہ اولیٰ یعنی ''قتلوہ'' کے لیے اور منجملہ طرق قصر کے قصر بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المثبت والمنفی کرے کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیزا بین الخطاء والصواب کے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خلط بین الصواب والخطاء ہے نکل جائے اور بالخصوص قصر بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں۔ مانحن فیہ میں یہود کا افتراء دو وجہ سے تھا۔ ایک مسیح کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا دوسرا اس مقتولیت کو محقق بولنا۔ یعنی ﴿اِنَّا قَتَلْنَا﴾ سے تعبیر تاکیدی کرنی۔ وجہ اول کو متکلم بلیغ نے ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ سے رد کیا۔ وجہ دوسری کو ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ سے۔ اب اگر ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کو کنایہ اعزاز واکرام سے کہا جائے جیسا کہ مرزا قادیانی ورافعک الی میں کہتا ہے تو بمقتضائے قصر قلب کے چاہیے کہ مابعد 'بل''، یعنی اعزاز اور ماقبل یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں مع آنکہ مقتول مومنین میں سے ظلما اعلیٰ درجہ کا معزز

اور مکرم عنداللہ ہوتا ہے۔ قصر قلب میں اگرچہ تنافی بین الوصفین بنابر تحقیق ضروری نہیں۔ مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسرے وصف کے لیے نہایت ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ماذکرہ المتکلم کے متصور ہو اور اگر رفع سے مراد موت طبعی بعد واقعۂ صلیب بعرصۂ دراز مثل مزعوم مرزا کے لی جائے تو بحسب مضمون بالا کے تصریح بہ بل بقی حیا ثم توفه اللہ ورفعه الیه کے ضروری ہے ورنہ فصاحت اور بلاغت قرآن کریم میں جو اعلیٰ وجوہ اعجاز اس کے سے ہے، خلل واقع ہوگا۔ متکلم بلیغ کی شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام تمیز ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسے کلام بولے جس کا معنی بحسب التبادر مخالف ہوں معنی مراد سے کیونکہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ سے تحقق رفع در واقعہ صلیب یا قبل اس کے بحسب محاورہ قرآنیہ وغیرہ مفہوم ہوتا ہے۔ دیکھو بل جاء هم بالحق. کو جو بعد ام یقولون افتراہ کے ہے۔

اور ارادہ رفع روح کا موت طبعی کے طور پر یستلزم بین الحقیقۃ والمجاز کما ہو مزعوم القادیانی۔ کیونکہ مرزا بصورت ہونے کلمہ الی کے صلہ رفع کا اس ترکیب کو مجاز فی التقرب ٹھہراتا ہے۔ پس یہ ارادہ مرزا کا قول باری تعالیٰ بل رفعه اللہ الیه سے مع زعم تحقق اس کے قبل از واقع صلیب مستلزم ہے وقوع کذب کو کلام الٰہی میں والعیاذ باللہ. لانتفاء المحکی عنه بعد ملاحظہ ماضویت اضافیہ کے یعنی بہ نسبت ماقبل ''بل'' کے اور ظاہر کہ ماضویت بالاضافۃ الی زمان النزول مخل ہے فصاحت میں بعد از قطع احتمالات مذکورہ آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کی محکم ٹھہری رفع جسمی مسیح میں لہٰذا اہل لسان اور محاورہ داں صحابہ اور سلف سے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رفع جسمی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف مروی نہیں اور اسی وجہ سے یعنی چوں کہ محکم ہے رفع جسمی میں تو نص ہوگی

واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل﴾ اور ما من نفس منفوسة...... الخ وغیرہ وغیرہ اور یہی آیت قرینہ صارفہ ہے ارادہ کرنے معنی موت کے ''توفیتنی'' سے اور ''متوفیک'' سے برتقدیر عدم تقدیم وتاخیر کے۔ اور یہی آیت باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ ﴿شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ میں حیا ملحوظ نہیں ہے اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث فاقول کما قال العبد الصالح...... الخ میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ سے معنی غیر موت کا لینے کے۔ اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین...... الخ میں برتقدیر صحت کے حیات حیات فی الارض مراد لینے کے۔ اور یہی آیت بعد از قطع احتمالات مذکورہ کے استبعاد عقل انسانی کو جو در بارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے بجسدہ العنصری آسمان پر تھا زائل کر رہی ہے۔
هذه الاية تكفى جوابا لجميع السوالات وان اجبنا عن كل سوال تبرعا من بعده اور نیز معلوم ہو کہ مرزا جو بڑے زور شور سے کہتا ہے کہ ''انی متوفیک'' سے معنی ''ممیتک'' کا بشہادت محاورہ قرآنیہ لیا جائے گا اور ایسا ہی ''فلما توفیتنی'' میں بھی معنی موت کا تحقق یعنی ''انی متوفیک'' سے وعدۂ موت اور ''فلما توفیتنی'' سے تحقق موت کا اور بل رفعه الله اليه سے رفع روحانی مراد ہوگا جیسا کہ ''ازالہ اوہام'' میں کہتا ہے۔ لفظ ''توفی'' میں مرزا اور اس کے اذناب کو سخت دھوکا لگا ہوا ہے لہٰذا اس میں قدرے بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ مرزائی جان لیں کہ ''توفی'' کے معنی سوائے موت کے قرآن اور لغت سے ثابت ہے اور اسی سے تطبیق بین الایات بھی ہاتھ آئے گی۔

توفی ماخوذ ہے 'وفا' سے وفا کے معنی 'پورا ہونا'۔ کہتے ہیں فلانی چیز وافی وکافی ہے۔ ایفا کے معنی پورا کرنا اور توفی تفعل ہے بمعنی استفعال کے۔ یعنی استیفاء جس کا ترجمہ

پورا لینا۔ لغت کی کتابیں مثل صحاح، صراح، قاموس وغیرہ اور ایسا ہی تفاسیر سب اس معنی پر متفق ہیں اور یہ بھی واضح ہو کہ لغت اور تفاسیر میں معنی مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں اگرچہ موضوع لہ نہ بھی ہو۔ بلکہ فرد ہی اس موضوع لہ کا ہو یا کسی نوع کا علاقہ معنی موضوع لہ سے رکھتا ہو۔ جیسا کہ لفظ ''اله'' جس کا معنی معبود مطلق ہیں واجب ہو یا ممکن اور ''الهة'' بمعنی معبودات مطلقہ کواکب ہوں یا بت یا آدمی حالانکہ بہت جگہ اہل لغت اور مفسرین لفظ ''الهة'' کی تفسیر اصنام کے ساتھ کر دیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ کتب لغت میں ظاہر ہے اور تفسیر ابن عباس میں متعلق اموات غیر احیاء کے لکھا ہے ''اموات اصنام''۔ وہیں پر ظاہر ہے کہ اصنام یعنی بت لفظ ''الهه'' کے معنی وضعی نہیں ہیں بلکہ اس معنی موضوع لہ کا ایک فرد ہے جو کہ معبودات مطلقہ ہیں۔ بے علم مولوی اردو خواں زعمی مولوی ایسے الفاظ کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بیان معنی وضعی کا ہے بلکہ اسی کو حصر کے طور پر نسبت اس مطلق کے موضوع لہ قرار دیتے ہیں بوجہ اس کے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کر سکتے۔

الغرض الفاظ مشتقہ میں معنی حقیقی بھی اور ہوتے ہیں اور معنی مستعمل فیہ اور ہوتے ہیں۔ پس مانحن فيه میں بھی مرزا اور اس کے اذناب کو یہی دھوکا لگا ہوا ہے۔ لغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ توفی کے معنی موت کے بھی ہیں اور صحیح بخاری میں ''متوفیک'' کی تفسیر ''ممیتک'' کے ساتھ کی ہے تو اس اشتباہ مذکور میں پڑ گئے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ ''اله'' اور اموات کے معنی اصنام ہی خیال کرتے ہوں گے ورنہ توفی سے معنی موت ہی کے لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے۔

تفصیل یہ ہے کہ ''توفی'' نے جس سے تعلق پکڑا ہے وہ شے کیا ہے یا روح ہوگی یا غیر روح؟ اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر ایک تو اس کا پکڑنا

مع الامساک یعنی پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا۔ اس کا نام تو موت ہے۔ پس موت کے مفہوم میں دو امر توفی کے مفہوم سے زیادہ اعتبار کیے گئے ایک روح دوسرا امساک۔ اور دوسری قسم پکڑنے کی نیند ہے۔ جس کے مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنی چھوڑ دینا ماخوذ ہے۔ الحاصل موت اور نیند دونوں فرد ہیں توفی کے۔ (تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، شرح کرمانی صحیح بخاری)

اور متعلق توفی کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع الروح ہوگا جیسا کہ ''انی متوفیک'' یا اور چیز ہوگی جیسا کہ توفیت مالی (قاموس) بیان اس امر کا جو مذکور ہو چکا ہے یعنی ''توفی'' کا معنی فقط کسی شے کا پورا لے لینا ہے عام ہے اس سے کہ وہ شے روح ہو یا غیر روح اور بتقدیر روح ہونے کے مقید بارسال ہو یا بامساک۔ نص سے بھی ثابت ہے یعنی قرآن کریم کی آیت سے پروردگار اپنی قدرت کا تصرف ظاہر فرماتا ہے اس طور پر کہ ارواح کو بعد القبض کہیں تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے۔ ﴿اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا...... الخ﴾ اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے ارواح کو حالت موت اور نیند میں۔ فقط فرق اتنا ہے کہ موت میں امساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے اس آیت میں تو استعمال لفظ ''توفی'' کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض۔ اور ارواح مدلول ہے لفظ ''انفس'' کا اور آیت ﴿وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ...... الخ﴾ میں مستعمل ہے نیند میں جو فرد ہے مفہوم توفی کا یعنی قبض کا اور آیت ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ...... الخ﴾ وغیرہ آیات میں مدلول اس کا موت ہے جو منجملہ افراد اسی توفی کے ہے۔ پس ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ میں اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ﴾ میں بھی معنی موت کے مطابق بعض نظائر قرآنیہ وغیر قرآنیہ جیسا کہ توفی اللہ زیدا۔ توفی اللہ بکرا۔ وغیرہ وغیرہ لیا جاتا بشرطیکہ نص ﴿بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ﴾ کی رفع

جسمی عیسیٰ علیہ السلام پر شہادت نہ دیتی یا آیت ﴿وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ...... الخ﴾ اور ﴿وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ﴾ اور احادیث صحیحہ رفع جسمی پر استلزاماً وارد نہ ہوتیں اسی واسطے معنی موت کے نہیں لیے جاسکتے۔ کیونکہ جب ایک شخص کا بخصوصہ کسی نص سے حکم معلوم ہو جائے تو جو آیات کہ برخلاف اس کے عام ہوتی ہیں ان میں داخل نہیں ہوتا اور نہ اس لفظ کو پھر اپنے نظائر پر محمول کیا جاتا ہے۔

مثال اس کی سنو! حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال جب کہ نص ﴿خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ﴾ سے معلوم ہو چکا تو پھر ﴿اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّھِیْنٍ﴾ اور ایسا ہی ﴿خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ یَّخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ﴾ سے مستثنیٰ ہے اور قول قائل کا خلق اللہ آدم محمول نہ ہوگا اپنے کروڑہا نظائر پر خلق اللہ زیدا. خلق اللہ بکرا. خلق اللہ خالدا. وغیرہا پر یعنی یہ نہ کہا جائے گا کہ کیفیت خلقت آدم وغیرہ بنی نوع یکساں ہے۔ ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا یہ دلیل نہیں ہوسکتا کہ بروقت قائم ہونے قرینہ مانعہ اس معنی کے بھی وہ معنی مستعمل فیہ مراد ہو۔ جیسا کہ متوفی اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ میں معنی موت کے نہیں لے سکتے ہیں بوجہ اس کے کہ آیت ﴿بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ﴾ بوجہ افادہ دینے اس کے رفع جسمی کو معنی موت سے روک رہی ہے۔ پس اب منصف ایماندار پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ میں معنی موت کے لے کر اس پر بطور شہادت کے ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ﴾ وغیرہ وغیرہ کو پیش کرنا محض عناد و ضد یا جہالت ہے۔ مرزا اپنے ازالہ میں اور اپنی کتاب ''ایام الصلح'' میں لفظ توفی بحسب محاورۂ قرآن شریف کے موت ہی کے معنی میں منحصر کہتا ہے اور کسی جگہ وجہ اطلاق توفی کے نیند پر النوم اخ الموت کو قرار دیتے ہیں ایک تو یہ دھوکا کھایا کہ موضوع لہ کے فرد کو عین

موضوع لہ سمجھ گیا اور دوسرا یہ دھوکا کھایا کہ اطلاق المطلق علی بعض افرادہ کو از قبیل
اطلاق الفرد علی الفرد فہم کرلیا اور پھر بعد دعوائے حصر مذکور کے قائل بھی ہوا کہ توفی کے معنی
باستعمال محاورۂ قرآن شریف نیند ہے۔ واہ واہ

پس صاف معلوم ہوا کہ اگر کسی لفظ کا ایک معنی میں استعمال زیادہ ہو تو بوقت قیام
قرینہ مانعہ وصارفہ استعمال اس کا دوسرے معنی میں بھی کیا جائے گا اگرچہ وہ قرینہ صارفہ
حدیث ہے اخبار احاد میں سے یا کوئی اور۔

خیال کرو قرآن شریف میں ہر جگہ "اسف" کے معنی غم ہیں مگر غضب کے معنی
بھی آئے ہیں۔ فلما اسفونا کے معنی فلما اغضبونا ہیں۔ انہوں نے غضب دلایا ہم
کو۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں بعل کے معنی زوج ہیں مگر باری تعالیٰ کے قول أ تدعون
بعلا میں بت ہے۔ اور ہر جگہ قرآن پاک میں مصباح کے معنی کوکب ہیں مگر سورۂ نور میں
مصباح سے مراد چراغ ہے اور ہر جگہ قرآن شریف میں قنوت سے مراد طاعت ہے مگر قولہ
تعالیٰ کل له قانتون میں مراد اقرار کرنے والے ہیں اور ہر جگہ بروج سے مراد کواکب ہیں
مگر قولہ تعالیٰ فی بروج مشیدة میں مراد محل پختہ ہے قرآن شریف میں صلوٰة سے مراد
رحمت یا عبادت ہے مگر بیع وصلوات ومساجد. میں مراد صلوات سے مقامات
ہیں۔ ہر جگہ قرآن شریف میں کنز سے مراد مال ہے مگر سورۂ کہف میں جو لفظ کنز ہے اس
سے مراد صحیفہ علم کا ہے۔ نظائر ان کے اور بھی موجود ہیں تفسیر اتقان میں ملاحظہ کرو۔ علیٰ ہذا
لقیاس اکثر جگہ قرآن شریف میں توفی کے معنی موت یا نیند ہیں مگر فلما توفیتنی میں
قبضتنی یا رفعتنی یا اخذتنی وافیا مراد ہے بقرینہ بل رفعه الله الیه کے اور ایسا ہی
متوفیک سے بر تقدیر عدم تقدیم وتاخیر کے۔ (شمس الدرایہ)

الغرض آیۂ یعیسیٰ انی متوفیک میں بعد تقدیم وتاخیر کے معنی موت کے
لیے جائیں اور فلما توفیتنی سے رفع کے معنی ابن عباس ؓ کی طرح پر لینا پڑے گا اور
یا ہر دو جگہ میں معنی قبض کے لیں گے سوائے موت کے اور اس دوسری صورت پر تقدیم وتاخیر
کی ضرورت نہ پڑے گی۔ واضح ہو کہ یہ مطلب عام فہم کرنے کے لیے کئی بار صراحۃً اور ضمناً
بیان ہو چکا۔

اب مرزا اور مرزا کے بڑے مددگار فاضل حکیم نور الدین کے معنی بھی اس آیت
کے متعلق سنادوں۔ فاضل نور الدین اپنی کتاب "تصدیق براہین احمدیہ" میں لکھتا ہے۔ اذ
قال الله یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی...... الخ "جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف"۔ (بلفظہ صفحہ ۸، کتاب تصدیق
"براہین احمدیہ") اور خود مرزا لکھتا ہے۔ انی متوفیک ورافعک الی اے عیسیٰ میں تجھے
کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ (بلفظہ صفحہ ۵۵۷، براہین احمدیہ)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹ میں لکھتا ہے انی متوفیک ورافعک الی. میں
تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ بلفظہ

اب خیال کرنا چاہیے کہ مرزا نے دو دفعہ یہ ترجمہ الہام کے ذریعے سے لکھا ہے
کون سے ترجمہ کو صحیح کہا جائے گا؟ پس خود ہی اس نے فیصلہ تو کیا ہوا ہے عیسیٰ علیہ السلام کی
موت پر تو خود اس کو جزم اور یقین نہیں ہے مگر بیچارہ ایک بار جو کہہ چکا ہے اسی کو شرم کے
مارے چھوڑ نہیں سکتا۔ اور "براہین احمدیہ" صفحہ ۳۶۱ میں خود اقرار کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں
میں ہیں میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھول دے گا اور علم دین کو بمرتبہ
کمال پہنچا دے گا۔ سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں میں جا بیٹھے۔

...... الخ بلفظہ

اور ''براہین احمدیہ'' صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ میں لکھتا ہے ''ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ'' یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین واسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ بلفظہ

خیال کرو کہ اب عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا دنیا میں اظہر من الشمس بیان کردیا۔ پس کونسی بات اس کی مانی جائے؟ موافق دین واسلام کے یہی بات ہے۔ ہم یہی مانتے ہیں۔ الحمدللہ کہ حق بات اس کی زبان پر جاری ہوگئی۔ پس مرزائیوں کو بدل وجان یہ فیصلہ مرزاہی کا ماننا چاہیے۔ غرض کہ ایسے تناقض ہزاروں اس مجنون اور بےعلم کے کلام میں موجود ہیں۔ عوام کا خیال کرکے چند ورق اس کے رد میں لکھے گئے۔ ورنہ اہل علم کے مخاطبہ کے قابل نہیں ہے۔ وبس مسلمان اس کی ہرایک بات کو ایسا ہی بےقرار جانیں۔ فقط

وفیہ کفایۃ لذوی الدرایۃ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

احوال قیامت اور اس کی نشانیاں

قیامت کے علامات دو قسم کے ہیں۔ چھوٹے اور بڑے۔ پس چھوٹے علامات یہ ہیں کہ علم اٹھ جائے گا اور جہالت زیادہ ہوجائے گی اور علم کے ہوتے ہوئے علماء اس پر عمل نہ کریں گے۔ زنا اور شراب بہت ہوگا۔ عورتیں بہت ہوں گی اور مرد کم۔ یہاں تک کہ ایک

مرد بیس عورتوں کی پرورش کرے گا۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے کہ جاہل لوگ سردار ہوں گے اور حکم کریں گے۔ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ امام احمد وغیرہ آئمہ محدثین نے زیاد بن لبید سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں کہ کہا میں نے یارسول اللہ ﷺ علم کیسے نہ ہوگا؟ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور وہ پھر اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے۔ پس قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔ پس حضرت محمد ﷺ نے مجھ کو فرمایا کہ میں تم کو دانا مرد جانتا تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ یہود اور نصاریٰ توریت اور انجیل کو پڑھتے ہیں؟ اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ یعنی ایسا ہی میری امت میں ہوگا کہ لوگ علم پڑھیں گے مگر اس پر عمل نہ کریں گے۔ نالائق لوگوں کے ذمہ لیاقت کے کام سپرد کیے جائیں گے اور بوجہ بختی اور مصیبت کے لوگ موت کی آرزو کریں گے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ کے مال کو یعنی غنیمت کے مال کو جو غازیوں اور فقیروں کا حصہ ہے سردار اور امیر لوگ اپنا مال سمجھیں گے، امانت میں خیانت کریں گے، زکوۃ دینے کو تاوان اور نقصان جانیں گے، علم دنیا کمانے کے لیے سیکھیں گے، مرد اپنی عورت کی تابعداری ہر بات میں کریں گے، دوست اور یار کو نزدیک اور ماں باپ کو دور کریں گے، مسجدوں میں زور سے آواز بلند کریں گے، بدمعاش فاسق لوگ سرداری کریں گے، رذیل اور کمینے لوگ بڑے مرتبے میں جائیں گے اور بدمعاش لوگوں کی عزت کریں گے، بوجہ خوف کے، ڈھول طبلہ، باجا، دوتارا، سارنگی، ستار، رباب، چنگ وغیرہ اسباب گانے بجانے کے ظاہراً استعمال کریں گے، اس امت کے لوگ پچھلے اگلے لوگوں کو ملامت اور طعن کریں گے، لواطت بہت ہوگی، بےحیائی بہت ہوگی، سود حرام خوری بہت ہوگی، مسجدیں بہت ہوں گی اور پختہ خوبصورت مگر لوگ ان کو عبادت کے ساتھ آباد نہ کریں گے اور جھوٹ بولنا ہنر سمجھا جائے گا۔

غرض کہ اس قسم کی علامات قیامت کی بہت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں ایسے ایسے عذابوں کے منتظر رہو کہ سرخ آندھی آئے اور بعض لوگ زمین میں دھنس جائیں اور آسمان سے پتھر برسیں اور صورتیں آدمی کی سوئر، کتے کی ہو جائیں اور بہت سی آفتیں پے در پے جلدی آنے لگیں۔ جیسے کہ بہت سے دانے کسی تاگے اور ڈورے میں پرور کھے ہوں اور وہ تاگا ٹوٹ جائے اور سب دانے اوپر تلے گرنے لگیں۔ کفار کا سب طرف زور ہو جائے گا اور جھوٹے جھوٹے طریقے نکلنے لگیں گے۔ ان نشانیوں کے بعد اس وقت میں سب ملکوں میں نصاریٰ لوگوں کی عملداری ہو جائے گی اور اسی زمانہ میں ابوسفیان کی اولاد سے ایسا ایک شخص پیدا ہوگا کہ بہت سیدوں کا خون کرے گا۔ ملک شام اور ملک مصر میں اس کے احکام چلنے لگیں گے۔ اس عرصہ میں روم کے مسلمان بادشاہ کی نصاریٰ کی ایک جماعت سے لڑائی ہو جائے گی اور نصاریٰ کی ایک جماعت سے صلح بھی ہو جائے گی۔ پس دشمن کی جماعت شہر قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے اپنا دخل کر لے گی۔ اور وہ روم کا مسلمان بادشاہ اپنا ملک چھوڑ کر شام کے ملک میں چلا جائے گا اور نصاریٰ کی جس جماعت سے صلح اور محبت ہوگی۔ اس جماعت کو ہمراہ کر کے اس دشمن کی جماعت سے بھاری لڑائی ہوگی۔ مگر اسلام کے لشکر کو فتح ہوگی۔

ایک دن بیٹھے بٹھلائے جو نصاریٰ کی جماعت موافق ہوگی۔ اُس میں سے ایک نصرانی ایک شخص مسلمان کے سامنے کہنے لگے گا کہ ہماری صلیب یعنی دین عیسوی کی برکت سے فتح ہوئی ہے اور مسلمان اس کے جواب میں کہے گا کہ اسلام کی برکت سے فتح ہوئی ہے اسی میں بات بڑھ جائے گی یہاں تک کہ دونوں آدمی اپنے اپنے طرف داروں اور مذہب والوں کو جمع کر لیں گے اور آپس میں لڑائی شروع ہو جائے گی۔ اس میں اسلام کا بادشاہ شہید ہو جائے گا اور شام کے ملک میں بھی نصاریٰ کا عمل ہو جائے گا اور نصاریٰ اس دشمن کی

جماعت سے صلح کر لیں گے اور باقی رہے سہے مسلمان مدینہ منورہ کو چلے جائیں گے اور خیبر کے قریب تک نصاریٰ کی عمل داری ہو جائے گی۔ اس وقت مسلمانوں کو فکر ہوگی کہ امام مہدی تلاش کریں تا کہ ان مصیبتوں سے امن پائیں۔ اُس وقت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ہوں گے اور اس ڈر سے کہ کہیں مجھ کو حاکم اور بادشاہ نہ بنا دیں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو چلے جائیں گے اور اس زمانے کے بزرگ ولی لوگ جو ابدال کا درجہ رکھتے ہیں۔ سب امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تلاش کریں گے اور بعض اس وقت جھوٹے مہدی بننا شروع ہوں گے غرض کہ امام مہدی خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے اور رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان میں ہوں گے۔ کہ بعض نیک لوگ ان کی شناخت کر لیں گے۔ اور ان کو زبردستی گھیر گھار کر حاکم بنا دیں گے اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور اسی بیعت میں ایک آواز آسمان سے ایسی آئے گی، جس کو سب لوگ جتنے وہاں موجود ہوں گے، سنیں گے۔ وہ آواز یہ ہوگی کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور حاکم بنایا ہوا، امام مہدی رضی اللہ عنہ ہے۔ اور اسوقت سے بڑی بڑی نشانیاں قیامت کی ظاہر ہوں گی اور جب امام مہدی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا قصہ مشہور ہوگا تو مسلمانوں کے لشکر کی جو فوجیں مدینہ منورہ میں ہوں گی وہ مکہ معظمہ کو چلی آئیں گی اور ملک شام اور یمن اور عراق والے ابدال، نجباء، غوث لوگ سب امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ملک عرب کی فوجیں اور جگہ سے بھی بہت آ جائیں گے جب یہ خبر مسلمانوں میں خوب مشہور ہو گئی تو ملک خراسان یعنی افغانستان جس میں کابل، سوات، ہیر غزنی، قندھار وغیرہ ہیں۔ ایک بڑی فوج لے کر امام مہدی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے روانہ ہوگا اور اس کے لشکر کے آگے چلنے والے کا نام منصور ہوگا اور وہ راہ میں چلتے چلتے بہت بددینوں کی صفائی کرتا جائے گا اور وہ ظالم جو ابوسفیان کی اولاد میں سے ہوگا اور سید لوگوں کا قاتل ہوگا چوں کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی سید ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے ان کے

لڑنے کے لیے ایک فوج روانہ کریں گے یہ فوج مکہ اور مدینہ کے درمیان جنگل میں پہنچے گی اور ایک پہاڑ کے تلے ڈیرا لگائے گی پس سب فوج اس زمین میں دھنس جائے گی صرف دو آدمی بچیں گے ان میں سے ایک تو امام مہدی ؓ کو خوشخبری جا کر سنا دے گا اور دوسرا اس ظالم سفیانی کو جا کر خبر دے گا۔ پھر نصاریٰ لوگ ہر ملک سے لشکر جمع کر کے مسلمانوں سے لڑنا چاہیں گے۔ اس لشکر میں اس روز تعداد اسی (۸۰) جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ساتھ بارہ ہزار آدمی ہوں گے۔ پس کل آدمی لشکر کا نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوگا۔ امام مہدی ؓ مکہ سے چل کر مدینہ منورہ تشریف لائیں گے اور وہاں رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک کی زیارت کر کے ملک شام کی طرف روانہ ہوں گے اور شہر دمشق تک پہنچنے پائیں گے کہ دوسری طرف سے نصاریٰ کی فوج مقابلہ میں آجائے گی۔ پس امام مہدی ؓ کی فوج تین حصہ ہو جائے گی ایک حصہ تو بھاگ جائے گی اور ایک حصہ لڑ کر شہید ہو جائے گی اور ایک یہاں تک لڑے گی کہ اس کو نصاریٰ پر فتح ملے گی اور اس فتح کا قصہ یہ ہوگا کہ جب حضرت امام مہدی ؓ نصاریٰ سے لڑنے کے لیے لشکر تیار کریں گے تو بہت سے مسلمان آپس میں قسمیں کھائیں گے کہ بے فتح کیے ہوئے ہرگز نہ ہٹیں گے۔ پس سارے آدمی شہید ہو جائیں گے صرف تھوڑے سے رہیں گے ان کو لے کر امام مہدی ؓ اپنے لشکر میں چلے آئیں گے دوسرے دن پھر اسی طرح سے قسم کھا کر لڑائی شروع کریں گے اکثر آدمی شہید ہو جائیں گے اور تھوڑے آدمی بچ جائیں گے اور تیسرے روز پھر ایسا ہی ہوگا آخر چوتھے روز یہ تھوڑے سے آدمی مقابلہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور بعد اس کے کافروں کے دماغ میں حکومت کا شوق نہ رہے گا۔ پس اب امام مہدی ؓ ملک کا بندوبست کرنا شروع کریں گے اور سب طرف کو مسلمانوں کی فوجیں روانہ کریں گے اور خود امام مہدی ؓ ان سب کاموں سے فراغت پا کر قسطنطنیہ کے فتح کرنے کو چلے جائیں گے جب کہ دریائے روم کے

کنارے پر پہنچیں گے اس وقت بنو اسحاق قبیلہ کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) آدمیوں کو کشتیوں کے اوپر سوار کر کے اس شہر کے فتح کرنے کے واسطے روانہ فرمائیں گے جب یہ لوگ قسطنطنیہ کی حد کے قریب پر پہنچیں گے اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز سے کہنا شروع کریں گے اس نام کی برکت سے شہر پناہ کے سامنے کی دیوار پھٹ جائے گی اور گر پڑے گی اور مسلمان لوگ حملہ کر کے شہر کے اندر گھس پڑیں گے اور لڑ کر کفار کو قتل کریں گے اور عمدہ طور سے ملک کا انتظام کریں گے اور ابتدائی بیعت سے لے کر اس شہر کی فتح تک چھ یا سات سال کی مدت گزری ہوگی کہ امام مہدی ؓ اس طرف انتظام کرتے ہوں گے کہ یکا یک ایک بے اصل اور جھوٹی خبر مشہور ہو جائے گی کہ یہاں کیا بیٹھے ہو وہاں شام کے ملک میں تو دجال آ گیا ہے اور فتنہ و فساد تمہارے خاندان میں کر رکھا ہے۔ اس خبر کے سننے سے امام مہدی ؓ شام کی طرف جا کر اس حال کے معلوم کرنے کے لیے پانچ یا نو سواروں کو اپنے آگے روانہ کر دیں گے ان میں سے ایک شخص واپس آ کر خبر دے گا کہ وہ بات دجال کے آنے کی غلط ہے امام مہدی ؓ کو سن کر تسلی ہو جائے گی اور پھر خوب بندوبست کے ساتھ درمیان کے ملکوں اور شہروں کا حال دیکھتے بھالتے تسلی کے ساتھ ملک شام جا پہنچیں گے بعد پہنچنے کے تھوڑے روز گزریں گے کہ دجال ظاہر ہو جائے گا اور دجال یہودیوں کی قوم میں سے ہوگا۔

دجال سے پہلے تین برس سخت قحط ہوگا۔ اول برس میں تیسرا حصہ بارش کا آسمان کم کر دے گا اور زمین تیسرا حصہ زراعت کا کم کر دے گی۔ دوسرے برس سے زمین و آسمان دونوں دو حصے کم کر دیں گے اور تیسرے برس میں آسمان سے ایک قطرہ بارش کا نہ برسے گا اور زمین سے کوئی سبزی نہ ہوگی، مال مویشی ہلاک ہوں گے اور مسلمان لوگوں کے لیے طعام کا بدلہ اللہ کی تسبیح، تہلیل، حمد و ثنا ہوگی اور دجال کی صورت مثل عبد العزیٰ بن قطن کے ہوگی

اور دجال کے ماں باپ کے گھر میں قبل پیدا ہونے دجال کے تیس برس تک اولاد نہ ہوگی۔ شرح السنۃ وغیرہ کتب حدیث اور صحیح مسلم میں تمیم داری کے قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال موجود ہے مگر دریائے شام یا دریائے یمن کے جزیرے میں بند ہے۔ باذن پروردگار اول شام اور عراق کے درمیان میں سے نکلے گا اور پیغمبری کا دعوی کرے گا۔ جب شہر اصفہان میں جا پہنچے گا وہاں کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) یہودی مرد اور عورت اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور مسلمان طرف وادی انیق کے چلے جائیں گے پھر خدائی کا دعوی شروع کر دے گا۔ حلیہ اس کا یہ ہے کہ اس کی دائیں آنکھ اندھی ہے اور بعض روایت میں بائیں آنکھ کا ذکر ہے۔ دونوں آنکھوں کے درمیان میں کافر لکھا ہوگا اس کو ہر مسلمان پڑھ لے گا منشی ہو یا غیر منشی اور دجال جوان ہوگا پریشان بال ہوں گے چالیس (۴۰) روز زمین پر رہے گا۔ ایک روز برس کی مثل، ایک روز مہینہ کی مثل اور ایک روز ہفتہ کی مثل اور سوائے ان تین دنوں کے باقی دن ہمارے دنوں کی طرح ہوں گے ان دنوں میں جو سال اور ماہ اور ہفتہ کے برابر ہوں گے نمازوں کا حساب کر کے پڑھنا ہوگا فقط پانچ ہی نمازیں کافی نہ ہوں گی۔ آسمان سے کہے گا پانی برسا تو برسائے گا جب زمین سے کہے گا کہ سبزی نکال تو زمین سبزی نکالے گی۔ جو لوگ اس کے تابع ہوں گے ان کا مال کھیتی خوب ہوگا اور بیل گائے موٹے ہوں گے اور جو اس کے مخالف ہوگا اس کا مال واسباب خراب ہوگا، غیر آباد زمین سے خزانہ نکالے گا، جنت اور دوزخ کی صورت اس کے پاس ہوگی فی الواقع اس کی جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہے۔ ایک شخص سے کہے گا کہ مجھ کو خدا جان۔ وہ انکار کرے گا پس آرہ کے ساتھ دو ٹکڑے کر دے گا پھر دونوں پارے کے درمیان سے گزرے گا اور اس سے کہے گا کہ زندہ ہو جا اور اٹھ۔ پس وہ زندہ ہوگا پھر اس سے وہی بات کہے گا۔ وہ کہے گا کہ تو دجال ہے اب مجھ کو خوب یقین

ہو گیا۔ پس اس کو ذبح کرنا چاہے گا مگر اس کی گردن تانبے کی ہو جائے گی تلوار اس پر تاثیر نہ کرے گی۔ پس اس کو پاؤں سے پکڑ کر پھینکے گا لوگ جانیں گے کہ دوزخ میں پھینک دیا مگر وہ جنت میں چلا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص شہادت کے درجہ میں نزدیک اللہ تعالیٰ کے بہت بزرگ ہوگا۔ صحابی لوگ سمجھتے تھے کہ وہ شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوں گے مگر جب وہ فوت ہو گئے تو وہ گمان جاتا رہا اور بعض حضرت خضر علیہ السلام کو کہتے تھے۔ اسی طرح بہت ملکوں سے پھرتا ہوا ملک یمن کے کنارے پر جا پہنچے گا اور ہر جگہ سے بد دین، واسباب، بدمعاش، شیطانی کام کرنے والے ساتھ ہوتے جائیں گے اور تند باد کی طرح تیز چلے گا۔ آتے آتے مکہ معظمہ سے باہر قریب جا ٹھہرے گا لیکن فرشتوں کی چوکیداری کے سبب سے شہر مکہ معظمہ کے اندر نہ جا سکے گا۔ فرشتے تلوار لے کر آگے ہو جایا کریں گے۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ کا ارادہ کرے گا وہاں پر فرشتوں کی حفاظت کی وجہ سے اندرون شہر مدینہ منورہ کے جانے نہ پائے گا بلکہ کوہ احد کے بعد قیام کرے گا۔ مگر پروردگار کی یہ آزمائش ہوگی کہ مدینہ منورہ کو تین زلزلے ہوں گے جتنے آدمی کمزور اور سست دین میں ہوں گے وہ زلزلہ کے سبب سے ڈر کر باہر مدینہ سے جا کھڑے ہوں گے اور دجال کے جال اور مکر میں گرفتار ہو جائیں گے اس وقت مدینہ منورہ میں کوئی بزرگ نیک شخص ہوں گے وہ دجال سے خوب بحث کریں گے۔ دجال آ کر ان کو قتل کر دے گا پھر زندہ کر کے پوچھے گا کہ اب بھی میرے خدا ہونے پر قائل ہوتے ہو یا نہیں؟ وہ بزرگ صاحب جواب میں کہیں گے کہ اب اور زیادہ میرا یقین ہو گیا ہے کہ تو دجال لعین ہے۔ پھر اس بزرگ صاحب کو مارنا چاہے گا مگر اس کی ہمت نہ ہوگی اور اس بزرگ پر کچھ تاثیر نہ کر سکے گا۔ پس وہاں سے دجال ملک شام کو روانہ ہوگا جب دمشق شہر کے قریب جا پہنچے گا اور امام مہدی رضی اللہ عنہ تو آگے ہی سے وہاں پہنچ

چکے ہوں گے اور جنگ وجدال کا سامان کرتے ہوں گے۔ کہ عصر کی نماز کے لیے موذن اذان کہے گا اور نماز کی تیاری میں لوگ ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے، آسمان سے اترتے دکھائی دیں گے۔ جب سر نیچے کریں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر کو بلند کریں گے تو مروارید موتی کی طرح دانے گریں گے اور صورت ان کی مثل صورت عروہ بن مسعود صحابی کے ہوگی۔ (مسلم) اور سینہ ان کا چوڑا ہوگا۔ (بخاری) اور جامع مسجد کے مشرق کی طرف کے منارے سفید پر آ کر ٹھہریں گے اور وہاں سے زینہ لگا کر نیچے تشریف لائیں گے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ لڑائی کا سارا سامان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کرنا چاہیں گے مگر عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ لڑائی کا سامان اور انتظام آپ ہی رکھیں میں فقط دجال کے قتل کرنے کو آیا ہوں۔ جب رات گزر کر صبح ہوگی امام مہدی رضی اللہ عنہ لشکر کو تیار کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گھوڑے پر سوار ہو کر ایک نیزہ ہاتھ میں لے کر دجال کی طرف جائیں گے اور مسلمان لوگ دجال کے لشکر پر حملہ کریں گے اور بہت بڑی جنگ ہوگی اور اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس یعنی دم کی یہ تاثیر ہوگی کہ جس جگہ تک نظر جائے گی اس جگہ تک سانس بھی جائے گی اور جس کافر کو ان کے سانس کی ہوا جا پہنچے گی اسی وقت وہ کافر ہلاک ہو جائے گا۔ دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے تشریف لے جائیں گے۔ لد کے دروازہ شرقی پر جا کر اس کو نیزہ مار کے قتل کر دیں گے۔ بیہقی نے روایت کیا کہ گدھے پر سوار ہوگا اس کے دونوں کانوں میں فاصلہ دو سو اسی (۲۸۰) گز ہوگا اس قدر بڑا وہ خر دجال ہوگا۔ پس اگر قتل نہ کرتے جب بھی ان کو دیکھ کر ایسا پانی ہو جاتا جیسا کہ پانی میں نمک گل جاتا ہے مگر لوگوں کو اس کا خون نیزے پر دکھائیں گے اس لیے قتل کریں گے۔

"لد" وہاں ایک جگہ کا نام ہے۔ ایک گاؤں ہے قریب بیت المقدس کے اور بعض علماء نے کہا کہ ملک شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے اور بعض نے کہا کہ موضع فلسطین ہے۔ الفقیر مؤلف الکتاب عرض کرتا ہے کہ بہر صورت وہ "لد" مخفف لدھیانہ کا نہیں پنجاب میں، جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے۔ بعد قتل ہونے دجال کے مسلمان لوگ اس کے لشکر کو قتل کریں گے اور حضرت شہر بشہر تشریف لے جائیں گے اور مسلمانوں کو تسلی دیں گے اور درجات بہشت کی خوشخبری سنائیں گے۔ پس اس وقت کافر کوئی باقی نہ رہے گا۔ پھر حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو جائے گا اور سب بندوبست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔ پس پروردگار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پیغام روانہ کرے گا کہ اب میں نے اپنے ایسے بندے ظاہر کیے ہیں کہ کسی کو لڑائی کرنے کی طاقت ان کے ساتھ نہیں۔ اے عیسیٰ علیہ السلام میرے بندوں کو تو کوہ طور میں لے جا۔ پس خارج ہوں گے یاجوج وماجوج اور ان کے رہنے کی جگہ شمال کی طرف کی آبادی ختم ہونے سے بھی آگے ساتھ ولایت سے باہر ہے اور بہت زیادہ سردی کے اس طرف کا دریائی سمندر ایسا جما ہوا ہے کہ کشتی جہاز بھی اس پر نہیں چل سکتا۔ یاجوج ماجوج میں سے کچھ لوگ جو آگے ملک شام میں طبریہ بستی کے دریا پر گزریں گے اس کا سارا پانی پی جائیں گے بعد والے جب آئیں گے تو کہیں گے کہ جیسا کہ کبھی اس دریا میں پانی نہیں ہوا تھا، ایسا خشک ہوگا۔ پس وہ کیچڑ چاٹیں گے اور ان کی موت کی صورت یہ ہے کہ ہر ایک کی اولاد جب ایک ہزار پوری ہوتی ہے جب مرنا شروع ہوتے ہیں بعض کا قد بقدر یک بالشت کے اور بعض بلند مثل آسمان کے، کان ان کے اتنے

---

[1] اس درخت یا دیوار، پتھر یا اور جس چیز کے پیچھے کافر ہوگا وہ چیز کہے گی کہ اے مومن، کافر یہاں پر ہے اس کو قتل کر مگر غرقد ایک قسم کا درخت ہے یہود کے درختوں میں سے وہ نہ بولے گا۔۱۲

بڑے ہوں گے کہ ان کو بچھا کر سویا کریں گے۔ پس سیر کرتے ہوئے بیت المقدس کے قریب ''جبل خمر'' ایک پہاڑ ہے اس کے پاس جا پہنچیں گے اور کہیں گے کہ اہل زمین کو قتل کر چکے۔ اب اہل آسمان کو قتل کریں گے۔ پس آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون سے آلودہ کر کے نیچے ڈال دے گا وہ اس سے خوش ہوں گے کہ واقعی آسمان کے رہنے والوں کو ہم نے قتل کر دیا ہے اور اس حال میں عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو لے کر طور پہاڑ پر بند ہوں گے۔ ایک سر بیل، گائے کا ان لوگوں کو بوجہ بھوک کے سو (۱۰۰) اشرفی سے بہتر ہوگا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام سے التماس کریں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ والوں کو لے کر دعا کریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی گردن میں کیڑا پیدا کرے گا اس سبب سے سب مر جائیں گے۔ بعدہ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو لے کر پہاڑ سے نیچے اتریں گے مگر یاجوج ماجوج کی بدبو اور مردار کے سبب سے ایک بالشت زمین بھی خالی نہ ہوگی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے جانور پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں بختی خراسانی اونٹوں کی طرح بڑی بڑی ہوں گی وہ جانور ان مرداروں کو اٹھا کر کوہ قاف کے پیچھے ڈال دیں گے اور ان کے تیر و کمان اس قدر باقی رہیں گے کہ مسلمان لوگ سات برس تک جلاتے رہیں گے۔ پس پروردگار بارش برسائے گا۔ کوئی جگہ زمین، پتھر، جامہ، لباس اس بارش سے خالی نہ رہے گا۔ پس تمام زمین کو دھو کر صاف کر کے مثل آئینہ کے صاف کر دے گا۔ پس پروردگار زمین کو ایسی برکت دے گا کہ میوہ غلہ بکثرت ہوگا۔ ایک ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ آدمیوں کی ایک جماعت اس سے پیٹ بھر کر کھائے گی اور اس کے پوست کے سایہ میں بیٹھ سکے گی اور چار پایوں میں ایسی برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی یعنی شتر مادہ کا دودھ ایک چند

جماعت کو کافی ہوگا اور ایک گائے کا دودھ ایک بڑے قبیلہ کے لوگوں کو بس ہوگا اور بکری کا دودھ چھوٹے قبیلہ کو کفایت کرے گا[1] اور عیسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب پیغمبر کے خاندان میں نکاح کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی[2] بعد چالیس (۴۰) برس کے انتقال فرمائیں گے اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضۂ پاک میں دفن ہوں گے۔ تفسیر درمنثور میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر حضرت ﷺ کے مقبرہ میں ہوگی اور عبارت تفسیر ''درمنثور'' کی یہ ہے۔ اخرج الترمذی وحسنہ عن محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد وعیسٰی بن مریم علیہم السلام یدفن معہ. وقال ابوداؤد وقد بقی فی البیت موضع قبر. اور مرقات میں ہے قال ﷺ ینزل عیسٰی بن مریم ای الارض فیتزوج ویولد ویمکث خمساً واربعین سنۃ. ثم یموت فیدفن معی فی قبری ای مقبرتی وعبر عنھا بالقبر لقرب قبرہ بقبرہ فکانھما فی قبر واحد۔ اور ابن جوزی ''کتاب الوفاء'' میں بھی لایا ہے اور سوائے ان کے اور کئی کتابوں میں ہے۔ طبرانی اور امام بخاری نے

---

[1] عمدہ گھوڑا تھوڑے روپیہ کے ساتھ ملے گا بوجہ نہ ہونے لڑائی کے گھوڑا بہت سستا ہوگا اور بیل کی قیمت زیادہ ہوگی بوجہ کشت کاری کی محنت کے۔ ایک من تخم سے سات سو من غلہ ہوگا۔۱۲

[2] بعض روایت میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پچاس وقت نماز پڑھا کریں گے دن رات میں۔ مگر قوی یہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر فقط پانچ وقت کی نماز پڑھا کریں گے۔ اور مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پینتالیس سال زمین میں زندگانی کریں گے۔ ''مرقات'' میں ہے کہ جب آسمان پر گئے تو عمران کی ۳۳ برس کی تھی اور بعد اترنے کے سات برس زندگانی کریں گے۔ سات برس کا ذکر ''صحیح مسلم'' میں ہے۔ اگرچہ اس حساب سے چالیس برس ہوتے ہیں مگر فی الواقع پینتالیس برس زمین پر پورے ہوں گے اور جس نے چالیس برس کو بیان کیا ہے اس نے کسر کو بیان نہیں کیا جو کہ پانچ برس ہیں کیونکہ عینی اور ابونعیم نے ذکر کیا ہے کہ بعد نزول کے ۱۹ برس رہیں گے۔ جیسا کہ مرزا کے جواب وسوال میں ہر امر گزرا ہے۔ پس اس حساب سے مجموعہ ۵۲ برس ہوتا ہے۔۱۲ منہ

تاریخ کبیر میں اور جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے یدفن عیسٰی بن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعا.
مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے گنبد میں بالفعل تین قبریں ہیں۔ حضرت ﷺ کی قبر مبارک اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دو قبریں اور چوتھی قبر کی جگہ باقی ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب فوت ہوں گے تو دفن ہوں گے اور ان کی جگہ پر ایک شخص جہجاہ نامی ملک یمن کا رہنے والا بیٹھے گا اور وہ قبیلہ قحطان کا ہوگا اور بہت انصاف اور عدل کے ساتھ حکومت کرے گا اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے کئی اور بادشاہ ہوں گے۔ پھر رفتہ رفتہ نیک باتیں کم ہونا شروع ہوں گی اور بری باتیں زیادہ ہوتی جائیں گی۔
اب قیامت کی بڑی نشانیوں کا بیان ہے۔

بیان قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں کا

امام مسلم نے حضرت حذیفہ بن اسد غفاری سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت برپا نہ ہوگی جب تک کہ دس (۱۰) نشانیاں ظہور میں نہ آجائیں:

۱.....دخان

۲.....دجال

۳.....دابۃ الارض

۴.....طلوع آفتاب کا مغرب سے

۵.....اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

۶.....نکلنا یاجوج ماجوج کا

۷.....اور تین بار خسف یعنی دب جانا زمین میں ایک بار مشرق میں

۸.....دوسری بار مغرب میں

۹.....تیسری بار جزیرہ عرب میں اور

۱۰.....آخر سب سے ایک آگ ملک یمن سے نکلے گی جو کہ لوگ کو بطرف محشر کے ملک شام کی زمین میں لے جائے گی۔ اور ایک روایت میں دسویں نشانی باد سخت کا ذکر آیا ہے جو کہ لوگوں کو دریا میں پھینک دے گی۔ اور ابوذر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ بعد ظاہر ہونے دجال اور دابۃ الارض اور طلوع آفتاب کے مغرب سے کافر کا ایمان اور کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ اور امام بغوی وغیرہ نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ جو آگ کہ لوگوں کو چلا کر بطرف محشر کے لے جائے گی وہ عدن شہر کے غار سے نکلے گی۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ دخان کیا ہے؟ فرمایا حضرت ﷺ نے اس آیت کو
﴿فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس هذا عذاب الیم﴾
"منتظر ہو اس روز کا کہ لائے گا آسمان ایک دھواں ظاہر جو کہ ڈھانک لے گا لوگوں کو یہ عذاب درد دینے والا ہے"۔ اور فرمایا کہ وہ دھواں مشرق سے مغرب تک ہو جائے گا اور چالیس دن رات تک رہے گا۔ مسلمانوں کو زکام کی طرح پہنچے گا اور کافروں کو بیہوشی دے گا اور ان کی ناک اور کان اور پاخانہ کے رستہ سے نکلے گا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ دخان ہو چکا ہے اس وقت میں جب کہ کفار قریش نے حضرت ﷺ کے ساتھ کمال برائی اور بے ادبی کی تو حضرت نے بددعا کی۔ پس ایسا قحط ہوا کہ لوگ ہڈیاں کھاتے تھے اور بھوک کے سبب سے ان کو زمین سے آسمان تک دھواں نظر آتا تھا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ فی الواقع دھواں نہیں ہے لیکن حضرت حذیفہ وغیرہ حضرات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو دخان ہے فی الواقع وہ علامات کبری قیامت سے

ہے اور یہی ہے نزدیک عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہم کے اور وہ
قحط کا واقعہ دوسرا ہے۔ بعد چالیس (۴۰) روز کے آسمان صاف ہو جائے گا اور اسی زمانہ کے
قریب بقرعید کے مہینے میں دسویں تاریخ کے بعد دفعۃً ایک رات ایسی لمبی ہوگی کہ لوگوں کا
دل گھبرا جائے گا اور بچے سوتے سوتے دق ہو جائیں گے اور چار پائے جانور جنگل میں
جانے کے واسطے شور مچائیں گے اور کسی طرح صبح ہی نہ ہوگی اور تمام آدمی ہیبت اور پریشانی
سے بے قرار ہو جائیں گے۔

جب بقدر تین راتوں کے وہ ایک رات ہو چکے گی اس وقت سورج مغرب کی
طرف سے نکلے گا اور روشنی اس کی تھوڑی سی ہوگی۔ جیسے کسوف یعنی گہن لگنے کے وقت روشنی
تھوڑی ہوتی ہے اس وقت جو لوگ موجود دنیا پر ہوں گے کسی کافر کا ایمان لانا قبول نہ ہوگا اور
مسلمان جو کوئی گناہ سے توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ پس سورج اتنا اونچا آئے گا
جیسا کہ دوپہر سے ذرہ قدر پہلے بلند ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مغرب کی طرف لوٹ
جائے گا اور دستور کے موافق غروب ہوگا۔ پھر ہمیشہ پہلے کی طرح روشن اور صاف اپنے
قدیمی دستور کے موافق نکلتا رہے گا۔ اس کے بعد بہت تھوڑے دنوں میں قریب دابۃ
الارض نکلے گا۔ جیسا کہ پروردگار نے فرمایا ہے۔ ﴿**واذا وقع القول علیھم اخرجنا
لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایاتنا لایوقنون**﴾ یعنی ”جس
وقت واقع ہوگا حکم اللہ تعالیٰ کا ساتھ قائم ہونے قیامت کے یعنی قیامت نزدیک پہنچے گی تو
خارج کریں گے ہم لوگوں کے لیے چارپایہ زمین سے کہ لوگوں سے باتیں کرے گا اس امر
میں کہ ہماری آیتوں کے ساتھ وہ لوگ یقین نہیں رکھتے تھے۔“

اور ایک متواتر قراءت میں ”**تکلمھم**“ ساتھ سکون کاف اور تخفیف لام کے بھی

آچکا ہے۔ یعنی لوگوں کو زخمی کرے گا اس بات کے لیے کہ ہماری آیات کے اوپر یقین نہ
رکھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ دونوں باتیں ہو سکتی ہیں یعنی
مسلمانوں سے کلام کرے گا اور کافروں کو زخم پہنچائے گا۔ اور احادیث کی روایات میں
اختلاف ہے بعض میں ذکر ہے کہ منھ اس کا مثل انسان کے منھ کے ہوگا اور داڑھی اس کی
ہوگی اور باقی سارا بدن اس کا پرندے کے بدن کی طرح ہوگا اور اکثر روایات میں آیا ہے کہ
چہارپایہ ہوگا کہ صفا کے پہاڑ سے نکلے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا عصا حج کے موسم
میں صفا کے پہاڑ پر مارا اور کہا کہ دابۃ الارض اس میرے عصا مارنے کی آواز سنتا ہے۔ پس
مکہ شریف میں زلزلہ پیدا ہوگا اور صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اور اس جگہ وہ دابۃ الارض جانور
نہایت عجیب صورت کا نکلے گا۔ قد اس کا بہت بڑا ہوگا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ سر اس کا ابر کے ساتھ لگے گا اور پاؤں اس کے
ابھی زمین میں ہوں گے۔ اور امام بغوی نے ابوشریح انصاری سے روایت کی ہے کہ دابۃ
الارض تین بار خارج ہوگا۔ اول بار یمن میں خارج ہوگا اور بات چیت اس کی فقط جنگل میں
پہنچے گی اور مکہ شریف میں ذکر اس کا نہ پہنچے گا۔ دوسری بار مکہ شریف کے قریب ایک جنگل
میں سے نکلے گا اور چرچا اس کا مکہ شریف میں جا پہنچے گا۔ تیسری بار خاص مکہ شریف سے نکلے
گا اور سر اپنے کو جھاڑے گا اور بہت جلدی سے لوگوں پر گزرے گا اور اس سے کوئی بھاگ نہ
سکے گا اور بات کرے گا۔ مسلمان کو کہے گا 'یا مومن' اور کافر کو کہے گا 'یا کافر'۔ اور ایک روایت
میں آیا ہے کہ اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی
انگوٹھی ہوگی ایمان والوں کی پیشانی پر اس عصا کے ساتھ سفید نقطہ لگائے گا اس سے لفظ مومن
کا لکھا جائے گا اور سارا چہرہ اس کا روشن ہو جائے گا مثل ستارہ چمکنے والے کے اور بے ایمان

کافر کی پیشانی پر اس انگوٹھی سے سیاہ نقطہ لگائے گا جس سے لفظ کافر لکھا جائے گا اور مونھ اس کا کالا ہو جائے گا۔ بعد اس کے لوگ ایک دوسرے کو شناخت کرلیا کریں گے یہاں تک کہ بازار میں کہیں گے مومن سے کہ اے مومن اپنی فلانی چیز کتنی قیمت پر بیچتا ہے؟ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ دابۃ الارض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں خارج ہوگا کہ زمین کانپ جائے گی اور صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اور دابۃ الارض نکلے گا۔ لیکن قوی بات یہی ہے کہ بعد عیسیٰ علیہ السلام کے نکلے گا۔

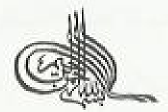
جلال الدین سیوطی نے کہا کہ بعد دابۃ الارض کے نیک کام کا امر کرنا اور برے کام سے منع کرنا باقی نہ رہے گا اور بعد اس کے کوئی کافر ایمان نہ لائے گا۔ پس دابۃ الارض یہ کام کر کے غائب ہو جائے گا۔ اس کے بعد جنوب کی طرف سے ایک ہوا نہایت فرحت دینے والی چلے گی اس ہوا سے سب ایمان والوں کی بغل میں کچھ نکل آئے گا جس سے وہ سب مرجائیں گے۔ جب سب مسلمان مرجائیں گے اس وقت کافر حبشیوں کا ساری زمین میں عمل دخل ہو جائے گا اور وہ لوگ خانہ کعبہ کو شہید کریں گے اور حج بند ہو جائے گا اور قرآن شریف دلوں سے اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا اور خدا کا خوف اور خلقت کی شرم سب اٹھ جائے گی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ اس وقت شام کے ملک میں غلہ کی بہت ارزانی ہوگی بہت لوگ سواریوں پر اور پا پیادہ اس طرف کو روانہ ہو جائیں گے اور جو رہ جائیں گے ایک آگ پیدا ہوگی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ آگ سب لوگوں کو ہانکتی ہوئی شام کے ملک میں پہنچا دے گی اس واسطے کہ قیامت کے دن ساری مخلوقات کو اسی جگہ ملک شام میں کھڑا ہونا ہوگا۔ پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی اور اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی۔ تین، چار برس اسی حال میں گزریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت

سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ اسرافیل علیہ السلام فرشتہ جو کہ صور لیے کھڑا ہے اس صور کو پھونک دے گا۔ صور کی شکل سینگ کی طرح پر ہوتی ہے۔ اول ہلکی ہلکی آواز ہوگی پھر اس قدر بڑھے گی کہ اس کی ہیبت سے حاملہ عورتوں اور جانوروں کے حمل گر جائیں گے۔ کھانے والے کے مونھ سے لقمہ گر جائے گا۔ جس جگہ میں جو کوئی ہوگا وہیں رہ جائے گا۔ زمین و آسمان پھٹ جائیں گے اور دنیا فنا ہو جائے گی اور جب کہ آفتاب مغرب سے نکلا تھا صور کے پھونکنے تک ایک سو بیس (۱۲۰) برس کا زمانہ ہوگا۔ پس اب یہاں سے قیامت کا دن شروع ہوگیا۔ فقط۔

یا اللہ اس فقیر حقیر ہیچمدان قاضی غلام گیلانی اور اس کے والدین وغیرہ خویش واقارب اور پیروں اور استادوں اور دوستوں اور جملہ اہل سنت و جماعت کو خاتمہ بالایمان روزی فرما اور صغیرہ و کبیرہ کل گناہ بخش دے ساتھ برکت اپنے حبیب محمد ﷺ کے۔

قاضی غلام گیلانی پنجابی حنفی نقشبندی

سیاح بنگال بقلمہ ۱۳۳۰ ہجری



جوابِ حقّانی
در
ردِّ بنگالی قادیانی

تصنیفِ لطیف

عالمِ جلیل، فاضلِ نبیل، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت

حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمد الشاکرین کحمد اهل السمٰوت والارضین من الجنة والناس اجمعین والصلٰوة والسلام علی رسوله محمد وآله واصحابه اجمعین. اللّٰهم اغفرلنا ولوالدینا ولأساتذنا ولأحبائنا ولتلامذنا ولاقاربنا ولمن له حق علینا ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منهم والاموات انک سمیع قریب مجیب الدعوات یا خالق الارضین والسمٰوات. آمین ثم آمین ثم آمین الٰی یوم الدین بجاه سیّد المرسلین.

امابعد! بخدمت اہل اسلام عموماً واہل بنگال ضلع پٹنہ مقام برہمن بریہ خصوصاً عرض ہے کہ ملک پنجاب موضع قادیان ضلع گورداسپور میں مسمی غلام احمد پشمکشت کاری قوم مغل نے پہلے بزرگی کا دعویٰ کیا رفتہ رفتہ مہدی مطلق ہوا بعد کو یہ کہا کہ میں وہ مہدی موعود ہوں جس کا تم لوگ انتظار کررہے ہو۔ حضرت عیسیٰ بن مریم مرگیا۔ اب وہ دنیا میں نہ آئے گا بلکہ اس کی روح میرے پر آگئی ہے۔ غرض کہ کبھی کچھ بکا اور کبھی کچھ۔ جیسا موقع اور لوگ دیکھے بکتا رہا۔ اور اپنی زبان اور تحریر میں ایسے کفریات بکتا رہا کہ شیطان پر بھی سبقت لے گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دیں۔ حضرت مریم علیہا السلام وغیرہ پروردگار کے محبوبوں کو گالیاں دیں۔ عجب یہ کہ جس کا مثیل بننا چاہتا ہے۔ اس میں طرح طرح کے ناشائستہ گناہ کے کام اپنے گمراہ اعتقاد کے موافق ثابت کرتا ہے۔ علماء نے ہر طرف سے سمجھایا بجھایا مگر وہ باز نہ آیا آخرالامر علماء ربانیین نے مجبوراً ایسے الفاظوں پر کفر کا حکم دیا۔ خود تو وہ مرگیا مگر بعض جگہ اس کے تعلیم یافتہ گمراہ بے دین خلیفے اور چیلے رہ گئے ہیں جو کہ مسلمانوں کو کافر کرنا چاہتے ہیں۔

اوردن رات رسول اللہ ﷺ کے دین متین کے خراب کرنے کے درپے ہیں۔مگر الحمدللہ کہ نتیجہ برعکس ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ اہل اسلام کے علماء کے وعظ ونصیحت کی تاثیر سے صدہا قادیانی مسلمان ہوگئے۔اوراب بھی ہمیشہ توبہ کرکر مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔اور قادیانی چونکہ اپنے دعویٰ کو ثابت نہیں کرسکتے۔اور قیامت تک بھی ثابت نہ کرسکیں گے کیونکہ باطل چیز کا ثبوت ہی کیا ہوگا۔لہٰذا علماء نے ان کو لاجواب جان کر ان سے خطاب وعتاب ترک کردیا تھا۔

ع جواب جاہلاں باشد خموشی

لیکن ملک بنگالہ ضلع پترہ مقام برہمن بڑیہ میں ایک ملا عبدالواحد نامی مسجد کا خطیب قدرے اردو فارسی لکھا پڑھا ہوا نصیب کی شامتوں سے قادیانی ہوکر دائرہ اسلام سے خارج ہوکر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے آمادہ ہوا۔اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی کہنے لگا۔اور جن باتوں کے سبب سے اس پر علماء نے کفر کا حکم دیا تھا۔انہی باتوں کو برحق کہنے لگا۔اور اسی اپنے پیغمبر کی کتابوں سے چند باتیں پرانی نکال کر ایک رسالہ بنایا۔اور اس کا نام ”ھدایة المھتدی“ رکھا۔

ع برعکس نہند نام زنگی کافور

اس رسالہ کا نام ”ضلالة المھتدی“ ہونا چاہیے اور جاہل نے اتنا نہ سوچا کہ ان باتوں کا جواب دنداں شکن بارہا دیا گیا ہے۔جس کے سبب سے قادیانی بحر خموشی اور چاہ مرگ میں غرق ہوچکے ہیں۔مگر برہمن بڑیہ اور اطراف کے بعض جاہل بے وقوف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بظاہر ایک صورت نکالی کہ کتاب کا نام سن کر عوام الناس دام فریب میں آئیں گے۔اور اہل اسلام کے علماء اس کی کتاب کو قابل جواب نہ سمجھ کر اپنے دین

و اسلام کی اشاعت میں سرگرم رہتے ہیں۔اس طرف قادیانیوں کو بے علم لوگوں کے ورغلانے کا خوب موقع ہاتھ آیا۔گاؤں بہ گاؤں بکتے ہیں کہ اگر اس رسالے کی باتوں کا کوائی جواب ہوتا۔تو مسلمان علماء جواب کیوں نہ دیتے۔معلوم ہوا کہ قادیانیوں کا اعتقاد حق ہے اور کل روئے زمین کے مسلمانون کا اعتقاد باطل ہے۔چونکہ اس میں بعض سیدھے سادھے مسلمانوں کے گمراہ ہوجانے کا احتمال ہے۔لہٰذا میں نے اس ملا عبدالواحد خطیب کے رسالہ کی بعض موٹی موٹی غلطیوں کا رد لکھا۔تاکہ اگر پروردگار اپنا فضل کرے تو لوگ اس کے مکر کے دام میں نہ آئیں۔اور وہ ملاخود اور اس کے ہم مذہب لوگ اگر بغور اس کتاب کو اور میری دوسری کتاب کو جس کا نام ”تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی“ ہے، مطالعہ کریں اور کسی مسلمان عالم ذہین سمجھدار سے پڑھیں۔تو امید ہے کہ اپنے کفری اعتقاد سے توبہ کریں اور کم از کم اتنا تو ہو کہ اپنی بے علمی اور جہالت پر خبردار ہوں۔

لفظ **قولہ** کے بعد عبدالواحد برہمن بڑیہ کے خطیب کی عبارت ہے۔اور لفظ **الجواب** کے بعد اس فقیر کا جواب ہوگا۔

قولہ: ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں آئے۔(ص۲،۱۱)

الجواب: انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں مشہور ہے کہ راوایات مختلفہ وارد ہیں۔ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار۔دوسری روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار۔تیسری روایت میں بائیس لاکھ۔(رواہ کعب الاحبار) چوتھی روایت میں دس لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔(رواہ مقاتل)

پس درست بات یہی ہے کہ کوئی تعداد مقرر نہ کرنی چاہئے بلکہ پروردگار کے علم کے سپرد کرے اور کہے کہ سب انبیاء پر میرا ایمان ہے۔جس قدر بھی ہوں۔کیونکہ اگر خاص ایک عدد اور ایک مقدار کو لے لیا تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ کسی غیر نبی کو نبی کہنا ہوگا یا نبی کو غیر

نبی کہنا ہوگا۔ واقعی مقدار سے اگر تھوڑے کہے تو بعض انبیاء کو نہ مانا۔ اور اگر واقعی عدد سے
زائد کہہ دیئے تو جو نبی نہ تھے ان کو نبی کہا۔ اور یہ دونوں باتیں کہ نبی کو غیر نبی کہے یا غیر نبی کو
نبی کہے، کفر کی ہیں **بناء علی ان اسم العدد اسم خاص فی مدلوله لا یحتمل
الزیادة و النقصان۔** (دیکھو شرح عقائد نسفی وغیرہ) مگر مرزائیوں کے لئے یہ دونوں باتیں سہل
معلوم ہوتی ہیں۔ کہ اگر کسی موقع میں کسی نبی اللہ کو درجۂ نبوت سے نکال کر عدد کو درست کرنا
ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مثلاً طرح طرح کے طعن، کذب اور زنا اور مکاری و دغا بازی
وشراب خوری کے اس میں ثابت کر کے نکال دیں گے اور کسی غیر نبی کو نبی بنانا ہوا واسطے پورا
کرنے کسی خاص عدد کے تو مرزا غلام احمد قادیانی یا اس کے کسی خلیفہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا
مثل کر کے پیغمبر کر دیں گے اور قرآن شریف کی آیات اس کے حق میں فوراً نازل
کریں گے۔ اور جو نہ مانے اس کو کافر اور مردود اور مرتد کہہ دیں گے کیونکہ مرزا خود اپنی
کتاب ''توضیح المرام''، ص ۱۸ میں لکھتا ہے کہ باب نبوت کامن کل الوجوہ مسدود نہیں۔ اور
نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ (دیکھو تیغ غلام گیلانی کا ص ۲۹)

نعوذ باللہ من ذالک.

قوله: اور کتب آسمانی بھی بہت نازل ہوئیں کہ سب سے اکمل قرآن کریم ہے۔

الجواب: ارے ملاجی کیا کہتے ہو۔ تم تو اپنے پیغمبر قادیانی سے مخالف ہوگئے۔ اور
تمہارے نزدیک قادیانی کا مخالف اسلام سے خارج ہے۔ تم قرآن کریم کو اکمل کہتے
ہو۔ تمہارا نبی تو اپنی کتاب ''ازالہ اوھام'' میں لکھتا ہے کہ قرآن شریف میں گندی گالیاں
بھری ہیں۔ اور قرآن شریف سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ قرآن شریف کے
معجزات مسمریزم اور شعبدے ہیں۔ اور اسی ''ازالہ'' میں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار

پرندوں کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے۔ وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا تو پھر
قرآن شریف تو نقص بلکہ اس سے بھی زیادہ نکما ہوا۔ معاذ اللہ (دیکھو ''تیغ غلام گیلانی کا صفحہ ۲۰
[illegible] مقاموں کو) کہ قادیانی نے کیسے کیسے اعتراض اور نقصان قرآن شریف میں نکالے ہیں۔
معلوم ہوتا ہے کہ لفظ اکمل کا مقابل انقص ہے۔ یعنی سوائے قرآن کریم کے سب
آسمانی کتابیں انقص ہیں۔ مرزا نے اپنی کتاب ''دافع البلاء'' کے ٹائیٹل پیج کے صفحہ ۴ میں
لکھا ہے۔ عیسیٰ کوئی کامل شریعت نہ لایا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر شریعت کی
کتاب انجیل تھی۔ یعنی انجیل کامل نہ تھی بلکہ ناقص تھی۔ اور فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ جو کوئی پروردگار
کی شریعت کو ناتمام اور ناقص کہے گا، وہ کافر ہے۔ اگر ملا جی کا یہ اعتقاد ہے جو کہ اس کے
پیغمبر کا ہے تو یہ تو صاف کفر ہے۔ اور اگر وہ کتب آسمانی اور انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کو کامل
اور اکمل جانتا ہے۔ تو اس کے نزدیک پھر بھی کفر ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نبی قادیانی سے مرتد
ہوا۔

شعر

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنون را — بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ

قوله: صفحہ ۳ میں کیونکہ موعود کے صفات من قبیل پیشین گوئیوں کے ہیں۔ اور پیشین گوئیوں
کی حقیقت قبل وقوع کے کھل جانا ضروری نہیں ہے۔ اکثر وقت وقوع کے ان کی حقیقت کھلتی
ہے۔

الجواب: جو مہدی موعود ہوگا اس میں وہ ساری نشانیاں جو صحیح طور پر وارد ہیں، ضرور پائی
جائیں گی اور مرزا کی زندگانی میں تو خود وقت پیشین گوئیوں کے وقوع کا تھا کیوں واقع نہ
ہوئیں؟ یقیناً معلوم ہوا کہ مرزا ہرگز ہرگز سچا مہدی موعود نہ تھا۔ بلکہ کذاب، مکار مہدیوں
میں سے ایک مہدی تھا کہ اتنی عمر دراز میں دعویٰ مہدویت کا کیا۔ اور اقوال و افعال اس کے

اکثر شرع شریف کے برخلاف تھے۔

ع   برعکس نہند نام زنگی کافور

قوله: ص۴۔ ہر ایک کو ایک مدت معینہ عمر انسانی پا کر ضرور پیالہ موت کا نوش جان کرنا ہے۔ اگر کسی فرد بشر کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا کہ زمین میں کیا بلکہ آسمان پر جا کر برخلاف دوسرے افراد بشر کے ہزاروں برس زندہ رہ سکے تب ضرور رسول اللہ ﷺ کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا...... الخ (ص۴)

الجواب: اس عبارت سے قادیانی ملا کو کوئی فائدہ نہیں ہم خود سب مسلمان لوگ مدت معینہ عمر انسانی پر موت کے قائل ہیں نہ ایک ساعت آگے ہوگی نہ ایک ساعت پیچھے ہوگی۔ قرآن شریف میں خود موجود ہے۔ ﴿اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَلَايَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَايَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ مگر یہ تو تصریح کے ساتھ کسی آیت یا حدیث میں مذکور نہیں کہ زید کی عمر بیس برس اور بکر کی تیس برس اور خالد کی سو برس کی ہوگی۔ باقی یہ امر کہ جس کا مرتبہ زیادہ ہو جیسے کہ محمد ﷺ، اس کی عمر بھی زیادہ ہونی چاہے ہر کوئی شرع کی بات نہیں۔ البتہ قادیانیوں کی نئی شریعت میں ہوگی۔ دیکھو خیال کرو کہ قرآن پاک میں خبر ہے کہ اصحاب کہف جو کہ تین آدمی مع ایک کتے کے یا چار آدمی مع ایک کتے کے یا اس سے زیادہ ہیں تین سو نو (۳۰۹) برس تک غار میں سوئے اور یہ خبر آنے سے اب اس وقت تک اور تیرہ سو چھتیس برس گزر چکے ہیں۔ مجموعہ سولہ سو پینتالیس (۱۶۴۵) برس ہو گئے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) برس تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس (۹۳۰) سال تھی اور حضرت شیث علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ (۹۱۲) سال اور حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر تین سو پینسٹھ (۳۶۵) برس کی ہوئی تو آسمان چہارم پر اٹھائے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

عمر دو سو تیئیس (۲۲۳) برس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی تھی۔ کیا اس بات سے ان کا مرتبہ زائد اور حضرت محمد ﷺ کا کم ہو جائے گا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ کل انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ عطا ہوا وہ بذریعہ سرور عالم ﷺ کے ہوا۔ ان کے کمالات اور مراتب سب کے سب ظلّی اور طفیلی تھے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس قدر دراز حیات واسطے ارشاد اور ہدایت دین محمدی ﷺ کے عطا ہوئی تو اس سے حضرت محمد ﷺ کی شان اور بھی اعلیٰ ہو جاتی ہے کما لایخفی۔ بلکہ بعض کافروں کو بھی پروردگار نے دراز عمر دی ہے۔ ''شرعۃ الاسلام'' ص۵۴۸ میں ہے کہ صمصام بن عوق بن عنق کی عمر ایک ہزار سات سو برس کی تھی۔ یاجوج ماجوج کے ہر ایک فرد بشر کی اتنی عمر ہوتی ہے کہ ہر ایک کی ہزار اولاد ہوتی ہے جب مرنا شروع ہوتا ہے۔ (دیکھو تیج کا صفحہ ۱۳۰)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ''ایام الصلح'' میں علماء اہل اسلام پر یہ سوال کیا ہے کہ آیت ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ دال ہے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر کیونکہ حسب مفاد اس آیت کے جو شخص اسّی یا نوے سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور واژگونی بہ نسبت پہلی حیاتی کے پیدا ہو جاتی ہے تو کیا حال ہوگا اس شخص کا (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا) جو دو ہزار سال تک زندہ رہے۔ اس میرے جواب سے اس سوال کا جواب بھی ہو گیا۔ مرزا کی جہالت کہ اسّی نوے برس کی عمر کو اس آیت قرآنی کا مفاد سمجھ رہا ہے۔ افسوس جہالت بھی لاعلاج بیماری ہے۔

قوله: ص۴ میں ہے اور وفات عیسیٰ علیہ السلام کی قرآن کریم سے ایسی ثابت ہے کہ کسی دوسرے پیغمبر کی وفات ایسی ثابت نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود و مہدی آخر زمان علیہ السلام نے تیس آیتوں سے وفات عیسوی پر استدلال فرمایا ہے اور دوسرے علماء سلسلۂ حقہ احمدیہ

نے تو پچاس ساٹھ آیات تک پیش کی ہیں۔ اور ان میں ایسی آیات بھی موجود ہیں جن میں
خاص لفظ ”توفی“ کے مشتقات جس میں صریح وفات کا مادہ واقع ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی نسبت وارد ہوئی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مفید معلقاً ایک لفظ بھی قرآن پاک میں
نہیں ہے چہ جائیکہ مادہ حیات پر کوئی لفظ کوئی شخص دکھا سکے...... (الخ)

الجواب: لعنة الله علی الکاذبین۔ بالکل دروغ بیفروغ ہے۔ جس قدر آیات سے
قادیانی موت کی دلیل لاتا ہے انہی آیات سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔ جمع
احادیث شہادت حیات کی دے رہی ہیں۔ ہر چہار اماموں کا مذہب بلکہ جمہور اہل اسلام
بلکہ مخالف فرقوں کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ گئے اور اب
تک زندہ ہیں۔ قرآن کریم کی ایک آیت سے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت نہیں ملتا۔
مگر جب کہ کسی کو حیا نہ ہو تو جو چاہے سو کہے۔ اذا لم تستحی فافعل ماتشاء۔ وہ تیس
آیتیں فقط قادیانیوں کو معلوم ہیں۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ کو معلوم نہ تھیں اور نہ بعد کے
صحابہ وتابعین وائمہ کبار وعلمائے اخیار کو معلوم تھیں جو انہوں نے قرآن شریف کے مخالف
اعتقاد رکھا۔ اگر قرآن کریم میں اتنی آیات سے موت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔ تو
حضرت ﷺ اور صحابہ کبار اور تابعین وتبع تابعین وغیرہ جمیع مذاہب اسلام سے عیسیٰ علیہ السلام
کے آسمان پر جانے اور وہاں رہنے اور اترنے اور دجال کو قتل کرنے کی صحیح حدیثیں اور اقوال
کیسے وارد ہوتے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان سب علماء نے قرآن کریم کے مطلب
کو نہیں سمجھا اور معاذ اللہ یہ سب غلط ہیں۔ پس مرزائی لوگوں کا ایمان تو ایسی ہی باتوں سے
اڑا ہوا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ کتب احادیث میں ہے کہ صحابہ کرام دس آیتوں کو جب پڑھتے
تو آگے نہیں گزرتے تھے۔ جب تک کہ ان دس آیات کے معانی اور ان پر عمل کا طریقہ نہیں

سیکھ لیتے تھے۔

عن ابن مسعود ؓ قال کان الرجل منا اذا تعلم عشرایات لم یجاوزھن حتی یعرف معانیھن والعمل بھن۔

وقال عبد الرحمن السلمی حدثنا الذین کانوا یقرؤننا انھم کانوا یستقرؤن من النبی ﷺ وکانوا اذا تعلموا عشر آیات لم یخلفوھا حتی یعمل بما فیھا من العمل فعلمنا القرآن والعمل جمیعا ......الخ

غرض کہ سب صحابہ سے حیات عیسوی مذکور ہے اور خود معلوم ہے۔ کہ صحابی کی
تفسیر غیر کی تفسیر پر مقدم ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کا قول ﴿وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ
بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ﴾ یہ آیت صاف طور پر حیات عیسوی کو مثل دیگر آیات کے ثابت کر رہی ہے۔
ولکن التعصب اذا تملک اھلک اور لفظ ”متوفی“ کے مشتقات سے مرزائیوں
کی سند لانی باطل ہے۔ کیونکہ یہ مادہ موت کے معنی میں خاص نہیں کیونکہ ”توفی“ کا معنی
قبض کرنا بھی ہے۔ اور قبض، موت سے بھی ہوتا ہے۔ اور صعود سے بھی۔ جلالین کے حاشیہ
میں ابن حزم کا قول جو کہ موت کا نقل کیا ہے اسی حاشیہ میں دوسرا معنی بھی موجود ہے اور موت
کا قول ضعیف لکھا ہے۔ سو وہ بھی وہ موت ہے جو کہ قبل چلے جانے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان
پر بعض علماء کا اعتقاد ہے ظاہر لفظ ”توفی“ کو دیکھ کر وہ عبارت یہ ہے: التوفی ھو القبض
یقال وفانی فلان درھمی و اوفانی وتوفیتھا منہ غیر ان القبض یکون
بالموت وبالاصعاد۔ فقولہ ﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ من الدنیا من غیر موت
تعیین للمراد وفی البخاری قال ابن عباس ﴿مُتَوَفِّیْکَ﴾ ممیتک ای
ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الان۔

قال شیخ السلام ابن حجر قد اختلفوا فی موت عیسی قبل رفعه فقیل علی ظاهر الآیة أنه مات قبل رفعه ثم یموت ثانیا بعد النزول وقال متوفی نفسک بالنوم اذ روی انه رفع نائما. (کرمانی) دیکھو "توفی" کے مشتقات کا استعمال قرآن شریف میں غیر معنی موت میں ﴿ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّاکَسَبَتْ﴾ ﴿یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ﴾ اس میں بھی مادہ وفات کا موجود ہے۔ حالانکہ موت کا معنی نہیں لیا گیا۔ ﴿اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ دیکھو تیغ غلام گیلانی کو غور سے کہ کیسے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑا فیصلہ تو الحمدللہ مرزا قادیانی نے خود کر دیا ہے کہ وہ خود ہی "براہین احمدیہ" میں لکھتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ﴾ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا...... (الخ بلفظہ) قادیانی کے سب کلمہ گو امتی یہی پکار رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور اپنے نبی کا خیال نہیں کرتے کہ اس کا ایسا نکما حافظہ ہے کہ اگلی پچھلی بات اس کو یاد ہی نہیں رہتی کہ اس عبارت بالا میں کیسا صاف امر حق کا اقرار کر لیا ہے۔ مرزائیوں کو ضرور ان پر ایمان لانا چاہیے ورنہ راندہ درگاہ نبی اپنے کے ہوں گے اور کم از کم مرزا کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت وحیات میں تردد ضروری ہے۔ (دیکھو رسالہ "تیغ" ص ۱۲۰ وص ۱۲۱ وغیرہ کو) پس جب کہ موت پر یقین اس کو نہ ہوا تو محض مبہوت اور پریشان ہی رہا ﴿فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ﴾

قولہ: صفحہ ۵ میں ہے مخالف مولویوں میں سے بھی جس جس کو کسی قدر فہم و درایت سے

حصہ ملا ہے ہرگز عند المقابلہ اس مسئلہ میں بحث کرنا قبول نہیں کرتا۔

الجواب: کاذب لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ارے کاذب کمبخت خود لاہور کی بحث میں تمہارا پیغمبر حاضر ہی نہ ہوا۔ اور امرتسر سے مرزائیوں کو سخت شکست ہوئی۔ اور تمہارا نبی ایسا فرار کر گیا کہ خواب کے اندر بھی ڈرتا رہا۔ خود تم ہی شرماؤ اور گریبان ندامت میں منہ ڈال کر سوچو کہ تم نے بحث مقرر کی اور مدت دراز نیک لوگوں کو اپنا فخر اور شان دکھاتا رہا۔ آخر الامر "برہمن بڑیہ" و دیگر ملکوں کے مولوی لوگ جمع ہوئے اور یہ فقیر بھی گیا اور تم اپنی بیت الخلاء سے باہر ہی نہ نکلے۔ جب تمہارے ساتھ بحث کرنے کے لئے یہ فقیر دولت خاں وکیل کے مکان پر گیا تو تم وہاں سے بھی لرزاں وہراساں ہو کر ایسے بھاگے کہ تمہارا پتہ نہ چلا۔ اور معمولی عبارت خوانی میں چند غلطیاں تم سے ایسی ہوئیں کہ جس سے حاضرین مکان عام وخاص جان گئے کہ ابتدائی علوم صرف ونحو میں بھی تمہارا استعداد نہیں۔ پھر اسی ناز پر بحث کا نام لیتے ہو۔ واہ، واہ، واہ

قولہ: ص ۶ میں: یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ.

الجواب: مفصل اگر دیکھنا چاہتے ہو تو "تیغ غلام گیلانی" کے صفحہ ۶۹ و ۷۰ وغیرہ میں دیکھو۔ مختصراً اب بھی لکھے دیتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ "اے عیسیٰ تحقیق میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور بلند کرنے والا ہوں تم کو طرف اپنی"۔ یعنی بعد نزول من السماء کے تم کو تیری طبعی موت دے کر اپنے پاس مکرم کروں گا اور قتل یہود سے جو ذلت کی موت ہے، بچاؤں گا۔ پس "متوفیک" میں وعدہ وفات ہے کہ میں تم کو ماروں گا۔ یہ تو نہیں کہ میں نے تم کو مار دیا۔ اسم فاعل کا صیغہ ہے، ماضی نہیں ہے اور حضرت ابن عباسؓ جن کی روایت پر تم کو بہت ناز ہے وہ "ممیتک" کا معنی "متوفیک" سے نہیں لیتے کما هو مذکور

مفصلا فی کتابی "تیغ غلام گیلانی" فلیطالع ثمہ۔ اور اگر ان کی رائے یہی مانی جائے کہ وہ "مُتَوَفِّیکَ" کا معنی "ممیتک" لیتے ہیں تو اس بنا پر وہ آیت میں تقدیم وتاخیر کا قول کرتے ہیں۔ اخرج اسحٰق بن بشر وابن عساکر من طریق جریر عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ یعنی رافعک ثم توفیک فی آخر الزمان "تفسیر درمنثور وتفسیر ابن عباس"۔
اور مواضع تقدیم وتاخیر کے قرآن شریف میں "تیغ غلام گیلانی" سے معائنہ کرو۔

"متوفیک" کا لفظ کچھ اسی بات کی خواہش نہیں کرتا کہ جس وقت "متوفیک" فرمایا گیا اسی وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دے دیتا۔ بلکہ اگر بعد ہزار، دو ہزار، چار ہزار، دس ہزار، لاکھ برس کے ہو تو بھی "مُتَوَفِّیکَ" کے معنی صادق آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ "یٰعیسی انی متوفیک الان اوبعد سنة وغیر ذالک" یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام میں تم کو مارنے والا ہوں اب یا برس، دس برس، سو برس کے بعد بلکہ مطلق فرمایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ ان کو مارے گا "متوفیک" صادق ہوجائے گا۔ اور اگر یہ معنی لو کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں ابھی تم کو مارنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں طرف اپنے اور قبل بعثت حضرت محمد ﷺ کے عیسیٰ علیہ السلام کی موت متحقق ہوچکی۔ تو اور آیات واحادیث واقاویل ائمہ عظام وعلمائے کرام کا جواب کیا دو گے جو حیات با آواز بلند ثابت کر رہے ہیں۔ ان سب کو ترک کرنا ہوگا اور تطبیق ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ اسی واسطے علمائے مفسرین اور خود حضرت ابن عباس رحمہم اللہ اجمعین تقدیم وتاخیر کے آیت مذکورہ میں قائل ہوئے ہیں۔ کیونکہ ظاہر تر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم وتاخیر کا آیت مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔



اور بھی سنو "مُتَوَفِّیکَ" میں ضمیر خطاب کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور "رَافِعُکَ" میں بھی مخاطب وہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ کیونکہ معطوف بحکم معطوف علیہ ہوا کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نام جسم مع روح کا ہے۔ اور خطاب بھی اس عبارت میں عیسیٰ علیہ السلام ہی کو ہے اور وہ زندہ ہے وقت مخاطبہ تو جیسے کہ موت عیسیٰ علیہ السلام پر یعنی اس کے جسم پر آئی ہے "رفع" بھی اسی کے لیے ثابت ہوا۔ تو معنی یہ ہوا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرے بدن کو مار کر پھر تم کو مع بدن اور روح کے اٹھانے والا ہوں حالانکہ جسم کے مرفوع ہونے کا کوئی قادیانی قائل نہیں۔ بلکہ مرزائیوں کے مطابق یہ معنی ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں نے تجھ کو مار کر تیری روح کو سوائے بدن کے اٹھالیا۔ اور یہ پورا معنی خود اس عبارت کا مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کمامر اور اگر معطوف میں ضمیر خطاب سے مراد روح لیا جائے بعلاقہ ذکر کل اور مراد اس سے جزء ہے کما ھو مذھب الجمھور تو کیا وجہ ہے کہ اسم فاعل کو اپنے معنی میں نہیں لیتے اور ظاہر نصوص آیات واحادیث وکلام علماء میں مجاز در مجاز اور تاویل علی التاویل کا بھروسہ لیتے ہیں۔ شاید کہ قادیانی مُلّا میری بات کو تو نہ مانے اب میں وہی معنی پیش کردوں جو اس آیت کا اس کے نبی اور نبی کے مددگار "فاضل نور الدین" نے لکھے ہیں۔ حکیم نور الدین نے کتاب تصدیق "براہین احمدیہ" صفحہ ۸ میں لکھا۔ اذ قال اللہ یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی...... الخ "جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ علیہ السلام میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف"۔ اب خیال کرو کہ اس عبارت میں موت کا ذکر بھی نہیں بلکہ لینے کا ذکر ہے۔ اور لینے کا معنی درست بھی ہے کہ "میں تجھ کو آسمانوں پر اٹھا کر تیرا درجہ بلند کرنے والا ہوں"۔ اور مرزا خود "براہین احمدیہ" میں لکھتا ہے "انی متوفیک ورافعک الی"۔ "اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے

کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا"۔ (بلفظہ صفحہ ۵۵۷) اور اسی کتاب
کے صفحہ ۵۱۹ میں لکھتا ہے۔ "انی متوفیک ورافعک الی" "میں تجھ کو پوری نعمت
دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا"۔ بلفظہ یہ دونوں معنی مرزا نے الہام کی برکت سے کئے
ہیں۔ اول معنی میں موت یقینی نہیں محض احتمال ہے۔ اور مرزا مقام استدلال میں ہے مستدل
کو لزوم چاہئے۔ احتمال سے کام نہیں چلتا جب احتمال پیدا ہوا دلیل باطل ہوئی: **اذا جاء
الاحتمال بطل الاستدلال**۔ اور دوسرے معنی میں موت کا ذکر بھی نہیں کیا بلکہ پوری
نعمت کا اور پوری نعمت دینا جب ہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مع اس کے جسد کے آسمانوں پر
اٹھا کر معزز کیا جائے۔ پس مرزا نے تو خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت
پر ہرگز جزم اور یقین نہیں ہے۔ مولوی نور الدین کا معنی اور مرزا کا دوسرا معنی ہم اہل سنت
وجماعت کے اعتقاد کے موافق ہے ہم اسی کو مانتے ہیں اور قادیانیوں کو بھی یہ معنی ماننا چاہے
ورنہ مرتد ہوں گے اپنے دھرم اور دین سے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ باطل کی طرف کتنا ہی
کوئی شخص اگرچہ زور لگادے مگر حق بات گاہے ماہے اُس کی زبان سے بالاختیار یا بلا اختیار
نکل ہی جاتی ہے۔ مرزا نے چند سال سے موت عیسیٰ علیہ السلام پر بہت اندھا زور لگایا مگر
آخر یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور علماء اہل سنت وجماعت کی کرامت دیکھو کہ کیسا صاف موافق
مذہب مسلمانوں کے معنی کر گیا۔ اسی "براہین احمدیہ" میں موجود ہے: عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں
میں ہیں۔ میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے، وہ سب باتیں کھول دے گا۔ اور
﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی﴾ کے متعلق مرزا کا ترجمہ گزر چکا ہے۔ اس کو دیکھو
کہ حیات فی السماء کا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اقرار کیا ہے۔ اور اگر **مُتَوَفِّیْکَ** کا معنی
ممیتک لیا جائے تو بھی اہل سنت والجماعت کو مضر نہیں ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے

عیسیٰ علیہ السلام میں ہی تجھ کو مارنے والا ہوں۔ اس سے ثبوت موت بالفعل تو نہیں ہوا بلکہ
وعدہ موت ثابت ہوا ہے اور اس میں کیا نقصان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب یہود نے
عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو خوف گزرا تو پروردگار نے فرمایا کہ
اے عیسیٰ علیہ السلام میں ہی تم کو مارنے والا ہوں۔ تمہاری موت کے وقت میں یہود کے قتل
سے تم مت ڈرو۔ (دیکھو رسالہ "تیغ" کو) اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت نہ
ہوئی۔

قولہ: ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ (الآیۃ)

الجواب: اس آیت سے تو خود حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہوتی ہے۔ (دیکھو رسالہ "تیغ" کو)
یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے ہاتھ سے قتل نہ ہونے دیا بلکہ زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔ رَفَعَهٗ کی
ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام نام روح اور بدن دونوں کا ہے۔ اور مرجع اس کا روحِ
عیسیٰ علیہ السلام نہیں جیسا مرزا کہتا ہے کہ مراد اس سے رفع تکریمی روح عیسیٰ کا ہے جیسے، کہ
شہداء کے لئے رفع تکریمی ہے۔ کیونکہ اس بنا پر عبارت قرآنی اس طرح ہونی چاہیے تھی کہ
"بل رفع روحه" اس میں ایک تو یہ کہ بلا ضرورت حذف ماننا پڑتا ہے۔ **والمذکور
راجح من المحذوف**۔ دوسرا یہ کہ کل امت مرحومہ کے اعتقاد کے مخالف ہوجاتا ہے۔
اس سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

قولہ: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ﴾ (الآیۃ)

الجواب: اس آیت کے ذکر کرنے میں نہ ہمارا کوئی نقصان اور نہ قادیانی کا کوئی فائدہ
ہے۔ معنی اس کا نہیں سوچتا؟ **خلود** کا ایک معنی **مکث طویل** یعنی ٹھہرنا بہت عمر تک
بلا کسی مقدار معین کے۔ سو یہ معنی تو اس مقام میں کسی صورت سے درست نہیں ہوسکتا ہے۔

کیونکہ حضرت محمد ﷺ سے پہلے صد ہا ہزار لوگوں کو پروردگار نے مکث طویل اور عمر دراز میں بلا کسی مقدار معین کے دنیا میں رکھا۔ اور دوسرا معنی ''خلود'' کا ہمیشہ ابد الاباد رہنا۔ سو یہ معنی درست ہے کیونکہ آیت کریمہ کا یہ معنی ہوا کہ کسی شخص کے لئے قبل آپ کے اے محمد ﷺ صاحب ہم نے ہمیشہ کا رہنا دنیا میں مقرر نہیں کیا۔ پس کیا اگر آپ فوت ہو جائیں تو وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے یعنی ہمیشہ کوئی نہ رہے گا۔ سو جملہ اہل اسلام اس امر کے معتقد ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ نہ رہیں گے بلکہ جب ان کی موت کی تاریخ ہوگی ضرور وفات پائیں گے۔ پس اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

قولہ: ﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًاo اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًاo﴾

الجواب: مطلب اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ پروردگار نے زمین کو زندہ اور مردہ لوگوں دونوں کے لئے کافی کیا ہے۔ زندہ لوگ زمین کے اوپر اور مردہ لوگ زمین کے پیٹ میں رہیں گے۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ کوئی زندہ شخص عارضی طور پر بھی آسمان پر نہ جائے گا۔ کیا اعتقاد ہے تمہارا؟ اے قادیانی فرقہ کے لوگو! کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں یا نہیں؟ اور اب تک موجود ہیں یا نہیں؟ اور حضرت سرور عالم ﷺ کا معراج مبارک جو اجماعاً ثابت ہے اور جا بجا احادیث صحاح کی موجود ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ معراج سے بھی تم لوگ منکر ہو جیسے کہ تمہارا نبی اس کا انکار کرتا ہے۔ ''**ولیس هذا بمصادرة علی المطلوب**''۔ یہ سوال بھی ملا عبدالواحد خطیب نے اپنے پیغمبر کی کتابوں سے نکالا ہے اور اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

اور مرزا قادیانی کی کتابوں میں ایک اور سوال بھی ہے۔ وہ یہ ہے۔

سوال: پروردگار نے قرآن پاک میں فرمایا ﴿فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ﴾ ''اس

زمین میں تم لوگ زندہ رہو گے اور اسی میں تم مرو گے'' مرزا اسی حصر سے سمجھا ہے کہ کوئی فرد اور کسی صورت سے نہ آسمان پر زندہ رہ سکتا ہے اور نہ وہاں پر مرے گا۔ یہ بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ بغیر کرۂ زمین کے نوع انسانی کا مستقر اور مستودع یعنی قرار گاہ اور نہیں تو پھر مسیح ابن مریم آسمان پر کس طرح بقیہ ایام حیات بسر کر رہا ہے؟

الجواب: یہ بیان بطریق اصالت ہے یعنی اصل تو یہ ہے کہ عیسیٰ زمین میں زندگانی بسر کریں گے اور اسی میں مریں گے۔ اس میں یہ تو نہیں فرمایا کہ کبھی کسی امر عارضی کے سبب سے بھی کسی دوسرے کرہ میں نہ جائیں گے بلکہ اگر کوئی زمین پر پیدا ہوتے ہی آسمانوں پر اٹھایا جائے اور دو ہزار سال یا دس ہزار سال تک وہاں زندہ رہ کر پھر وقت موت کے زمین پر آ کر مر جائے تو اس پر بھی یہ آیت صادق آئے گی بوجہ اس کے کہ اس کی حیات کچھ قدر اور موت دونوں علی الارض اور فی الارض پائی گئیں۔ **ولعمری هذا ظاهر جدا.**

غرض کہ کرۂ ارضی کا قرار گاہ اور سکونت کی جگہ ہونا بطریق اصالت کے یہ منافی نہیں ہے اور اس کے کہ بعض افراد بشری کو عارضی طور پر کسی اور کرہ میں رکھا جائے۔ دیکھو جیسا کہ ملائکہ کے لئے موطن اصلی اور قرار گاہ طبعی افلاک ہیں۔ پھر بھی باوجود اس کے زمین پر عارضی طور پر سکونت اور آمد و رفت رکھتے ہیں۔ جیسے کہ ہر قطرۂ بارش کے ساتھ ملائکہ کا آنا، جنگ بدر میں ملائکہ کا آنا واسطے امداد اہل اسلام کے، خود حضرت جبرئیل کا آنا حضرت محمد ﷺ پر۔ فتاویٰ غیاثیہ، ص۱۸۳ میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام چوبیس ہزار بار رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں۔ اور ایسا ہی بکثرت نزول ہوا ہے جمیع پیغمبروں۔ اور ہر انسان کے ساتھ جو کثیر ملائکہ مقرر ہیں ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، آنکھ وغیرہ سوراخوں پر متعین ہیں، خود منہ پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔ جب کوئی مسلمان درود شریف پڑھتا ہے فوراً حضرت ﷺ کے دربار میں

لے جاتا ہے۔ دن کے اعمال رات کو اور رات کے دن کو فرشتے لے جاتے ہیں۔ خود کراما کاتبین جو ہر انسان کے دائیں بائیں مونڈھے پر مقرر ہیں۔ کیا مرزا کو یاد نہیں بعد موت مسلمان کی اس کے ہمراہی فرشتے اس کی قبر پر استغفار اور تسبیح وتہلیل پڑھتے رہتے ہیں اور قیامت تک پڑھتے رہیں گے۔ مسجد اور خانہ کعبہ کے اردگرد جو ہزارہا فرشتے محافظ رہتے ہیں۔ وقت خروج دجال کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور بیت المقدس اور طائف کے اردگرد فرشتے دیوار باندھ کر دجال کو روک لیں گے۔ اگر ساری مثالیں لکھوں تو دفتر عظیم ہوگا مسلمان منصف کو اس قدر کافی ہیں اور بدمزاج، بے دین، عدو المسلمین کو قرآن شریف بھی کافی نہیں۔ اور ﴿فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ﴾ میں تقدیم ظرف سے جو کہ حصر پایا جاتا ہے کہ اسی زمین ہی میں زندہ رہو گے اور اسی زمین میں تم مرو گے سو وہ حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے بہ نسبت استقرار اصلی کے۔ واما الاختصاص المستفاد من اللام فی ”قوله تعالى ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلَى حِيْنٍ﴾“. فهو اثر للجعل التكويني الذى له المجعول اليه عارض غير لازم وفى هذه الصورة يتصور الانفكاك بين المجعول والمجعول اليه كما فى قوله تعالىٰ ﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ه وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ اذا كان زيد يحصل وجه المعاش فى الليل وينام فى النهار. دلیل عارضی ہونے مجعول الیہ یعنی ”حياة فى الارض“ کے قصہ اترنے ابلیس کا اور بعد ازاں پھر چڑھ جانا اس کا بدلیل ﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ﴾ اور ﴿فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ﴾ ہے جب کہ ابلیس ملعون نے بعد امر نزول کے پھر آسمان پر جا کر حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ ڈالا۔ تو بعض افراد نوع انسانی جن کا مادہ پیدائشی وفطرتی نفخ روح القدس کا ہو یعنی جو آدمی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی

پھونک مارنے سے پیدا ہوا ہو جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ان کا آسمان پر جانا کیسے نادرست ہو سکتا ہے۔ پس اس آیت سے بھی موت ثابت نہ ہوئی۔

قوله: والى غير ذالك من الايات۔

الجواب: وہ آیات ملا جی کے شکم ہی میں پوشیدہ رہ گئیں۔ اگر ذکر کرتا۔ تو ان کا جواب بھی دندان شکن دیا جاتا اور بارہا علماء اہل اسلام نے ایسے جواب دیئے ہیں کہ اب تک تین سو تیرہ ۳۱۳ مرزائیوں سے اس کا غلط جواب بھی نہ ہو سکا۔ جس شخص نے مسلمانوں کی کتابیں دیکھی ہیں وہ اس کو خوب جانتا ہے۔

قوله: اور احادیث میں بھی حیات عیسوی کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ اگر ہے تو وفات کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

الجواب: ”لعنة الله على الكاذبين الدجالين“ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کی احادیث متواتر المعنی ہیں۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے جمیع علمائے امت وائمہ ملت نے تسلیم کیا ہوا ہے روز روشن سے زیادہ واضح ہے۔ مگر جن پر اللہ تعالیٰ کا قہر ہے اور جو شقی ازلی اور قرآن وحدیث کے دشمن اور انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کو بلاف وگزاف شیطانی فوق جانتے ہیں وہ اندھے ہوگئے ہیں۔ شعر

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

رسالہ ”تیغ“ کو دیکھو تا کہ جہالت کا پردہ اٹھ جائے اور کچھ قدر تمہاری تردید کے ضمن میں اس کتاب میں بھی مذکور ہے۔

قوله: چنانچہ ذیل میں بطور نمونہ کے تین حدیث کے ٹکڑے ہم نقل کرتے ہیں۔

۱..... قال ﷺ فاقول كما قال العبد الصالح ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّادُمْتُ

فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾ یہ حدیث بتمامہ صحیح بخاری میں ہے۔

۲...... قال ﷺ فاخبرنی ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ۔ یہ حدیث بروایت حضرت عائشہ صدیقہ مستدرک حاکم وطبرانی میں موجود ہے۔

۳...... ''قال ﷺ کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی''۔ یہ حدیث بایں لفظ بہت کتابوں میں موجود ہے مثل تفسیر ابن کثیر وفتوحات مکیہ والیواقیت الجواہر وغیرہ وغیرہ۔

اقول: بے علمی بھی بری بلا ہے۔ ملاجی فقط عبارت کتابوں کی سوائے فہم مطلب کے لکھ مارتا ہے اور وہی عبارت اس کے منہ پر الٹی ماری جاتی ہے۔ ملاجی نے تین ٹکڑے تین حدیث کے بیان کئے ہیں۔ پس یہ بھی بالترتیب یکے بعد دیگرے جواب دیتا ہوں اور انہی کتابوں سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت کرتا ہوں۔ ناظرین کو غور وانصاف سے ملاحظہ فرمانا چاہئے:

اول: ٹکڑے کا جواب مفصل ''تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی'' میں ہے۔ یہاں بقدر کفایت بیان کرتا ہوں۔ اول قادیانی کا مطلب بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بخاری کی حدیث کے اس اول ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قبل رسول ﷺ کے فوت ہوگئے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''جب روز قیامت کے پروردگار مجھ سے میری امت کے اعمال کی نسبت دریافت فرمائے گا تو میں جواب میں وہ بات عرض کروں گا جو کہ بندہ صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہی ہے۔ یعنی جب کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام تم نے کہا تھا کہ نصاریٰ تم کو اور تمہاری ماں کو خدا مانیں تو

عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾ (اور تھا میں ان پر حاضر اور ان کا نگہبان جب تک کہ میں ان کے اندر تھا اور جب کہ وفات دی تو نے مجھ کو تو تو ہی تھا نگہبان ان پر) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بھی ایسا ہی کہوں گا اپنی امت کے ناجائز افعال کی نسبت جو انہوں نے میرے بعد کئے ہوں گے۔ مرزا اس طور پر ترجمہ کرتا ہے، اس وجہ سے کہ ''فاقول کما قال العبد الصالح'' میں لفظ ''قال'' صیغہ ماضی کا ہے۔ رسول اللہ سے قبل یہ واقعہ ہو چکا ہے۔ یہ واقعہ روز قیامت کا نہیں بلکہ دنیا ہی کا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے کے بعد اس کی روح نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ عرض کی ہے۔ پس ''قال'' کی ماضویت بہ نسبت زمانہ حضرت علیہ السلام کے لیتا ہے اور ''توفیتنی'' کا معنی موت کا (مارا ہے تو نے مجھ کو) لیتا ہے۔

اول جواب: اس بناء پر کہ قال بمعنی یقول ہے۔ اور توفیتنی کا معنی موت حقیقی کی تقدیر ہے اور یہ واقعہ بروز حشر ہوگا۔ معنی یہ ہوا کہ ''کہے گا عیسیٰ علیہ السلام بروز حشر یا اللہ جب تک کہ میں ان کے اندر موجود تھا تو ان کے اقوال وافعال پر حاضر اور نگہبان رہا اور جب کہ تو نے مجھ کو وفات دی بعد اتر آنے کے آسمان سے تو اس وقت تو خود ہی ان پر نگہبان تھا''۔ پس اب کہ تحقق موت کا مسیح ابن مریم کے لئے بعد النزول ہوگا تو ''توفیتنی'' کی ماضویت بہ نسبت یوم الحشر کے خود ہی ہو جائے گی۔ اور چونکہ بروز حشر جواب وسوال یقینی ہے لہٰذا ''یقول'' کی جگہ جو کہ صیغہ مضارع کا ہے ''قال'' صیغہ ماضی لایا گیا تاکہ تحقق واقعہ پر دلالت کرے اور ماضی بمعنی مستقبل قرآن شریف میں بقرینہ سیاق وسباق بہت جگہ آیا ہے چنانچہ ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ تفسیر خازن میں ابن عباس سے روایت ہے: یکور اللہ الشمس والقمر یوم القیامۃ ﴿وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ﴾ قال الکلبی

وعطاء تمطر السماء یومئذ فلایبقی نجم الا وقع اور ایسے ہی اس کے بعد کلمات اس سورہ مبارک کے اگر چہ بصورت ماضی ہیں مگر معنی ان کا مضارع کا ہے۔ دیکھو ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا﴾ میں ماضی "تبرأ" بمعنی مضارع مستقبل ہے کیونکہ یہ براءت حشر کے دن ہوگی۔ اور حدیث شریف میں بہت جگہ ماضی مضارع کی جگہ آیا ہے۔

صحیح بخاری شریف ص ۳۱۶ میں کتاب المساقات سے دو تین حدیثیں قبل ایک حدیث ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس میں "استاذن" ماضی صیغہ ماضی مضارع "یستاذن" لیا گیا ہے۔ بقرینہ فیقول اللہ تعالیٰ کے پوری حدیث یہ ہے۔ عن ابی هريرة ان النبی ﷺ کان یوما یحدث وعنده رجل من اهل البادية ان رجلا من اهل الجنة استاذن ربه فی الزرع فقال له الست ...... (الخ) اور خود عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حدیث موجود ہے کہ جب دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو پگھل جائے گا جیسا کہ قلعی پگھل جاتی ہے۔ اس حدیث میں صیغہ ماضی کا فرمایا گیا ہے مراد اس سے مستقبل ہے۔ وہ عبارت یہ ہے: ذاب کما یذوب الرصاص۔

صحیح بخاری کتاب الجہاد باب مسح الغبار فی سبیل اللہ میں پہلی حدیث میں جو یہ عبارت ہے: ویح عمار تقتله الفئة الباغية عمار یدعوهم الی الله ویدعونه الی النار۔ اس پر علامہ عینی ص ۵۵۹، جلد ۶ میں فرماتے ہیں: العرب تخبر بالفعل المستقبل عن الماضی اذا عرف المعنی کما تخبر بالماضی عن المستقبل ...... (الخ) باب الجہاد باب جوائز الوفد میں ہے: فقالوا أ هجر رسول الله ﷺ میں ماضی یعنی مستقبل ہے۔ أی یهجر من الدنیا واطلق لفظ الماضی لما رأو فیه من علامات الهجرة عن دار الفناء ...... (الخ) حاشیہ بخاری۔

قرآن شریف میں پورا کلام اس مقام کا یہ ہے: ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝﴾

تفسیر خازن میں ہے قوله عزوجل. ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ وقال سائر المفسرين انما یقول الله له هذا القول یوم القیامة بدلیل قوله ﴿یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ﴾ ﴿وَذٰلِکَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ﴾ یہاں جب کہ "قال" کو بمعنی مستقبل لیا تو یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ "اذ قال اللہ" میں "اذ" کی اقتضا تو یہ ہے کہ مدخول اس کا ماضی ہے تو جواب دیا کہ "اذ" بمعنی "اذا" ہے۔ جواب کی عبارت یہ ہے: واجیب عن حرف اذ بانها قد تجیء بمعنی اذا کقوله ﴿وَلَوْ تَرٰی اِذْ فَزِعُوْا﴾ یعنی اذا فزعوا۔ وقال الراجز شعر

ثم جزاک الله عنی اذ جزی　　جنات عدن فی السموٰت العلیٰ

اور مدارک وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ ﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ

الصَّادِقِينَ﴾ کے متعلق ہے خازن میں کہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ یہ دن قیامت کا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام جب کہ روز قیامت کے قبر سے اٹھیں گے تو کہیں گے۔ یہ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے قصہ کیا ہے۔ ﴿اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِہٖ......الخ﴾ (الآیۃ)

تفسیر جلالین میں بھی ''قال'' کو بمعنی ''یقول'' لیا ہے: واذکر ﴿اِذْ قَالَ﴾ ای یقول ﴿اللّٰہُ یٰعِیسٰی﴾ فی یوم القیامۃ توبیخاً لقومہ۔ کمالین میں ہے الماضی بمعنی المضارع علی طریق قولہ تعالیٰ ﴿وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ﴾ نادیٰ بمعنی ینادِی ہے۔ اور امام بخاری کا مذہب بھی یہی ہے کہ آیت کریمہ ﴿اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ......الخ﴾ میں قال بمعنی ''یقول'' ہے۔ جیسا کہ فاقول کما قال العبد الصالح میں ''قال بمعنی یقول'' ہے۔ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ سے مراد موت ہے۔ مگر وہ موت جو بعد النزول من السماء عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوگی۔

امام بخاری کتاب التفسیر باب میں قولہ ﴿مَاجَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ......الخ﴾ کے اذ قال اللہ میں قال کو بمعنی یقول کہتے ہیں۔ مگر وہ اذ کو صلہ یعنی زائد ٹھہراتے ہیں۔ گویا صاف اپنے مذہب کو بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث (فاقول کما قال العبد الصالح) سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ عبد صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا جواب پہلے ہو چکا ہے۔ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ خبر دیتا ہے کہ عیسیٰ مر چکے ہیں بلکہ ''واذ قال اللہ'' میں قال بمعنی یقول کے ہے۔ اور یہ سوال و جواب قیامت کے دن ہوگا۔ جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ ''فلما توفیتنی'' کا تعلق قیامت کے دن سے ہے۔ جیسا کہ درمنثور میں مذکور ہے کہ قتادہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ اس آیت کا قصہ کب ہوگا؟ کہا قیامت کے دن۔ اس پر دلیل یہ فرمائی کہ کیا تو نہیں دیکھتا خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ یہ تمام باتیں ایسے دن ہوں گی جس میں

سچوں کو سچائی نفع دے گی۔ ﴿ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ﴾ حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ پروردگار جب روز قیامت کے مجھ سے فرمائے گا کہ اے محمد ﷺ تجھ کو معلوم نہیں کہ تیرے اصحاب یعنی امت کے لوگوں نے کیا کچھ کیا ہے بعد تیرے تو میں اس کے جواب میں بندۂ صالح عیسیٰ علیہ السلام کا قول عرض کروں گا کہ ﴿وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّادُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ﴾ اور میں ان کا نگران تھا جب تک کہ میں ان کے بیچ تھا پھر جبکہ مار دیا تو نے مجھ کو تو تو ہی ان پر نگہبان رہا''۔

اس حدیث میں کما قال العبد الصالح میں ''قال'' بمعنی ''یقول'' ہے اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ سے معنی موت کا ہوا مگر وہ موت جو بعد النزول عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوگی۔ جس کے سارے اہل اسلام صحابہ کرام سے لے کر آج تک قائل ہیں۔ پس امام بخاری بھی کل امت مرحومہ کی طرح نزول مسیح بن مریم کا ہی قائل ہے نہ اس کے کسی مثیل کا۔ چنانچہ امام بخاری نے اپنی ''تاریخ کبیر'' میں بھی فرمایا ہے جس کو علامہ سیوطی نے تفسیر ''درمنثور'' میں ذکر کیا ہے: واخراج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسٰی بن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعا......الخ

اب ذرا بخاری کے محشی امام بدر الدین عینی کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ باب ﴿وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا......الخ﴾ ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ......الخ﴾ لما یخاطب اللہ بہ عبدہ ورسولہ عیسٰی ابن مریم علیہما السلام مما عملا لہ یوم القیامۃ من اتخذہ وامہ الھین من دون اللہ

تهدیدا للنصاری وتوبیخا وتقریعا علی رؤس الاشهاد. هکذا قال قتادہ وغیرہ ......الخ امام بخاری کے اس قول ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ﴾ یقول (قال اللہ واذ ھھنا صلۃ) پر عینی فرماتے ہیں۔ اشاربہ الی قولہ تعالٰی ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ﴾ وان لفظ "قال" الذی ھو ماضی بمعنی "یقول" المضارع لان اللہ تعالٰی انما یقول ھذا القول یوم القیمۃ وان کلمۃ اذ صلۃ ای زائدۃ وقال الکرمانی لان اذ للماضی وھھنا المراد بہ المستقبل قلت اختلف المفسرون ھنا. فقال قتادۃ ھذا خطاب اللہ تعالٰی لعبدہ ورسولہ عیسٰی ابن مریم علیھما السلام یوم القیمۃ توبیخا وتقریعًا للنصاری......الخ اختلاف فقط اس میں ہے کہ آیا یہ جواب وسوال قیامت کو ہوگا یا وقت آسمان پر جانے کے ہو چکا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ اس سے ثبوت موت فی الحال نہیں اور نہ کسی کو مضر ہے بلکہ اختلاف کی دوسری شق سے تو رفع بجسدہ علی السماء ثابت ہوتا ہے۔ اور ''علامہ سندی'' اس پر فرماتے ہیں۔ کہ "قال" بمعنی "یقول" ہے۔ اور ''اذ'' عبارت میں زائد ہے۔ قولہ ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ﴾ یقول (قال اللہ واذ ھھنا صلۃ) اعلم ان قولہ یقول تفسیر لبیان ان الماضی بمعنی المضارع وقولہ "قال" اللہ لبیان ان "اذ" زائدۃ ثم صرح بذالک بقولہ و"اذ" ھھنا صلۃ کافۃ قال. قال فی اذ "قال اللہ" بمعنی "یقول" واصلہ قال اللہ و"اذ" زائدۃ واللہ تعالٰی اعلم. انتھٰی

اور امام بخاری نے جو کہ اسی جگہ میں ''مُتَوَفِّیْکَ'' کا معنی ابن عباس سے ''ممیتک'' لکھا ہے تو اس میں وعدہ موت ہوا، بالفعل موت ثابت نہیں ہوتی۔ پروردگار فرماتا ہے کہ ''اے عیسٰی میں ہی تجھ کو مارنے والا ہوں نہ یہود''۔ اور اظہار اس امر کا

ہے کہ ''عیسٰی نہ خدا ہے اور نہ خدا کا بیٹا''۔ بلکہ اللہ تعالٰی اس کو اس کے وقت موت میں مارے گا اور جو کہ عیسٰی علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں وہ سمجھ جائیں کہ مسیح ابن مریم بھی مثل آنحضرت ﷺ کے اثر موت سے متاثر ہوں گے۔ امام بخاری کا صاف یہی مذہب ہے کہ یہ سوال وجواب حشر کے دن ہوگا۔'' کما یدل علیہ قولہ تعالٰی ﴿ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ......الخ﴾ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ حکایت ہے وفات بعد النزول سے اور حدیث (اقول کما قال العبد الصالح) میں ''قال'' بمعنی ''یقول'' ہے۔ اگر امام بخاری کا یہ مذہب نہ ہوتا تو ''قال'' کو بمعنی ''یقول'' اور ''اذ'' کو زائد کہنے اور ﴿ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ﴾ کے لانے کی کیا وجہ تھی اور موت کو زمانہ ماضی میں کیوں نہ ثابت کرتے۔ خود امام بخاری کا باب ''نزول عیسٰی'' کا باندھنا اور اس کے آنے کو قیامت کی نشانیوں سے ٹھہرانا اور اس زمانے میں ایک سجدہ کا دنیا اور دنیا کے اسباب سے اچھا ہونا۔ اور ان کا رسول اللہ کے مقبرہ میں دفن ہونا۔ اور حج اور عمرہ کا احرام باندھنا اور اہل کتاب سے سوائے اسلام کے جزیہ وغیرہ کچھ قبول نہ کرنا یہ صاف کہہ رہا ہے کہ امام بخاری کا مذہب موافق مذہب کل امت مرحومہ کے ہے۔

بڑا احمق اور اندھا اور گمراہ ہے جو امام بخاری کا مذہب یہ کہتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام مر گئے اور ان کا مثیل آیا۔ ان احادیث وآیات وتفاسیر میں تو عیسٰی بن مریم ہی کے دوبارہ زمین پر زندہ باصلہ آنے کی خوشخبری ہے۔ مرزائی لوگ کسی ایک ضعیف حدیث ہی سے ثابت کردیں کہ نزول عیسٰی علیہ السلام سے مراد اس کا مثل ہے۔ خالی زبانی باتیں بکتے ہیں۔ اللہ تعالٰی ان کو اسلام دے دے۔ افسوس! کہ مثیل عیسٰی علیہ السلام ثابت کرتے ہیں مگر موقوف ہونا جزیہ کا یا بہتر ہونا ایک سجدہ کا تمام دنیا سے وغیرہ وغیرہ اب تک کوئی نشان ثابت نہ کر سکے۔

زیادہ تحقیق اس مقام کی جناب فضیلت مآب فاضل گولڑوی کی تصنیفات میں موجود ہے، اس میں دیکھو۔

جواب دوم: اس بنا پر کہ آیت ﴿اِذْقَالَ اللّٰہُ...... الخ﴾ میں ''اذ'' زائد نہیں اور ''قال'' ماضی بھی اپنے ہی معنی میں ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ سے قبل درمیان باری تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کے یہ جواب وسوال ہو چکا ہے۔ مگر (توفّیتنی) ﴿فلمّا توفّیتنی﴾ میں بمعنی موت نہیں بلکہ بمعنی ''رفعتنی'' ہے۔ معنی یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''کہ جب مجھ سے پروردگار میری امت کی نسبت دریافت فرمائے گا تو میں وہ عرض کروں گا جو کہ بندہ صالح عیسیٰ علیہ السلام نے بروقت زندہ اٹھ جانے کے آسمان پر عرض کی تھی۔ وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ 'یا اللہ میں اپنی امت پر نگران تھا جب تک کہ ان میں موجود تھا اور جب کہ اٹھالیا تو نے مجھ کو یا اللہ آسمان پر تو تو خود ہی ان کا نگران تھا''۔

قرآن شریف میں اکثر جگہ ''توفی'' کا معنی موت یا نیند ہے۔ مگر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں بمعنی موت نہیں بلکہ بمعنی ''رفعتنی'' ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ ''جب کہ اٹھالیا تو نے مجھ کو''۔ یہ معنی بہت کتابوں میں موجود ہے۔ جس میں صاف رفع جسمی مسیح بن مریم کے لئے ثابت ہوتا ہے مگر بہتر یہی ہے کہ عبداللہ بن عباس ہی کی روایت نقل کردوں تا کہ ملاّ جی کو گریز کا راستہ نہ ملے۔ کیونکہ ''ھدایۃ المھتدی'' کے اخیر میں کسی ہندوستانی شاعر کی نظم جو ملاّ جی نے لکھی ہے، اس میں خود ابن عباس سے سند لی ہے۔

وہ شعر یہ ہے۔ شعر

فرزند عم مصطفیٰ ارشاد فرماتے ہیں کیا ۔۔۔ دیکھے جسے ہوشک ذرا کیا ہے بخاری میں رقم

اس فرزند عم مصطفیٰ سے عبداللہ بن عباس مراد ہیں۔ اور ملاّ جی کے قادیانی نبی نے

تو جابجا عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے اور ان کو افقہ الناس لکھا ہے وہی عبداللہ بن عباس جنہوں نے اگرچہ بخاری میں مُتَوَفِّيكَ کا معنی ممیتک میں ''تیرا مارنے والا ہوں'' لیا ہے۔ جس سے فقط وعدہ موت ثابت ہوتا ہے۔ مگر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا معنی فلما رفعتنی لیتے ہیں۔ موت کا معنی نہیں لیتے اب امید ہے کہ مرزائی لوگ ابن عباس کا معنی تو مان ہی لیں گے۔ اپنے نبی کا اتباع کر کے دیکھو تفسیر درمنثور میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کے متعلق ''رفعتنی'' کا معنی مروی ہے: اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ﴾ یقول عبیدک قد استوجبوا العذاب بمقالتھم ﴿وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ﴾ ای من ترکت منھم ومدفی عمرہ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام حتی اھبط من السماء الی الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقالتھم ووحدوک واقروا انا عبید وان تغفرلھم حیث رجعوا عن مقالتھم ﴿فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (درمنثور)

خیال کیجئے! ابن عباس کے قول ''ومد فی عمرہ'' کو جس سے واضح طور پر درازی عمر عیسیٰ بن مریم کی اور اترنا اس کا آسمان سے زمین پر ثابت ہوتا ہے۔

تفسیر خازن، جلد اول، ص۵۰۹ میں ہے: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ یعنی فلما رفعتنی الی السماء فالمراد بہ وفاۃ الرفع لا الموت. ۸۲ نمبر کی حدیث میں یہ عبارت موجود ہے۔ اور ایسا ہی ''تفسیر عباسی'' میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کا معنی ''فلما رفعتنی'' مذکور ہے۔ اور ''بخاری کی عینی'' میں یہ معنی بھی نقل کیا ہے: وقال السدی ھذا الخطاب والجواب فی الدنیا وقال ابن جریر ھذا ھو الصواب وکان ذالک حین رفعہ الی السماء الدنیا...... الخ۔

"تفسیر خازن" ص ۵۰۷ میں متعلق قول باری تعالیٰ: ﴿اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ......الخ﴾ کے ہے: اختلف المفسرون فی وقت هذا القول فقال السدی ﴿قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی﴾ هذا القول حین رفعه الی السماء بدلیل ان حرف "اذ" یکون للماضی۔ اورص ۵۰۹ میں ہے: وهذا القول موافق لمذهب السدی حیث یقول ان هذا المخاطبة جرت مع عیسیٰ علیہ السلام حین یرفع الی السماء مگر سدی کا قول جمہور کے مخالف ہے۔ جمہور اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ جواب وسوال بروز قیامت ہوگا۔ اسی عبارت کے بعد مذکور ہے: وقال سائر المفسرین انما یقول اللّٰه له هذا القول یوم القیامة أما علی قول جمهور المفسرین أن هذا السوال انما یقع یوم القیامة.

"ثانی ٹکڑے" حدیث کا جواب یہ ہے کہ حاکم نے مستدرک میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس طور پر روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک سو برس تک زندہ رہے اور ہر نبی اپنے ماقبل کے نبی کی نصف عمر پاتا ہے......الخ۔ پس پہلے قول کو سب نے نصاریٰ کی طرف منسوب کیا اور حدیث عائشہ کو ذکر کر کے حافظ ابن حجر عسقلانی نے خود غیر معتبر ٹھہرایا اور کہا کہ صحیح یہی ہے کہ عیسیٰ زندہ اٹھالئے گئے۔ اور ابن عساکر کی حدیث اس کے بعد نقل کر کے ثابت کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں فوت ہوں گے۔ اگر کتب سیر وتواریخ پر بالاستقراء نظر ڈالی جائے تو ہرگز یہ قضیہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر نبی اپنے ماقبل کے نبی کی نصف عمر پاتا ہے اور ظاہر ہے کہ فساد مضمون کا منجملہ علامات وضع حدیث کے ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث موضوع ہے۔ دیکھو اصول حدیث کو۔ اور "حاکم کا مذہب" تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کا تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں زندہ آسمان پر چلے جانے کا قائل ہے۔ جیسا

کہ "درمنثور، جلد ثانی، ص۳۶ میں ہے: واخرج ابن سعد واحمد فی الزهد والحاکم عن سعید بن المسیب قال رفع عیسیٰ ابن ثلث وثلثین سنة......(انتهی) پھر بی بی عائشہ صدیقہ کی طرف جو موضوع حدیث ہے، لانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ مگر یہ حاکم کا تساہل ہے اور حاکم تساہل میں مشہور ہے۔ "فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث" میں ہے: وکالمستدرک علی تساهل منه فیه بادخاله فیه عدة موضوعات حمله علی تصحیحها أما التعصب لما رمی به من التشیع واما غیره فضلًا عن الضعیف وغیره بل یقال أن السبب فی ذلک أنه صنّفه فی آخرعمره وقد حصلت له غفلة وتغیرًا وأنه لم تیسرله تحریره وتنقیحه ویدل له ان تساهله فی قدر الخمس الاول منه قلیل جدا بالنسبة لباقیه. نعم هو معروف عند اهل العلم بالتساهل فی التصحیح والمشاهدة تدل علیه......الخ اور طبرانی میں تو خود یہ موجود ہے کہ بہشت میں لوگ داخل ہوں گے تینتیس (۳۳) برس کی عمر پر جو کہ میلاد ہے عیسیٰ علیہ السلام کی۔ قبل "رفع" کے۔ دیکھو "بدور السافرہ" ص۲۷۳ پر کہ طبرانی کی عبارت کو نقل کیا ہے۔

"تفسیر درمنثور" میں ہے: اخرج البخاری فی تاریخه والطبرانی عن عبداللّٰه بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللّٰه ﷺ فیکون قبره رابعا۔ حاکم اور طبرانی دونوں عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مان رہے ہیں۔ اگر ملّاجی حیا ہو تو مان لو۔ اور امام مہدی کے آنے کا بھی امام طبرانی قائل ہے اس نے اس کے اثبات میں حدیث نقل کی ہے۔ جس کے آخر میں کہا ہے: رواه جماعة عن ابی بکر الصدیق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "یارسول اللّٰہ امام مہدی ہم اہل بیت سے ہوں گے یا کسی غیر سے؟

فرمایا حضرت محمد ﷺ نے کہ ہم سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس دین کو ختم کردے گا" رواہ الطبرانی، رواہ ابونعیم فی الحلیۃ اور طبرانی نے اور علامات امام مہدی کی بھی بیان کی ہیں۔ (دیکھو "رسالہ تیغ ص ۱۰۷" کو)

تیسرے ٹکڑے کا جواب: "اول جواب" یہ کہ یہ حدیث بعض ناقدین حدیث کے نزدیک غیر ثابت ہے۔ کمافی اصول الحدیث۔

"دوسرا جواب" یہ کہ برتقدیر ثبوت کے مقید بقید فی الارض ہے یعنی حدیث کی تقدیر عبارت یہ ہے: لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین فی الارض لما وسعھما الا اتباعی یعنی "اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے زمین پر تو ان کو جائز نہ ہوتا مگر میری اتباع"۔ مگر چونکہ وہ دونوں زندہ فی الارض نہیں ہیں لہٰذا اتباع فی الارض اس وقت منتفی ہے یعنی دونوں زندہ ہیں مگر زندہ زمین پر نہیں ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اگرچہ بظاہر فوت ہوگئے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی عنداللہ زندہ ہیں۔ جیسا کہ اور اولیاء کما ورد ان اولیاء اللہ لایموتون بل ینقلون من دار الفناء الی دار البقاء۔ اور ان دونوں پیغمبروں کی تخصیص اس لئے کی کہ یہ دونوں نبی آخر کے اولوالعزم ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ زندہ ہیں مگر زندہ فی الارض نہیں بلکہ آسمان پر زندہ ہیں۔ جو لوگ حدیث کو صحیح مانتے ہیں وہ "فی الارض" کی قید ضرور لگاتے ہیں۔ اگر برہمن بڑیہ کا ملّا جی نہ مانے تو اس کے قادیانی مذہب کے جید عالم ثقہ ملقب بہ فاضل سید محمد احسن امروہی کی کتاب سے ثابت کردوں۔ اور سبحان اللہ غرائبات زمانہ سے ہے کہ مرزائیوں کی زبان سے ایسی بات نکل جاتی ہے جس سے جمہور اہل اسلام کی بات مانی جاتی ہے۔ اس سید محمد احسن امروہی نے اپنی کتاب "شمس بازغہ" کے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے: دربارہ اثبات موت عیسیٰ علیہ السلام کے اور یہی آیت قرینہ ہے

حدیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین...... (الخ) جس کی صحت صاحب فتوحات کو مسلم ہے حیات سے حیات فی الارض مراد لینے پر۔

اقول: چونکہ فتوحات ہی میں حیات مسیح کی تصریح کئی مقامات پر کردی ہے جیسا کہ کچھ گزرا اور اب بھی بیان ہوگا۔ لہٰذا یہ حدیث صاحب فتوحات وغیرہ اہل اسلام کو جو متفق ہیں، حیات مسیح پر مضر نہیں۔ کیونکہ جب کہ صاحب فتوحات نے حدیث مذکور میں لفظ "حیین" کو "مقید بحیاۃ فی الارض" ٹھہرایا تو بمقتضی کلمہ "لو" کے، اتباع موسیٰ وعیسیٰ کا شرع محمدی کے لئے منتفی ہوا۔ اس لئے کہ موسیٰ وعیسیٰ زندہ فی الارض نہیں تو حدیث مذکور سے صرف یہی مفہوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام پر وقت بولنے آنحضرت ﷺ کے اس حدیث کو زندہ زمین پر موجود تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آسمان پر بھی زندہ نہ ہوں۔ "تفسیر ابن کثیر" میں اس حدیث کا یہی معنی لیا ہے جو بیان ہوا۔ کیونکہ اس تفسیر میں عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آسمان پر جانا اسی خاکی بدن کے ساتھ واضح ثابت کیا ہے۔ دیکھو حدیث نمبر ۲۹ کو اور ۳۷ کے بعد کی عبارت کو۔

اور شیخ اکبر نے "فتوحات" کے ۳۶ باب میں ابن عمر کی حدیث مرفوع جس میں نضلہ انصاری کا ذکر ہے حیات مسیح کو صاف ثابت کیا ہے اور بڑی قوت سے کہ جس سے چار ہزار اصحابی کا اجماع حیات مسیح پر ثابت ہوا ہے اور اس حدیث سے اول ۳ سطر پر فرمایا کہ ہمارے موجودہ زمانے میں ایک جماعت زندہ ہے عیسیٰ اور الیاس کے اصحاب میں سے وفی زماننا الیوم جماعۃ أحیاء من اصحاب عیسیٰ والیاس...... الخ اور فتوحات کے باب ۳۶۷ میں حدیث معراج میں لکھتے ہیں کہ "جب رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے آسمان میں تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے بدن اصلی کے ساتھ وہاں تھے۔ کیونکہ وہ اب تک مرے نہیں بلکہ اٹھالیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اس آسمان کی طرف اور اس میں اس کو ٹھہرایا ہے۔

اوراس آسمان میں اللہ تعالیٰ نے اس کو حاکم بنایا ہے اور وہ ہمارا اول مرشد ہے کہ جس کے ہاتھ پر ہم نے رجوع کیا ہے اور اس کو ہمارے حال پر بڑی عنایت ہے۔ ہم سے ایک ساعت بھی غافل نہیں رہتا۔'' عبارت یہ ہے: فلما دخل اذا بعیسیٰ علیہ السلام بجسدہ عینہ فانہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الی ہذہ السماء واسکنہ بہا وحکمہ فیہا وہو شیخنا الاول الذی رجعنا علی یدیہ ولہ بنا عنایۃ عظیمۃ لایغفل عنا ساعۃ واحدۃ۔

اسی فتوحات کے باب ۵۷۵ میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی کرامت میں سے ہے یہ بات ہے کہ پروردگار نے ان کی امت سے رسول کئے پھر خاص کیا رسولوں سے اس کو جس کی نسبت انسان سے بعید تھی۔ پس نصف اس کا ہوا انسان اور دوسرا نصف اس کا ہوا روح پاک فرشتہ کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے ہبہ کیا اس کو یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو بی بی مریم کے لئے بشر کر کے اور اٹھالیا اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف پھر اس کو اتارے گا در حالیکہ وہ پروردگار کا ولی ہوگا، خاتم الاولیاء ہوگا، آخر زمانہ میں حکم کرے گا۔ محمد ﷺ کی امت میں ان کے شرع کے ساتھ عبارت یہ ہے: اعلم وفقنا اللہ وایاک ان من کرامۃ محمد ﷺ علی ربہ ان جعل من امتہ رسلًا ثم انہ اختص من الرسل من بعد نسبۃ من البشر فکان نصفہ بشر اونصفہ الاخر روحاً مطہرا ملکا لان جبرئیل علیہ السلام وہبہ مریم علیہا السلام بشرا سویا رفعہ اللہ الیہ ثم ینزلہ ولیا خاتم الاولیاء فی آخر الزمان یحکم بشرع محمد ﷺ فی امتہ ......الخ۔

فتوحات کے ص ۳۷ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا ہے بعد رسول اللہ ﷺ کے تین رسولوں کو انکے جسموں کے ساتھ اس دار دنیا میں اور باقی رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس اور حضرت خواجہ خضر علیہما السلام کو اور یہ دونوں پیغمبروں میں سے ہیں۔ اور نزول

عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ اجماعی ہونا ثابت فرمایا۔ اسی باب ۳۷ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول ہونے میں کوئی خلاف ہی نہیں۔ وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے: وانہ لاخلاف انہ ینزل فی آخر الزمان......(الخ) اور فتوحات کے باب ۳۶۷ میں ہے عیسیٰ علیہ السلام اب تک نہیں مرے بلکہ ان کو اٹھالیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان آسمانوں کی طرف: فانہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الیہ الی ہذا السماء۔ اسی شیخ اکبر نے فتوحات میں اور بھی کئی جگہ تصریح کردی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمانوں میں زندہ ہیں جیسے کہ الیاس اور خضر علیہ السلام۔ برہمن بڑیہ کے ملاجی نے فتوحات کو شاید کہ دیکھا نہیں ہے۔ فقط کسی مرزائی غلط نویس، دھوکہ باز، ابلہ فریب کے کسی رسالہ کی بے سروپا عبارت کو دیکھ کر فتوحات کا نام لے لیا۔ ملاجی نے جانا کہ فتوحات نایاب ہیں، کسی کے پاس نہ ہوں گی، حوالہ دیکر جاہلوں میں نام کرلوں گا۔ اور تفسیر ابن کثیر کی عبارت مفصل قبل اس کے گزر چکی ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے اس جسم عنصری کے ساتھ مقر ہیں۔ اور اسی کے مثبت اور مدعی ہیں۔ پس مرزائیوں کی بات کذب ثابت ہوئی۔ فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

اور ''الیواقیت والجواہر'' کی عبارت اگر ملاجی لکھتے تو اس کا جواب بھی اسی طور سے دنداں شکن دیا جاتا۔ یہ حوالہ بھی ملاجی کا بفضلہ تعالیٰ دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ اور

قولہ: وغیرہ وغیرہ اقوال اگر ملاجی کتاب کا نام بجائے وغیرہ وغیرہ کے لکھتا تو ہم ان کتابوں کو دیکھ کر اس کا رد دیتے۔ مگر یہ ملاجی کی محض مکاری اور ابلہ فریبی ہے۔ بعضے بے علم لوگ ایسے ہی کاذب حوالہ دے دیا کرتے ہیں۔ یہ ان کی بے علمی کا ایک قسم کا پردہ ہوا کرتا ہے۔ شعر

نہیں کھلتا ہے کوئی بھید تیری اس وغیرہ کا یہی پردہ ہے بے علمی کا نواچنوا خیرا کا

قولہ: اور مدت دراز سے مخالف مولویوں کو اشتہار دیا گیا ہے کہ اگر کسی قسم کا بھی اگرچہ موضوع ہو ایک حدیث یہ لوگ کسی کتاب حدیث سے نکال کر دکھا سکیں، جس میں صریح مذکور ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسم عنصری (یعنی خاکی) آسمان میں چلے گئے تھے اور اب تک وہ زندہ ہیں اور پھر وہ کسی وقت اس دنیا میں رجوع کریں گے تب ان کو بیس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ مگر آج تک کسی سے نہ ہوسکا کہ اس انعام کو حاصل کرنے کی جرأت کرسکے، چہ جائے کہ حاصل کرلے۔ (ہدیۃ المہدی، ص۷)

اقول: کیسا صاف جھوٹ بولا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کاذبوں دروغگوؤں پر بلکہ مدت دراز سے مرزا کے دعوی باطل کی ابتدا ہی سے صدہا کتابیں، صدہا رسالہ جات مرزا کی تردید میں چھپ چکے اور بکثرت صحیح احادیث اس امر کی دکھائی گئیں۔ مگر منکروں نے اپنے آپ کو صاف اندھا کرلیا۔ انبیاء علیہم اسلام سے منکر لوگ معجزات دیکھا کرتے تھے اور پھر انکار کرجایا کرتے تھے۔ ملک پنجاب وہند وسندھ وخراسان وغیرہ ملکوں میں تو روز روشن سے زیادہ روشن ہے کہ قادیانی صحیح احادیث اور کتب احادیث کو نہیں مانتا اور بارہا بحث معین کرکے فرار کرگیا۔ مگر ملا عبدالواحد برہمن بڑیہ کا جانتا ہے کہ بنگالہ میں قادیانی کی کفر اور فرار اور بے علمی کے بارے میں شہرت نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے ایسا بک دیا۔ اب اگر اس کا ایمان رواجی ہے اور اپنی بات کی کچھ قدر غیرت بھی ہے۔ تو میں اس طفل مکتب کو چند احادیث اس امر کی بتاتا ہوں، جن سے اس کی جہالت کا پردہ کھل جائے۔

اب دل کے کانوں کا پردہ کھول کر ملاّ جی سنو اور بیس ہزار روپیہ کی فکر کرو، ورنہ منافقانہ کلام سے توبہ کرو۔ تفسیر ابن کثیر کی عربی عبارت کا مطلب بیان کرتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا چاہا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مکان کے چشمہ سے باہر نکل کر آئے اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، بارہ حواریوں کے پاس آئے اور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جائے اور وہ میری جگہ مقتول ہو اور میرے ساتھ میرے درجہ میں بہشت کے اندر رہے۔ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں ہوں اے اللہ کے رسول تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ بیٹھ جا اور آپ نے دوبارہ پھر اسی لفظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی شخص کھڑا ہوا۔ غرض چوتھی مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈالی گئی۔ یعنی بعینہ مثل عیسیٰ علیہ السلام کے ہر ایک چیز میں ہوگیا باذن پروردگار۔ اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے بعد ازاں یہود کے جاسوس آئے اور اس شبیہ کو پکڑا اور اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جان کر سولی پر قتل کردیا...... الخ

اور یہ اسناد صحیح ہے ابن عباس کی طرف۔ قال ان ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما اراد اللّٰہ تعالٰی ان یرفع عیسٰی الی السماء خرج علی اصحابه وفی البیت اثنا عشر رجلاً من الحواریین[1] یعنی فخرج علیهم من عین فی البیت وراسه یقطر ماءً فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشر مرة بعد ان آمن بی قال ثم قال ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی

[1] حواریوں کے معنی مددگار ہیں۔ ان میں اختلاف ہے کہ کون لوگ تھے۔ بعض علماء نے کہا کہ مچھلی پکڑنے والے لوگ تھے۔ بعض نے کہا کہ رنگریز یعنی دھوبی لوگ تھے۔ اور بعض نے کہا کہ امیر لوگ تھے...... الخ۔ (کتاب السمعیات)

ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد
علیهم فقام ذالک الشاب فقال انا فقال هوانت ذاک فالقی علیه شبه
عیسٰی ورفع عیسٰی من روزنة فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من
الیهود فاخذو الشبه فقتلوه ثم صلبوه فکفربه بعضهم اثنی عشر مرة بعد
ان اٰمن به وافترقوا ثلث فرق فقالت فرقة کان اللّٰه فینا ماشاء ثم صعد الی
السماء وهولاء الیعقوبیة وقالت فرقة کان فینا ابن اللّٰه ماشاء ثم رفعه اللّٰه
الیه وهولآءِ النسطوریة وقالت فرقة کان فینا عبد اللّٰه ورسوله ماشاء اللّٰه
ثم رفعه اللّٰه الیه وهؤلاء المسلمون فتظاهرت الکافرتان علی المسلمة
فقتلوها فلم یزل الاسلام طامسا حتّٰی بعث اللّٰه محمد ﷺ۔ تفسیر ابن کثیر اور
روایت کیا ہے اس حدیث کو امام نسائی نے بھی ابی کریب سے اور انہوں نے ابی معاویہ سے
مثل طریق مذکور کے۔ اور اسی طرح ذکر کیا ہے بہت علمائے متقدمین نے۔

۲......اور روایت کیا عبد بن حمید اور ابن مردودیہ اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے کہ یہودیوں نے دار پر چڑھایا عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اس شبیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ (درمنثور)

۳......حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے تابعی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے پر فخر کرتے تھے، مگر ان کا گمان غلط ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کی شبیہ ایک شخص پر ڈالی گئی اور وہی قتل کیا گیا۔ (درمنثور)

۴......روایت کیا ہے ابن جریر نے سدی تابعی سے جو شاگرد ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہ

فرمایا سدی نے کہ محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مع ان کے مددگاروں کے ایک مکان میں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ایک شخص پر ڈالی گئی۔ یہود نے اس شخص کو قتل کر ڈالا اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے۔ یہ مضمون ہے پروردگار کے اس قول پاک کا: ﴿وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ﴾ یعنی ”یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا حیلہ اور مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے مکر کی سزا دی اور اللہ تعالیٰ عمدہ سزا دینے والوں سے ہے“۔

۵......واخرج ابن جریر عن ابن مالک ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال ذالک عند نزول عیسی ابن مریم ولا یبقی احد من اهل الکتاب الا آمن به. نزول سے مراد نزول من السماء ہی ہے۔ کیونکہ اس کے غیر میں آسمانوں پر جانا جابجا مذکور ہے اور قرینہ دوسرے معنی کے ہونے کا موجود ہے۔ جس کو اس جگہ معنی غیر نزول سے دھوکہ لگا ہے اور جو نزول من السماء مراد نہیں لیتا وہ پورا جاہل ہے۔

۶......اور اخراج کیا عبد بن حمید اور ابن المنذر نے شہر بن حوشب سے کہ روایت ہے محمد بن علی بن ابی طالب سے آیت مذکور کی تفسیر میں کہ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ منہ اور چوتڑ پر ماریں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹ بولے تھے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے وہ فوت نہیں ہوئے اور اٹھائے گئے ہیں آسمانوں پر پھر نازل ہوں گے قیامت سے آگے پس کل اہل کتاب ایمان لائیں گے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل موت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

۷......اور ان ہی محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی بن ابی طالب سے پوری مفصل روایت ہے جس

کے آخر میں یہ بیان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مددگاروں میں سے ایک شخص عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر بدل گیا اور ایک دریچہ چھت سے آسمان کی طرف ظاہر ہو گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اونگھ آئی یعنی مقدمہ نوم جو کہ پوری نیند آنے سے پہلے آنکھیں نیم بندی ہو کر بدن میں سستی آجایا کرتی ہے پس اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام بطرف آسمان کے اور یہی معنی ہیں باری تعالیٰ کے قول کے ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ ''اے عیسیٰ میں تجھ کو نیند لا کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔'' ''وفات'' کا معنی وہ بھی ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو مارنے والا ہوں۔ یعنی موت دینے والا ہوں۔ اور یہ معنی بھی درست ہیں کہ میں تجھ کو اس وقت اونگھ دینے والا ہوں۔

۸...... ابن جریر نے جو حدیث امام حسن سے روایت کی ہے بواسطہ ابو رجاء اور ابن علیہ اور یعقوب کے اس میں یہ جملہ بھی ہے: **واللہ انہ لحی الان عند اللہ ولکن اذا نزل امنوا بہ اجمعون۔** یعنی قسم ہے پروردگار کی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اس وقت زندہ ہیں باری تعالیٰ کے پاس اور جب اتریں گے ان پر ایمان لائیں گے بدکار اور نیک۔

۹...... اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے اور وہ علی بن عثمان لاحقی سے وہ جریر یہ بن بشیر سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حی اور زندہ رہنے سے زندہ رہنا روحانی مراد نہیں کیونکہ وہ تو ہر نبی اور صحابی اور ہر مومن کے لئے ثابت ہے۔ اس پر قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے اور نہ وہ جائے تعجب ہے بلکہ مراد اس سے ثابت کرنا اس امر کا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جسمانی حیات سے زندہ ہیں۔ قسم کھا کر اور حروف تاکید سے وہی امر بیان کیا جاتا ہے جو کہ عقل میں ذرا بعید معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حرف قسم اور انّ تحقیقیہ اور لام تاکید یہ سے بیان کرنا حیات جسمانی ہی مراد ہے۔ **ولعمری ھذا ظاھر لمن زادنی درایۃ.**

۱۰...... اور امام بخاری نے اپنی بخاری میں ذکر الانبیاء میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اترنا آسمان سے ذکر فرمایا ہے۔

۱۲،۱۱...... اور امام مسلم اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ ''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام حج اور عمرہ کی نیت باندھیں گے روحاء کی وادی میں۔

۱۳...... امام احمد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام دجال کو لد کے دروازہ پر قتل کرے گا۔

۱۴...... امام اوزاعی نے زہری سے بطریق مجمع بن جاریہ۔

۱۵...... اور امام ترمذی نے قتیبہ سے۔

۱۶،۱۷،۱۸،۱۹،۲۰...... اور عمران بن حصین اور نافع بن عینیہ اور ابو ہریرہ اور حذیفہ بن اسید اور ابو ہریرہ۔

۲۱،۲۲،۲۳،۲۴،۲۵...... اور کیسان اور عثمان بن ابی العاص اور جابر اور ابوامامہ اور ابن مسعود

۲۶،۲۷،۲۸،۲۹...... اور عبداللہ بن عمرو اور سمرہ بن جندب اور نواس بن سمعان اور عمرو بن عوف ۳۰...... اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے حدیثیں آپ کی ہیں کہ قبل از قیامت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دجال کو قریہ لد کے دروازہ پر قتل کریں گے۔ ان سب احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر موجود ہے۔ **او ما الی ذلک کلہ الامام الترمذی۔**

۳۱...... امام احمد نے سفیان سے حدیث بیان کی ہے اور اس میں قیامت کے علامات شمار کئے اور عیسیٰ علیہ السلام کا آنا آسمانوں سے بھی ذکر فرمایا ہے۔

۳۲...... امام مسلم نے عبدالعزیز کی روایت سے بھی ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔

۳۳.....حیاۃ الحیوان میں ابوداود سے ایک حدیث مفصل بیان کی جس میں آثار حشر ذکر کر کے تصریح کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطرف زمین کے نازل ہوں گے۔ پس اس سے لزوماً بھی معلوم ہوگیا کہ آسمان ہی سے بطرف زمین کے نازل ہوں گے اور اگر آسمان سے مراد نہ لیا جائے۔ تو "الی الارض" کا لفظ بے معنی ہوجاتا ہے۔

۳۴.....اور اخراج کیا امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے کہ دفن کیے جائیں گے عیسیٰ علیہ السلام ساتھ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہما کے، پس ان کی قبر چوتھی ہوگی۔ اور تاریخ امام بخاری کی عبارت یہ ہے: یدفن عیسی ابن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعاً...... الخ۔

امام ترمذی نے فرمایا عن محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد وعیسی ابن مریم یدفن معہ. اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں عرض کی، کہ "یا رسول اللہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں پس فرمایا" حضرت ﷺ نے کہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا جگہ نہیں ہے"۔ عن عائشۃ قالت قلت یا رسول اللہ انی اری ان اعیش بعدک فتاذن لی ادفن الی جنبک فقال وانی بذلک الموضع مافیہ الا موضع قبری وقبر ابی بکر و عمر وعیسی ابن مریم. پس یہ حدیث مرسل ہوئی اور مرسل حدیث نزدیک جمہور علماء کے حجت ہے۔

شرح "نخبۃ الفکر" میں ہے: قال جمہور العلماء المرسل حجۃ مطلقا بناء علی الظاھر وحسن ظن بہ انہ مایروی حدیثہ الا عن الصحابی انما

حذفہ بسبب من الاسباب کما اذا کان یروی الحدیث عن جماعۃ من الصحابۃ لما ذکر عن الحسن البصری انہ قال انما اطلقہ اذا سمعتہ من السبعین من الصحابۃ وکان قد یحذف اسم علی ایضا بالخصوص لخوف الفتنۃ. یعنی امام حسن بصری صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب صحابی کو چھوڑ کر قال رسول اللہ کہتا ہوں کہ اس حدیث کو ستر صحابی سے سن لیتا ہوں اور امام حسن بصری کی تو خود مرزا نے اپنی کتابوں میں بارہا وصف بھی کی ہے۔ ضرور ہی مرزائی لوگ تسلیم کریں گے اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف کی "ششم فصل" میں لکھا ہے کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ میں نے ستر صحابی بدری سے ملاقات کی ہے۔ ان کا لباس صوف کا تھا۔

۳۵.....اور روایت کیا حدیث کو امام ابن جوزی نے اپنی کتاب "وفاء" میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بن مریم آسمان سے۔ پس نکاح کریں گے اور صاحب اولاد ہوں گے اور مدفون ہوں گے ساتھ میرے۔ پس کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر سے (یعنی) ایک مقبرے سے درمیان ابوبکر اور عمر کے۔

۳۶، ۳۷، ۳۸.....عینی بخاری میں بھی ایسا ہی ہے۔ محقق ابن جوزی نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ ابونعیم نے "کتاب الفتن" میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آکر زمین پر موسیٰ علیہ السلام کے سسرال میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں نکاح کریں گے اور وہ لوگ جذامی ہوں۔ پس ان کی اولاد ہوگی، پھر فوت ہوجائیں گے اور دفن ہوں گے رسول اللہ ﷺ کی قبر کے قریب۔

۳۹.....تفسیر خازن اور درمنثور اور ابن کثیر اور مسند امام احمد میں ہے کہ شب قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں کہا (عیسیٰ علیہ السلام نے کہا) کہ اس کا معین وقت تو میں نہیں بتاسکتا، مگر

میرے ساتھ میرے رب نے وعدہ کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تو زمین پر اتر کر قوم یاجوج ماجوج اور دجال کو ہلاک نہ کرے گا۔

۴۰......اور اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے دوسری اسناد سے۔

۴۱......امام فخر الدین رازی نے ''تفسیر کبیر'' میں فرمایا :

الاول: معنی قوله تعالیٰ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ ای انی متم عمرک فحینئذ تفاک فلا اترکهم حتی یقتلوک بل انا رافعک الی السماء ومقربک بملائکتی واصونک من ان یتمکنوا من قتلک وهذا تأویل حسن اقول لانه لیس فیه دلالة علی الوفاة بمعنی الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فیه اظهاران الرفع قبل اتمام العمر وهذا لایخفی علی اولی النهی۔

۴۲......**وقد ثبت بالدلیل انه حی و ورد الخبر عن النبی ﷺ انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاه بعد ذلک۔**

۴۳......حضرت شیخ امام اجل ابونصر محمد بن عبدالرحمٰن ہمدانی نے اپنی کتاب ''سبعیات'' میں فرمایا کہ یوم السبت یعنی سنیچر کے روز سات شخصوں نے مکر کیا ہے سات شخصوں کے ساتھ۔ (۱) نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۲) صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۳) یوسف علیہ السلام سے ان کے بھائیوں کا مکر (۴) موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۵) عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۶) قریش کے سرداروں کا مکر حضرت رسول اللہ ﷺ سے (۷) بنی اسرائیل کی قوم کا مکر پروردگار کے منع کرنے کے ساتھ شکار کرنے سے بروز سنیچر کے یعنی شنبہ کے روز۔

اور بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر کے سبب سے پروردگار نے

بواسطہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آسمان پر بلالیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک شخص پر شباہت ڈالی گئی، جس کا نام اشبوع تھا۔ اور وجہ قتل کرنے کی یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے، بیماروں اندھوں جذامیوں کوڑھوں کو لنگڑوں کو بحکم پروردگار اچھا کردیتے تھے۔ اور یہود اس کو براجان کر اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی بے قدری اور ذلت جانتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے کو سحر اور جادو کہتے تھے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان یہودیوں کی صورتیں خنزیر اور بندر کی مثل ہوگئیں۔ یہ قصہ مفصل دیکھو میری کتاب ''تیغ'' کے صفحہ ۸۵و۸۶ میں۔

امام بدرالدین عینی نے بخاری کی شرح، جلد گیارہویں، ص۳۷۱ میں فرمایا ''**وان عیسی یقتله بعد ان ینزل من السماء فیحکم بشریعة المحمدیه**'' یعنی دجال کی باتوں میں سے ایک یہ بات ہے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے آسمان سے نازل ہونے کے بعد پس حکم کریں گے ساتھ شریعت محمدی ﷺ کے۔

۴۶......ابوداؤد طیالسی نے قیامت کے علامات کا بیان کیا اور کہا کہ خانہ کعبہ کو حبشی لوگ خراب کریں گے کہ اس کے بعد آباد نہ ہوگا اور خانہ کعبہ سے خزانہ نکالیں گے اور امام حلیمی نے فرمایا کہ یہ واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا۔

۴۷......امام قرطبی نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد خانہ کعبہ خراب کیا جائے گا۔ گویا کہ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے مراد ان کی موت کے بعد کا زمانہ ہے۔

۴۸......عینی بخاری، ج ۲، ص ۲۰۱ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھوڑے پر جس کا نام براق ہے سوار ہوکر آسمان پر تشریف لے گئے اور اسی براق پر رسول اللہ ﷺ بھی سوار ہوئے تھے۔

۴۹.....عینی بخاری، جلد دوم، ص ۲۰۷ میں ہے کہ شب معراج میں آسمان پر جب کہ رسول اللہ ﷺ کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مع ان کے جسم دیکھا جیسا کہ دنیا میں زندہ رہتے تھے۔

۵۰.....ابو عمرو الدارانی نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ میری امت سے ایک قوم حق پر اس قدر لڑے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے آسمانوں سے۔

۵۱.....''تفسیر روح البیان'' جلد اول، ص ۵۱۴ میں ہے وفی الحدیث ان المسیح جاء فمن لقیه فلیقرئه منی السلام یعنی حدیث شریف میں ہے کہ ''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تحقیق عیسیٰ علیہ السلام آنے والا ہے پس تم میں سے جو کوئی ان سے ملاقات کرے تو میرا اسلام ان سے کہہ دے''۔

۵۲.....''تفسیر ابن جریر'' میں ہے: حدثنا ابن بشار حدثنا عبدالرحمٰن عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال قبل موت عیسٰی ابن مریم علیهما السلام.

۵۳.....وقال العوفی عن ابن عباس رضی الله عنه مثل ذلک.

۵۴.....قال ابو مالک فی قوله ﴿اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال ذالک عند نزول عیسٰی ابن مریم لایبقی احد من اهل الکتاب الا لیومنن به.

۵۵.....وقال ابن جریر حدثنی یعقوب حدثنا ابن علیة حدثنا ابو رجاء عن الحسن ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال قبل موت عیسیٰ علیه السلام۔ والله انه لحی الآن عند الله ولکن اذا نزل آمنوا به اجمعون.

۵۶.....وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا علی بن عثمان الاحقی حدثنا

جویریة بن بشر قال سمعت رجلا قال للحسن یا ابا سعید قول الله عزوجل ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ﴾ قال قبل موت عیسٰی علیه السلام ان الله رفع الیه عیسٰی وهو باعثه قبل یوم القیامة مقاما یؤمن به البر والفاجر.....الخ. وهکذا قال عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم.

۵۶..... خروج اور ظاہر ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی علامات سے ایک بڑی علامت ہے۔ ''تفسیر درمنثور میں'' ہے اخرج الفریابی وسعید بن منصور وسدی وعبد بن حمید وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباس رضی الله عنه فی قوله تعالٰی ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال خروج عیسٰی قبل یوم القیمة.

۵۷.....واخرج عبد بن حمید عن ابی هریرة رضی الله عنه ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال خروج عیسی مکثا فی الارض اربعین سنة یحج ویعتمر.

۵۸.....واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن مجاهد رحمه الله ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال آیة الساعة خروج عیسٰی ابن مریم قبل یوم القیمة.

۵۹.....واخرج عبد بن حمید

۶۰.....وابن جریر عن حسن رحمه الله فی تفسیر قوله تعالٰی ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال نزول عیسٰی.

۶۱.....واخرج ابن جریر عن طرق عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما فی تفسیر قوله تعالٰی ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال نزول عیسٰی علیه السلام.....الخ ان سب عبارتوں میں واضح ہے کہ آنا عیسیٰ علیہ السلام کا نشانی ہے قیامت کی۔

۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵.....امام احمد نے ابن عباس سے ابو العالیہ اور ابن مالک اور عکرمہ اور قتادہ

۶۶ اور ضحاک سے سب سے عیسیٰ بن مریم کے تشریف لانے کی احادیث وارد ہیں۔

۶۷، ۶۸، ۶۸…… اور ایسا ہی عبداللہ بن مسعود اور ابوامامہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص۔

۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲…… اور ابوشریحہ اور عائشہ صدیقہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ذکر ''نزول'' اور ''قتل دجال'' اور ''آنا عیسیٰ علیہ السلام کا قبل یوم قیامت'' کے بہت واضح مذکور ہے۔ غرض کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر آنے میں احادیث متواترہ موجود ہیں۔ سب کا ذکر کرنا بہت مشکل امر ہے اور دیکھنے والا بھی ساری کتاب کو دیکھنے کی ہمت نہیں کرتا۔

چنانچہ امام ابن کثیر نے آخر میں فرمادیا **وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ ﷺ انه اخبر بنزول عیسی علیہ السلام قبل یوم القیمة إماما عادلا……** الخ احادیث وآثار درباره مرفوع ہونے جسم مسیح کے اور نزول ان کے ''من السماء'' سوائے مذکورات کے اور بھی بکثرت ہیں۔ تفسیر درمنثور و ابن کثیر و ابن جریر و کنز العمال و مسند امام احمد کو ملاحظہ کیا جائے۔ ہر ایک عورت مرد جس کو ذرا بھی فکر ایمان ہے، جان سکتا ہے کہ ان تفاسیر واحادیث میں ''نزول'' بمعنی آنے کے ہے آسمان سے۔ کیونکہ ''نزول مسیح'' کا جو مستلزم رفع کو ہے سب میں اتفاقی ہے۔ اور لفظ بعث اور خروج سب کا یہی مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم کا بیٹا ہے وہی تشریف لائے گا اور وہی دجال کو قتل کرے گا اور وہی ساری باتیں کرے گا جو اس کے متعلق ہیں۔ ان عبارتوں میں یہ تو کہیں نہیں کہ حضرت عیسیٰ کی جگہ میں اس کا ایک ہم مثل آئے گا ملک پنجاب موضع ''قادیان'' سے۔ اگر مثیل مراد تھا تو کیوں کسی عبارت میں، کسی تفسیر، کسی حدیث میں اس کا ذکر نہ آیا؟ قادیانی لوگ قیامت تک بھی ایک آیت یا ایک حدیث اگرچہ موضوع ہو یا ایک کوئی کتاب تفسیر یا فقہ یا اصول یا علم تصوف کی کہیں نہ دکھا سکیں گے کہ مراد رسول اللہ ﷺ کی عیسیٰ بن

مریم کے نزول سے مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ ہم نے اس قدر آیات واحادیث وتفاسیر واقوال ائمہ عظام دکھائے۔ مرزائی لوگ ایک ہی دکھادیں کہ جس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ افسوس کہ دیگر علماء سے اتنے بڑے مطالبے اور خود ایک کتاب کے دکھانے پر قدرت نہیں۔ اگر عیسیٰ کا مثل مرزا ہے تو آسمان پر اُس مکان میں عیسیٰ علیہ السلام کس لئے چلے گئے۔ اور مرزا نے تو نہ حج کیا اور نہ عمرہ اور نہ عرب کا ملک دیکھا اور نہ شعیب علیہ السلام کے خاندان سے شادی کی اور نہ مدینہ شریف میں رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک میں اس خالی جگہ میں جا کر دفن ہوا، جس کی آرزو بی بی عائشہ نے اپنے لئے کی تھی۔ مرزا کو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل اور ہم فعل ہونا درکنار، مرزا اور کل مرزائی اگر اپنے آپ کو مسلمان بھی ثابت کر دکھائیں تو بڑی بات ہے۔

سوال: قرآن شریف کی آیت میں جو ضمیر ''وَاِنَّهٗ'' کی ہے۔ اس کا مرجع قرآن شریف ہے یعنی قرآن شریف ایک علامت ہے قیامت کی علامات ہے جیسے کہ مرزا نے ''ازالۂ اوہام'' میں لکھا ہے۔ یا مرجع اس کا عیسیٰ علیہ السلام کا فعل احیاء الموتی اور ابراء الاکمه والابرص یعنی مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرنا اور جذامی اور کوڑھی اور اندھوں کو اچھا کرنا، یہ علامت ہے قیامت کی۔

جواب: قرآن کو مرجع کرنا یہ غلط ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ مرجع ضمیر منصوب متصل کا عیسیٰ علیہ السلام ہی ہے کیونکہ ذکر عیسیٰ علیہ السلام کا ہے، سیاق عبارت نظم قرآن خود اس کا شاہد ہے۔

امام ابن کثیر نے خود اپنی تفسیر میں فرمادیا: **بل الصحیح انه عائد علی عیسی علیہ السلام فان السیاق فی ذکره ثم المراد بذلک نزوله قبل یوم القیامة کما قال تبارک وتعالیٰ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾** ای

قبل موت عیسیٰ علیہ السلام ثم ﴿وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا﴾ اور تفسیر صحابہ اور تابعین اسی کی موید ہے۔

دوسری تائید دیکھو پروردگار کے قول پاک کی: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ﴾ ان آیت کریمہ میں ''مِنْهُ'' کی ضمیر اور ایسا ہی ''ام هو'' اور ''ان هو'' اور ''انعمنا علیه'' اور ''وجعلناه'' یہ سب ضمائر ابن مریم کی طرف ہی راجع ہیں۔ مرزا اگر ''انه'' کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھیرتا ہے تو یہ ضمائر بھی قرآن کی طرف راجع کرے تا کہ تحریف قرآن شریف کے مضمون کی بخوبی ہو جائے۔

صحیح مسلم کے جلد اخیر ص ۴۷ کے حاشیہ میں امام نووی شافعی المذہب تحریر فرماتے ہیں کہ ''نزدیک اہلسنّت وجماعت کے بہ سبب وارد ہونے صحیح حدیثوں کے آنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور قتل کرنا اس کا دجال کو حق اور صحیح ہے اور شرع شریف اور عقل میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کا آنا باطل ہو۔ بعض معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ گمراہ فرقوں نے انکار کیا ہے اس وجہ سے کہ قرآن شریف میں رسول اللہ ﷺ کے حق میں ''وخاتم النّبیین'' آچکا ہے یعنی حضرت ﷺ سب نبیوں کے آخر ہیں۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام آئیں تو رسول اللہ خاتم النّبیین نہ رہیں گے، پس عیسیٰ علیہ السلام کا آنا قرآن شریف کے مخالف ہے اور اس وجہ سے بھی کہ حدیث شریف میں آیا ہے ''لانبی بعدی'' یعنی رسول اللہ فرماتے ہیں کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔ اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

پس معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کی یہ دلیل باطل ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہ مراد نہیں کہ وہ نبی مستقل غیر تابع ہو کر آئیں گے اور شریعت محمدیہ کو منسوخ کر دیں گے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باوجود نبی اولوالعزم ہونے کے رسول اللہ ﷺ کی

شریعت پر حکم کریں گے اور جو باتیں دین اسلام کی لوگوں نے ترک کر دی ہوں گی، ان کو رواج دیں گے...... انتہی۔ بہت تفسیروں اور حدیثوں میں ایسا مذکور ہے۔

۷۵...... امام شافعی کے مذہب کی دوسری معتبر کتاب ''نهایة الامل من رغب فی صحة العقیدة والعمل'' میں شیخ محمد ابو خضیر الدمیاطی، ص ۱۰۸ میں فرماتے ہیں کہ دجال ایک خاص شخص ہے کوتاہ قد، عمر رسیدہ، چمکتے دانت والا، چوڑے سینہ والا اور وہ اب موجود ہے اور اس کی کنیت اس کا ابو یوسف ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ نام اس کا عبداللہ ہے۔ قوم یہود سے ہے۔ یہود لوگ اس کا انتظار کرتے ہیں جیسا کہ مسلمان لوگ امام مہدی کا انتظار کرتے ہیں۔ خارج ہوگا جانب مشرق سے قریہ سراباد ین یا عوازن یا اصبہان یا خراسان[1] سے۔

اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ اب ایک بڑے بت خانہ میں زیر زمین ستر ہزار زنجیر سے قید ہے اور اس پر ایک بہت زور آور مرد مقرر ہے۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہے جب دجال حرکت کا ارادہ کرتا ہے تو وہ مرد اس کو گرز مارتا ہے۔ پس آرام کرتا ہے۔ اور اس کے آگے ایک بڑا اژدہا ہے اور وہ دجال کے کھانے کا ارادہ کرتا ہے۔ پس دجال سانس تک لینے میں حیران ہے۔ قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اپنے گدھے پر سوار ہو کر اور خواجہ خضر علیہ السلام کو تین بار قتل کرے گا بوجہ اس کے کہ وہ دجال کو خدا نہ مانے گا۔ سوائے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ و بیت المقدس و کوہ طور کے ہر جگہ حکمرانی کرے گا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام بن مریم آسمان سے اترے گا اور امام مہدی اس کے ہمراہ ہو کر دجال کو قتل کریں گے اور دجال کا خون نیزہ کے اوپر لوگوں کو دکھائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے گدھے پر یا رسول

[1] تطبیق اس میں یہ ہے کہ ان سب مقاموں سے نوبت بنوبت ظہور غیر مشہور ہوگا۔ کما لا یخفی ولما کان اصل الخروج حقا فاختلاف الروایات فی الظهور لیس بمضر ۱۲۔

اللہ ﷺ کے براق پر سوار ہوں گے اور بہت کافر اس کی سانس کی گرمی سے ہلاک ہو جائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ایک عرب کی عورت سے نکاح کریں گے شعیب علیہ السلام کے خاندان میں اور دو بیٹے ہوں گے۔ ایک کا نام احمد اور دوسرے کا موسیٰ ہوگا۔ پھر فوت ہو جائیں گے اور لوگ گمراہی اختیار کریں گے۔ یہاں تک کہ مغرب کی جانب سے سورج نکلے گا اور کسی کی توبہ اس وقت قبول نہ ہوگی وھو معنی قولہ تعالیٰ: ﴿یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیَاتِ رَبِّکَ لَایَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا......الخ﴾ یہ بیان تفصیل وار میری کتاب ”تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی“ ص ۱۳۸ و ۱۳۹ میں مذکور ہے۔

اور ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں ہے ”ینزل عیسٰی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری ای مقبرتی وعبر عنها بالقبر تقرب قبرہ فکانهما فی قبر واحد......الخ

۷۶...... ابو طالب مکی نے ”قوت القلوب“ میں اور امام یافعی نے ”روض الریاحین“ میں رسول اللہ ﷺ سے حدیث لکھی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں کیسے غم کروں اس امت پر کہ جس کے اول میں، میں ہوں اور اس کے آخر میں حضرت عیسیٰ ابن مریم۔

۷۷...... اور ابو نعیم نے ”کتاب الفتن“ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ذکر کیا ہے۔

۷۸...... حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے اپنی کتاب ”فتوحات“ کے ۳۶ باب، جلد اول میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طویل حدیث بیان کی ہے۔ جس کا ابتدائی ترجمہ اردو میں یہ ہے کہ میرے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا ہے کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی طرف روانہ کرو تا کہ اس کے گرد و نواح میں لوٹ مار کریں۔ پس سعد نے نضلہ انصاری کو بجماعت مجاہدین روانہ کیا۔ ان لوگوں نے وہاں

جا کر مال غنیمت کا لے کر واپس آئے اور وقت مغرب کے ایک پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے اور نضلہ نے اذان دینی شروع کی۔ جب اللہ اکبر کہا تو پہاڑ سے آواز آئی اے نضلہ تو نے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑائی کی۔ پھر نضلہ نے اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو پہاڑ سے آواز آئی کہ اے نضلہ یہ کلمہ اخلاص ہے۔

غرض ہر کلمہ اذان کے بعد جواب آتا رہا۔ بعد اس کے نضلہ نے کہا: اے آواز والے صاحب آپ کون ہیں فرشتہ یا جن یا انسان میں؟ جیسے ہم کو آواز سنائی ایسے ہم کو اپنی صورت دکھا۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص نکلا۔ سر اس کا بڑا چکی کے برابر تھا۔ داڑھی اور سر سفید تھا اور اس کے اوپر دو کپڑے پرانے صوف کے تھے۔ اس نے السلام علیکم کہا اور بتایا کہ میں رزیب بن برتملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے ”نزول من السماء“ تک میری درازیٔ عمر کے لئے دعا فرمائی ہے۔ جب وہ اتریں گے آسمان سے خنزیروں کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور بیزار ہوں گے نصاریٰ کے اختراع سے۔ پھر حضرت محمد ﷺ کا حال دریافت کیا تو ہم نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ تو فوت ہو چکے یہ سنکر اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہوگئی۔ پھر دریافت کیا کہ حضرت کے بعد کون خلیفہ ہوئے؟ ہم نے کہا کہ ابوبکر۔ پھر فرمایا۔ وہ کیا کرتے ہیں؟ ہم نے کہا وہ بھی فوت ہو گئے اور اب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں۔ اس نے فرمایا کہ حضرت ﷺ کی ملاقات تو مجھ کو نہ ملی۔ پس تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے میرا اسلام کہنا اور کہو کہ اے عمر عدل اور انصاف کر، اس واسطے کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ پھر اس نے قیامت کی بہت سی علامتیں بیان کیں اور ہم سے غائب ہو گیا۔ پس اس قصہ کو نضلہ نے سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا۔

پھر حضرت عمر نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس پہاڑ کے پاس جا کر اقامت کرو اور جس وقت ان سے ملو تو میرا اسلام ان سے کہو اس واسطے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصیت کردہ آدمی عراق کے پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ پس حضرت سعد چار ہزار آدمی انصار اور مہاجرین کی قوم میں سے ہمراہ لے کر پہاڑ کے پاس جا کر اترے اور برابر چالیس روز تک ہر نماز کے ساتھ اذان کہتے رہے۔ مگر پھر پہاڑ سے کوئی جواب نہ آیا اور رزیب بن برثملا سے ملاقات نہ ہوئی۔ یہ حدیث بروایت ابن عباس مروی ہے۔ اور اس سے چند امور معلوم ہوئے۔

اول عیسیٰ علیہ السلام کے وصی کا اتنے دراز زمانہ تک سوائے کھانے اور پینے کے باقی رہنا۔

دوم عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خوشخبری دینا۔

سوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ چار ہزار صحابہ مہاجرین وانصار کا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے اور نازل ہونے کے ساتھ ایمان رکھنا یہاں تک کہ نضلہ اور تین سو سوار کی روایت سے رزیب بن برثملا کو عیسیٰ علیہ السلام کا وصی تسلیم کر کے اپنا سلام وصی عیسیٰ کی طرف بھیجنا۔

۷۹..... اور یہی شیخ اکبر جلد اول ''فتوحات'' ص ۲۵۰ میں لکھتے ہیں: وفی زماننا الیوم جماعة احیاء من اصحاب عیسی والیاس ..... الخ یعنی ہمارے زمانہ موجودہ میں ایک جماعت زندہ ہے حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہما السلام کے اصحاب میں سے۔

۸۰..... تفسیر کبیر میں بروایت محمد بن اسحاق بروایت عبداللہ بن عباس بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے یہودیوں کے قتل سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔

۸۱..... اسی میں ابوبکر واسطی سے ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا تو شہوت اور غضب ان سے دور ہو گیا مثل فرشتوں کے۔

۸۲..... ''تفسیر خازن'' جلد اول ص ۵۰۹ میں ہے: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ یعنی فلما رفعتنی الی السماء فالمراد به وفاة الرفع لاالموت فذکر هذا الکلام لیدل علی انه علیه الصلوة والسلام رفع بتمامه الی السماء بروحه وجسده ویدل علی هذا التاویل ﴿وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ﴾..... الخ پروردگار فرماتا ہے ﴿وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ﴾ یعنی ''اے عیسیٰ تم کو یہودی لوگ کسی شے کا ضرر نہ دے سکیں گے''۔ پس مرزا جو کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے سولی پر چڑھایا تھا اور اس کے بدن میں زخم ہو گئے تھے اس آیت کے مخالف ہے۔

۸۳..... تفسیر ''مفاتیح الغیب'' میں ہے کہ کسی محقق سے سوال ہوا کہ قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کا زمین کی طرف اترنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہے قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ﴿وَكَهْلًا﴾ کا لفظ موجود ہے۔ ﴿تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں جب کہ تھے تو کہولت کی عمر کو نہیں پہنچے تھے۔ پس نزول من السماء کے بعد کہولت کی عمر کو پہنچیں گے۔ چالیس برس اور کچھ اوپر تک کہولت کا زمانہ ہے۔

۸۴..... تفسیر ''روح البیان'' میں متعدد جگہوں میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام چونکہ مع اپنے جسم خاکی کے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام چونکہ سوائے باپ کے محض قدرت الٰہی سے پیدا ہوئے تھے ایسے ہی عزت اور قدرت الٰہی سے چلے بھی گئے۔ ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ط وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ ''روح البیان'' میں ہے ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا﴾ لایغالب فیما یریده فعزة الله تعالیٰ عبارة عن کمال قدرته فان رفع عیسیٰ علیہ السلام الی السموات وان

كان متعذرا بالنسبة الى قدرة البشر لكنه سهل بالنسبة الى قدرة الله تعالى لايغلبه عليه احد ﴿حَكِيمًا﴾ فى جميع افعال له ولما رفع الله عيسىٰ عليه السلام كساه الريش والبسه النور وقطعه عن شهوات المطعم والمشرب وطار مع الملئكة فهو معهم حول العرش فكان انسيا ملكيا سماويا ارضيا الخ. عیسیٰ علیہ السلام کی شہوت کھانے پینے کی سلب کر کے ملائکہ کے ساتھ کر دیا گیا پس ہو گیا وہ انسی ملکی وسماوی وارضی۔ یعنی چونکہ اصل انسان ہے تو انسی ہوا۔ اور مثل فرشتوں کے ہو گیا عدم اکل وشرب میں تو ملکی ہو گیا۔ اور چونکہ آسمانوں پر رہنے لگا تو سماوی ہو گیا۔ اور چونکہ قیامت کے قریب پھر زمین پر آئے گا لہٰذا ارضی بھی ہوا۔ اور جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو ولایت عامہ کا دورہ شریعت محمدیہ میں ان کے ساتھ تمام ہوگا۔ یہود اور نصاریٰ رسول اللہ ﷺ پر بوجہ تشریف آوری عیسیٰ علیہ السلام کے ایمان لائیں گے اور امام مہدی اور اصحاب کہف اس کی خدمت کریں گے۔

اور امام جلال الدین سیوطی نے ''درمنثور'' میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ چار انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ دو آسمان میں ادریس علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور دو زمین میں حضرت خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام۔ خضر علیہ السلام دریاؤں پر اور الیاس علیہ السلام خشکی پر معین ہیں۔ روح البیان میں نقل کیا شرح الفصوص سے اور نسائی اور ابن ابی حاتم ثابت کرتے ہیں: عن ابن عباس ان رهطا من اليهود سبوه وامر فدعا عليهم فمسخهم قردة وخنازير فاجتمعت اليهود على قتله فاخبره الله بانه يرفعه الى السماء ويطهره من صحبة اليهود. (صحیح نسائی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ)

قال ابن عباس سيدرک اناس من اهل الكتاب عيسىٰ حين يبعث فيؤمنون

یہ (فتح البیان) مرزا نے بھی ''ازالہ اوہام'' ص ۳۴۱ میں تفسیر رازی وابن کثیر ومدارک وفتح البیان کا حوالہ دیا ہے۔ اور ہم نے ان کتابوں سے بھی صعود عیسیٰ علی السماء ونزول اس کا بجسدہ العنصری ثابت کر دیا۔ اب تو قادیانیوں کو ماننا ہی پڑے گا۔

قولہ: اور نزول کے لفظ سے جو حیات عیسوی پر استدلال کرتے ہیں یہ بھی بالکل بیہودہ ہے۔ کیونکہ یہ لفظ ہرگز اس پر حجت نہیں ہو سکتا ہے کما سیأتی۔ حالانکہ بعض احادیث میں بجائے نزول کے لفظ بعث اور بعض میں لفظ خروج مذکور ہے۔ اور مخالفین کے زعم فاسد کے مطابق تو مناسب مقام لفظ رجوع تھا اور وہ کسی حدیث میں مذکور نہیں ہے۔ فافهم۔ ''ہدایۃ المہدی'' کے صفحہ سات (۷) میں یہ لکھا ہے۔

اقول: بے علمی بھی عجب بری بلا ہے۔ اور داء بلا دواء ہے ضرور لفظ نزول آسمان سے اسی جسم خاکی کے ساتھ اترنے کے لئے حجت تامہ ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ انداز وقرائن موجود ہوں جیسا کہ ان روایات واحادیث گزشتہ میں تم نے دیکھا۔ اور ذرہ قدر عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس قدر احادیث دربارہ نزول عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہیں، ان سے یہی مراد ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم قیامت سے ذرا اول آسمانوں سے زمین پر تشریف فرمائیں گے اور یہی مراد ہے حضرت ﷺ واصحاب عظام وتابعین وجمیع مسلمین کی اور مخالف اس کا گمراہ بے دین ہے۔ لفظ نزول کا معنی ذو افراد ہے۔ ہر جگہ مناسب مقام کے مراد ہوگا جیسے کہ لفظ عین کا معنی آفتاب، چشمۂ آب، زر، زانو، ذات، شے، آنکھ۔ جب کوئی کہے کہ میری عین میں میل اور تاریکی ہے تو اس سے ہر کوئی آنکھ ہی سمجھتا ہے دوسرے معنی کی طرف خیال نہیں جاتا۔

جب کوئی کہے کہ آسمان سے عین نے طلوع کیا۔ تو ہر کوئی اس سے آفتاب ہی

سمجھے گا۔ لفظ مسیح کا دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بولتے ہیں اور دجال پر بھی اپنے اپنے قرینہ پر بولا جاتا ہے۔ ایسے ہی لفظ نزول کا بولنا کہ اگر مسافر سے کہا جائے کہ آپ کہاں نازل ہوئے؟ تو مراد اس سے اس کا ٹھکانا اور محل اور ورود شب باشی ہوتا ہے۔ اور جب کہا جائے کہ بجلی یا صعقہ نازل ہوا تو مراد اس سے یہی ہوتا ہے کہ اوپر سے نیچے، عام اس سے کہ خاص آسمان سے آئی یا اس کے نیچے ابر میں سے۔ پس ایسا ہی جب کہ کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوگا یا آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوگا تو اس سے یہی مراد متعین ہوتی ہے کہ زمین کی جانب مخالف یعنی فوق سے زمین پر آئے گا اور چونکہ نصوص واحادیث میں اس فوقیت سے مراد فوقیت آسمان دوم ظاہر ہے لہٰذا اس میں ابر وغیرہ بلند مقام کا احتمال بھی نہیں ہے اور اگر عیسیٰ علیہ السلام زمین ہی پر ہوں تو ''الارض'' کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔ اور یہ مضمون تو بہت صاف ہے مگر بے علم کو کیسے اس میں مغالطے واقع ہوتے ہیں؟ اور امام حسن بصری کا تو مذہب یہی ٹھہرا کہ حضرت مسیح بحیات جسمانی زندہ ہے۔ چنانچہ اوپر ''در منثور'' سے نقل کیا گیا۔ قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة اور اب لفظ بعث سے بھی حسن بصری کے قول سے مسیح بن مریم کا آسمان سے اترنا بجسدہ العنصری ثابت کر دیتا ہوں۔ اسی امام حسن سے کسی نے دریافت کیا کہ پروردگار کا قول ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ میں ''مَوْتِهٖ'' کی ضمیر کا مرجع کون ہے؟ تو امام حسن نے فرمایا: قبل موت عیسیٰ ان اللہ رفع عیسیٰ وھو باعثه قبل یوم القیمة مقاما یومن به البر والفاجر ......الخ۔ پس جب کہ باعثه والی عبارت میں قبل موته کی تفسیر قبل موت عیسیٰ خود حسن بصری سے موجود ہے۔ تو پھر کس احمق کو حیات عیسیٰ میں شک ہوگا؟ اور لفظ بعث،

ارسال کے معنی میں بھی بکثرت مستعمل ہے جس کے افراد میں سے ایک نزول بھی ہے۔ وفی حدیث علی یصفه ﷺ بعیثک نعمه ای مبعوثک الذی بعثته الی الخلق ای ارسلته وھو ای عمرو بن سعید یبعث البعوث ای یرسل الجیوش ح ثم یبعث اللہ ملکا فیبعث اللہ عیسیٰ ای ینزله من السماء حاکم بشرعنا. (مجمع البحار مختصرا) بنگالی قادیانی نے اپنے زعم باطل کے سبب سے ''مجمع البحار'' سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کی ہے۔ ہم نے اسی کتاب سے اس کی حیات ثابت کر دی۔

اب میں لفظ ''رجوع'' بھی دکھا دیتا ہوں۔ پس کچھ ایمان واسلام کی خواہش ہو تو دیکھ کر ایمان لاؤ اور اپنے سابق باطل اور حرام اعتقاد سے توبہ کرو اور توبہ نامہ کو چھاپ کر مشہور کر دو مگر مجھ کو تو منافقانہ، کورانہ، جاہلانہ چال معلوم ہوتی ہے۔ سنو اور دیکھو امام المحدثین علامہ سیوطی نے تفسیر ''درمنثور'' میں حدیث شریف بیان کی ہے: قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة. یعنی حضرت ﷺ نے قوم یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ مرا نہیں اور یہ بات محقق اور درست ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔ اسی ''درمنثور'' میں دوسری جگہ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث بیان کی ہے: قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة. (تفسیر ''درمنثور'' جلد دوم ص ۳۶)

اور حسن بصری ''مُتَوَفِّيْكَ'' میں لفظ وفات کا معنی نیند یعنی اونگھ لیتے ہیں۔ ﴿يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ﴾ کا یہ معنی لیتے ہیں کہ ''اے عیسیٰ میں

تم کو نیند میں اپنی طرف بلانے والا ہوں"۔ پوری حدیث اس طور پر ہے: وقال ابن حاتم حدثنا احمد بن عبدالرحمن حدثنا عبد الله بن ابی جعفر عن ابیه حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انه قال فی قوله تعالیٰ ﴿اِنِّی مُتَوَفِّیکَ﴾ یعنی وفاة المنام رفعه الله فی منامه قال الحسن قال رسول ﷺ للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیٰمة. ابن جریر، یونس بن عبید نے حسن بصری سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ نہیں پایا، باوجود کہ آپ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں حضرت علی سے روایت کرتا ہوں مگر علی کا نام بلحاظ زمانہ حجاج بن یوسف کے ترک کردیتا ہوں اسناد سے۔ انی احدث الحدیث عن علی وما ترکت اسم علی فی الاسناد الا لملاحظة زمان الحجاج. اوران احادیث میں قادیانی کو گنجائش تاویل کی بھی نہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے راجع ہونے سے عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل اور مثیل مراد لے اور یہ کہے کہ میں مثیل عیسیٰ علیہ السلام ہوں اوران احادیث میں میرا آنا مذکور ہے۔ کیونکہ پورے طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ وہی عیسیٰ بن مریم ہی قبل قیامت کے دنیا میں آئیں گے۔ آسمان پر شب معراج میں قادیانی نے تو حضرت ﷺ سے بات چیت نہیں کی اور قادیانی نے تو نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دجال کا مارنا میرے سپرد کیا ہے۔ تفسیر درمنثور میں ہے: عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لقیت لیلة اسریٰ بی ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ قال فتذکروا امر الساعة قال فردوا امرهم الی ابراهیم فقال لاعلم لی بها فردو امرهم الی عیسیٰ فقال عیسیٰ اما وجبتها فلا یعلم بها احد الا الله عزوجل وفیما عهد الی ربی ان الدجال خارج ومعی قضیبان...... الخ۔ مرزا اور مرزائی اس کو تسلیم

کریں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرزا نے اپنی کتابوں میں بہت وصف کی ہے۔ تفسیر درمنثور میں ہے امام حسن فرماتے ہیں: والله انه لحی الان عند الله تعالیٰ یعنی عیسیٰ علیہ السلام مرا نہیں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ تحقیق وہ البتہ زندہ ہے اب اللہ تعالیٰ کے پاس۔ اور حسن بصری ایسا شخص ہے کہ اس نے ستر صحابہ جنگ بدر والوں سے ملاقات کی ہے جیسا کہ "عوارف" کے ٦ باب میں ہے۔

سوال: اگر کہا جائے کہ قتادہ نے کہا ہے: والله ماحدثنا الحسن عن بدری مشافهة.

جواب: یونس بن عبید نے اور ملا علی قاری نے شرح "شرح النخبة" میں حسن بصری کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت کی ہے اور قتادہ تو نفی روایت کی بدری سے اپنی مواجہت میں بیان کرتا ہے۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ کسی بدری سے ملاقات اور روایت نہ کی ہو۔ دوسرا یہ کہ قتادہ کے قول سے فقط نفی "حدثنا" کی لازم آتی ہے جو اخص ہے "سمعت" سے۔ (کرمانی شرح صحیح بخاری) اور قاعدہ منطقیہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی چہ جائے کہ مفید ہو سلب اعم الاعم کو یعنی ملاقات کو۔ اور حسن بصری کی روایت اور ملاقات زبیر بن العوام سے بھی ثابت ہے جن کے بدری ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(کما فی تهذیب الکمال)

قوله: اور عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کی تعیین کہ بقولے تینتیس (۳۳) برس اور بقولے ای سو بیس (۱۲۰) برس اور بقولے ایک سو پچیس (۱۲۵) برس وغیرہ ہے۔ یہ بھی ان کی وفات پر دال ہے کمالایخفی علی اولی النهیٰ.

اقول: مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں پینتالیس (۴۵) برس بھی وارد ہے۔ حضرات محدثین نے

کہ جس میں اہل کشف بھی ہیں اس طور پر تطبیق دی ہے کہ ابوداؤد کی حدیث مرفوع ابو ہریرہ
سے جس میں چالیس (۴۰) سال کا ذکر ہے مراد اس سے پینتالیس (۴۵) ہیں مگر بیان
کرنے میں پانچ والی کسر کو ساقط کر کے چالیس (۴۰) بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ کسور کا ساقط
کر دینا حساب میں شائع ہے۔ اعداد میں حساب تقریبی زیادہ ہوا کرتا ہے جیسا کہ حضرت
ﷺ بعد رسالت کے مکہ معظمہ میں تیرہ (۱۳) سال تشریف فرما رہے۔ مگر کئی کتابوں میں
دس (۱۰) برس لکھے ہیں تین (۳) برس کی کسر کو ساقط کر دیا گیا۔ (دیکھو امام عبدالرؤف کی "مناوی"
کو اور "جامع صغیر" کو)

مطلب یہ ہوا کہ تینتیس (۳۳) سال قبل رفع آسمانی کے گزرے ہیں اور بعد
نزول من السماء بارہ (۱۲) سال ہوں گے مگر بجائے بارہ (۱۲) کے سات (۷) سال کا صحیح
مسلم میں ذکر ہے۔ تاکہ ظاہری حساب میں پورے چالیس (۴۰) سال رہیں۔

اور عینی وابونعیم نے جو کہا ہے کہ بعد نازل ہونے کے آسمان سے انیس
(۱۹) سال رہیں گے تو اس حساب سے تینتیس (۳۳) قبل از رفع اور انیس (۱۹) بعد نزول
مجموعہ باون (۵۲) ہوئے۔ مگر بیان میں اوپر کے بارہ (۱۲) کو ساقط کر کے پورے
چالیس (۴۰) بیان کئے۔ یہ اس بناء پر کہ ابونعیم کی انیس (۱۹) سال والی روایت کو معتبر مانا
جائے۔ ورنہ تحقیق وہی ہے کہ مجموعہ پینتالیس (۴۵) ہوں گے۔ اور ابوداؤد والی حدیث
جس میں چالیس (۴۰) سال مذکور ہیں اور صحیح مسلم والی جس میں سات (۷) سال ہیں ان
سے ابونعیم کی حدیث معارضہ نہیں کر سکتی لان المعارضة تقتضی المساواة واذ
لیست فلیست۔ اگر بسط کا ارادہ ہو تو امام سیوطی کی "مرقاة الصعود" اور امام بیہقی کی
کتاب "البعث والنشور" کو ملاحظہ کرو۔ باقی رہی ایک سو پچیس (۱۲۵) برس کی روایت اور

ایسی ہی ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی اور ایک سو پچاس (۱۵۰) کی سو یہ شاذ غریب بعید ہیں
ہو کہ ابن عساکر سے روایت ہوئی۔ دیکھو ابن کثیر میں۔ جب لوگ جنت میں داخل ہوں
گے تو مردوں کی عمر تینتیس (۳۳) برس کی ہوگی مثل میلاد عیسیٰ علیہ السلام کے قبل از رفع۔ اور
حسن ان کا ہوگا مثل حسن یوسف علیہ السلام کے۔ اور بعض کتابوں میں ہے کہ قد ان کے دراز
ہوں گے ساٹھ (۶۰) گز کے اور سینہ چوڑا ہوگا اٹھارہ (۱۸) یا بارہ (۱۲) گز کا (کماھو
مبسوط فی کتب السیر والفقه)

طبرانی نے باسناد جید انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: عن انس قال قال رسول
اللہ ﷺ یدخل اهل الجنة علی طول آدم علیہ السلام ستین ذراعا بذراع
الملک وعلی حسن یوسف علیہ السلام وعلی میلاد عیسیٰ علیہ السلام ثلث وثلثین
سنة...... الخ بدور السافرہ ص۱۲۷۳ ابن کثیر ص۲۴۵ میں ہے: فانه رفع وله ثلث وثلثون
سنة فی الصحیح وقد ورد ذلک فی حدیث فی صفة اهل الجنة انهم علی
صورة آدم دلیلا وعیسیٰ ثلث وثلثین سنة واما ما حکاه ابن عساکر عن
بعضهم انه رفع مائة وخمسون سنة فشاذ غریب بعید. (انتهی) اور حاکم نے
اسی روایت کو صحابہ کی طرف منسوب کیا ہے: قال ابن عباس ارسل اللہ عیسیٰ علیہ السلام
وهو ابن ثلث وثلثین سنة فمکث فی رسالته ثلاثین شهرًا ثم رفعه الله
الیه. (تفسیر خازن، ص۵۰۴) واخرج ابن سعد واحمد فی الزهد والحاکم عن سعید
بن المسیب قال رفع عیسیٰ ابن ثلث وثلثین سنة. (درمنثور، جلد۲، ص۳۶)

بہر صورت اگر فرض بھی کر لیں کہ ایک سو پچیس (۱۲۵) یا ایک سو پچاس (۱۵۰)
برس والی وغیرہ روایات صحیح قابل حجت ہیں تو بھی ہمارے اہل اسلام کے اعتقاد کو کوئی

نقصان نہیں۔ کیونکہ ان روایات کے تفاوت سے نفس واقعہ میں کوئی شک نہیں آسکتا۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے جو کہ اپنے برادر ہابیل کو قتل کیا ہے اس میں کس قدر اختلاف ہے کہ کب قتل ہوا؟ اور کہاں قتل ہوا؟ اور کس چیز سے قتل کیا؟ اور کس سبب سے قتل کیا؟ اور قاتل کا نام دراصل کیا ہے؟ قابیل ہے یا کہ قین یا کہ قائن بن آدم علیہ السلام ہے؟ مگر نفس قتل میں کوئی شبہ نہیں۔ رسالہ ''تیغ غلام گیلانی'' میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے۔ ایسا ہی نزول عیسیٰ علیہ السلام بجسم خاکی میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ بوجہ اختلاف روایات کے ان کی عمر میں اور پھر با ایں ہمہ مرزا قادیانی کو تو اس اختلاف سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اس کی عمر اسی (۸۰) یا پچاسی (۸۵) برس کی تھی۔ وہ تو روایات مذکورہ میں سے ایک بھی نہیں ہوسکتی۔

قولہ: اور ائمہ دین میں سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کے صریحاً قائل ہیں۔ جیسا کہ ''مجمع البحار'' وغیرہ میں ہے۔ **وقال مالک مات وھو ابن ثلث وثلثین سنۃ** اور امام ابوحنیفہ جو آپ کے معاصر تھے اور ادنیٰ ادنیٰ مسائل میں ان کی مخالفت کی۔ مگر قول مذکور میں لب کشا نہیں ہوئے۔ اور ایسا ہی امام شافعی اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہما نے بھی اس پر سکوت کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چاروں اماموں کی رائے وفات عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ کیونکہ سکوت معرض بیان میں بیان ہے۔ **کما لایخفی۔**

اقول: **وبعونہ تعالیٰ اعول مجمع البحار** اور چاروں اماموں کی کتابوں سے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کر دکھاتا ہوں۔ کل امت مرحومہ کا اجماع ہے اس پر کہ عیسیٰ بن مریم بعینہ نہ بمثیلہ بحسب پیشگوئی آنحضرت ﷺ کے آسمان سے ضرور اتریں گے اور یہ بات خوب ظاہر ہے کہ نزول جسمی بعینہ بغیر رفع جسمی بحالت زندگی کے ممکن نہیں لہٰذا بڑے زور اور یقین سے ہم کہتے ہیں کہ کل امت کا جیسے کہ نزول مذکور پر اجماع ہے ایسا ہی حیات مسیح

''منذالرفع'' پر بھی یعنی آسمان کی طرف اٹھایا جانے کے وقت مسیح کی حیات پر سب کا اتفاق ہے۔ بحکم مقدمہ مذکورہ کہ نزول جسمی فرع ہے رفع جسمی کی۔ سو رہا یہ امر کہ قبل از رفع الی السماء کے عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہی رہا یا کچھ دیر کے لئے مر کر بعد زندہ ہوکر آسمان پر گیا۔

سو اس میں اختلاف ہے کل صحابہ کرام اور جمہور ائمہ عظام وعلمائے اہل اسلام سب کے سب ہی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پر قبل آسمان پر جانے کے بالکل موت وارد نہیں ہوئی اور جیسے کہ پہلے سے زندہ تھا ایسے ہی آسمان پر اٹھایا گیا اور یہی صحیح بھی ہے اور بعض نصاریٰ کا مذہب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جانے سے ذرا قبل مر گیا تھا بعدہ زندہ کر کے آسمان پر پہنچایا گیا۔ اور بعض اہل اسلام میں سے بھی اس کے قائل ہوگئے ہیں مگر زندہ ہوکر آسمان پر چلے جانے کے بھی مقر ہیں۔ چنانچہ تفسیر ''مفاتیح الغیب'' میں ہے کہ پروردگار نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل یہود سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔ مگر وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں قبل از رفع اس دن تین ساعت فوت ہوئے بعد اس کے زندہ ہوکر آسمان پر گئے۔ اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ فوت ہوئے سات ساعت دن میں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا۔

اور آیت ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ میں دو طور پر معنی کیا جاتا ہے۔ ایک معنی تو ظاہری ترتیب قرآنی کا سوائے قول تقدیم وتاخیر کے اور ''مُتَوَفِّیْکَ'' کا معنی ''عمر کا پورا کرنے والا'' اور ''اونگھ دینے والا'' یعنی اے عیسیٰ میں ہی تیری عمر پوری کرنے والا ہوں اور اب تجھ کو اٹھانے والا ہوں۔ یا یہ کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو اونگھ دے کر اٹھانے والا ہوں۔ اور دوسرا معنی بقول تقدیم وتاخیر اس طور پر کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو اٹھانے والا ہوں اور پھر تم کو وفات دینے والا ہوں۔ یعنی بعد **نزول من السماء**

کے جب کہ تیری عمر پوری ہوگی اور جو کام تیرے متعلق ہیں، ہوچکیں گے۔

عبارت اس تفسیر کی یہ ہے: قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا......الخ﴾ واختلف اهل التاویل فی هاتین الایتین علی طریقین:

احدهما: اجراء الآیة علی ظاهره من غیر تقدیم ولا تاخیر فیها.

والثانی: فرض التقدیم والتاخیر فیها اما الطریق الاول فبیانه من وجوه. الاول معنی قوله تعالیٰ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ ای انی متم عمرک فحینئذ اتوفاک فلا اترکهم حتی یقتلوک بل انا رافعک الی سمائی ومقربک بملا ئکتی واصونک عن ان یتمکنوا من قتلک وهذا تاویل حسن.

اقول لانه لیس فیه دلالة علی الوفاة بمعنی الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فیه اظهار ان الرفع قبل اتمام العمر وهذا لایخفی علی اولی النهی الوجه الثانی ''متوفیک'' ای ''ممیتک'' وهو مروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ومحمد بن اسحاق قالوا والمقصود ان لایصل اعداؤه من الیهود الی قتله ثم بعد ذالک اکرمه اللّٰه بان رفعه الی السماء ثم اختلفوا فی هذا الوجه علی وجهین:

احدهما: قال وهب توفی ثلاث ساعات من النهار ثم رفع ای بعد احیائه.

وثانیها: قال محمد بن اسحق وفی سبع ساعات من النهار ثم احیاء اللّٰه تعالیٰ ورفعه الیه. پھر فرماتے ہیں کہ ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ﴾ میں واوٴ ترتیب کی مفید نہیں کہ بالترتیب ہی یہ کام ہوں بلکہ ہوجانا ان

کاموں کا مقصود ہے، جس کیفیت اور ماہیت سے ہوں۔ اور کب ہوں گے؟ اور کیسے ہوں گے؟ سو یہ موقوف ہے دلیل پر۔ اور ثابت ہوچکا ہے دلیل سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ قریب ہے کہ اتریں گے اور قتل کریں گے دجال کو پھر مارے گا اس کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ۔ حیث قال ومن الوجوه فی تاویل الایة ان ''واو'' فی قوله ﴿مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ لاتفید الترتیب فالایة تدل علی انه تعالیٰ یفعل به هذه الافعال فاما کیف یفعل ومتی یفعل فالامر فیه موقوف علی الدلیل وقد ثبت بالدلیل انه حی و ورد الخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاه بعد ذالک......الخ

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی روایت اس طور پر ہے جو بیان ہوئی۔ اسی بنا پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی قائل ہوئے ہیں۔ مگر امام مالک صاحب مثل حضرت وہب و حضرت محمد ابن اسحٰق کے زندہ ہوکر آسمان پر جانے کے بھی ضرور معتقد ہیں۔ صحیح احادیث سے کیسے کنارہ کرسکتے ہیں۔ ہر امام کے مذہب کی تحقیق اس کے مذہب کے علمائے محققین اور معتبر کتابوں سے معلوم ہوتی ہے۔ پس امام مالک صاحب کی مذہب کی کتابوں سے زندہ چلا جانا عیسیٰ علیہ السلام کا بخوبی ثابت ہے۔ اور صاحب ''مجمع البحار'' نے بھی امام مالک کا مذہب یہی سمجھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ جانے کے مقر ہیں اسی واسطے ''مجمع البحار'' میں (قال مالک مات) کے بعد لکھتے ہیں ولعله اراد رفعه علی السماء اوحقیقة ویجیٔ آخر الزمان لتواتر خبر النزول......الخ. شیخ محمد طاہر صاحب ''مجمع البحار'' کہتے ہیں کہ امام مالک صاحب نے ''مات'' سے عیسیٰ علیہ السلام کا رفع

آسمان پر مراد لیا ہے یا موت حقیقی۔ اور آخر کے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اس واسطے کہ اترنے کی خبر متواتر ہے۔

موت کا بمعنی آسمان پر اٹھ جانا اس مناسبت سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جانے سے ذرا قدر پہلے اونگھ آئی تھی جس کو نیم خوابی اور مقدمہ خواب کہتے ہیں۔ (کما بین فی مواضع عدیدۃ) اور نیند بھائی ہے موت کی۔ عرب کا مقولہ مشہور ہے کہ النوم اخ الموت۔ اسی بنا پر امام مالک صاحب نے اس نیم خوابی کو موت کے قائم مقام سمجھ کر رفع عیسیٰ الی السماء کی جگہ مات عیسیٰ کہہ دیا یا حقیقۃً مر ہی گئے تھے مگر بعد تھوڑی دیر کے موت کے زندہ ہو کر آسمان پر گئے اور قریب قیامت کے آنا ان کا متواتر اخبار سے ثابت ہے۔ پس امام مالک صاحب اگر لفظ مات سے موت حقیقی لیتے ہوں گے تو یہی موت ہے جو کہ آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل چند ساعت تک بعض کے قول پر عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوئی ہے نہ وہ موت کہ اس وقت سے لے کر اب تک مرے ہوئے ہیں اور آسمان پر ان کی روح گئی ہے، جسم نہیں گیا۔ موت ابدی کو امام مالک صاحب کل جمہور کے خلاف اور متواتر احادیث کے برعکس کیسے قبول کر سکتے ہیں؟

اب ناظرین انصاف سے دیکھیں کہ جس مجمع البحار سے قادیانی ملاجی عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرتا تھا اسی مجمع البحار میں عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا آسمان سے بثبوت متواتر لکھا ہے جیسے کہ صاحب توضیح وامام سیوطی وغیرہ حضرات قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے پر متواتر احادیث موجود ہیں جن سے انکار کرنے والا سخت گمراہ بے دین ہے۔ مجمع البحار ہی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ مسئلہ نزول کی طرح حیات مسیح پر بھی اجماع ہے۔ کل اہل اسلام اس پر متفق ہیں بلکہ نصاریٰ بھی اس میں مسلمانوں سے الگ

نہیں مگر اجماعی حیات الی ما بعد النزول وہ ہے جو مسیح کے لئے عند الرفع مانی گئی ہے اور قبل رفع موت کا قول بعض علماء کا یہ اختلاف بے موقع ہے ورنہ جمہور کا مذہب بھی کالاجماع یہی ہے کہ قبل رفع اور بعد رفع اور بعد النزول ایک ہی دراز حیات ہے اور عمل اکثر ہی کی بات پر ہے۔

حدیث شریف میں ہے ''اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار'' ''شامی'' میں متعدد جگہوں میں ہے العمل علی ما علیه الاکثر. العمل علی ما علیه الجمهور والقاعدة ان العمل علی قول الاکثر. ملاجی نے شامی کا یہی حوالہ دیا ہے لہٰذا ہم اسی ''شامی'' سے سند لائے۔ اور سنو صاحب مجمع البحار فرماتے ہیں کہ قیامت کی بعض علامتوں میں سے امام مہدی ہے امام آخر زمانہ کا جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ اور وہ دونوں قتل کریں گے دجال کو اور فتح کرے گا امام مہدی قسطنطنیہ کو اور مالک ہوگا عرب وعجم کا اور بھر دے گا زمین کو عدل اور انصاف سے اور پیدا ہوگا مدینہ میں اور لوگ اس سے بیعت کریں گے خانہ کعبہ کے پاس رکن اور مقام کے درمیان میں اور وہ اس پر راضی نہ ہوگا اور قتل کرے گا مرد سفیانی کو اور جائے پناہ لیں گے اس کے پاس بادشاہ ہند کے۔

اور بڑے بے وقوف اور نادان اور نقصان کار ہیں وہ لوگ جو کہ اپنے دین اسلام کو مزاح سمجھتے ہیں اور بے علموں کو پیشوا بناتے ہیں۔ اور جب کوئی مسافر غریب الوطن مثلاً دعویٰ کرتا ہے کہ میں امام مہدی ہوں تو اس کو بلا تامل تسلیم کرتے ہیں اور امام مہدی کے اوصاف وخواص وعلامت اس میں نہیں ہوا کرتے اور وہ جاہل ہوتا ہے کھلم کھلا۔ علوم دین اور صرف ونحو وغیرہ فنون کی اس کو بو تک نہیں ہوتی۔ کلام الٰہی کی تفسیر اپنے پاس سے کرتا ہے

اور اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بناتا ہے۔ اور اپنی مراد کے موافق تاویلات اور معنی کرتا ہے اور اپنے مریدوں کے لئے جو جو اعتقاد کی باتیں بتاتا ہے ان کا باطل ہونا لڑکوں پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اور جب امام مہدی کی شروط وعلامات حدیث نبوی سے ثابت کی جاتی ہیں تو ان احادیث کو غیر صحیح کہتا ہے۔ اور جو حدیث اس کی اپنی اوصاف کے موافق ہوتی ہے اس سے دلیل لاتا ہے۔ اور جو اس سے مخالف ہو اس کو غیر صحیح کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ایمان کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے۔ جو کوئی مجھ کو مہدی سچا مانے گا وہ مومن ہے اور جو انکار کرے گا وہ کافر ہے۔ اور اپنی بزرگی اور ولایت کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر افضل جانتا ہے۔ اور حلال جانتا ہے قتل کرنا علماء کا اور لینا جزیہ کا۔ اور اس کے ساتھ والوں کے ایک کا نام ابوبکر صدیق اور کسی کا حضرت عمر اور کسی کا حضرت عثمان اور کسی کا حضرت علی ہے۔ اور بعض کو مہاجرین اور بعض کو انصار اور عائشہ اور فاطمہ کہتے ہیں۔ اور بعض بے وقوفوں نے ملک سندھ میں ایک شخص غدار کاذب کو عیسیٰ مقرر کر لیا۔ پس اس فقیر کی کوشش کے بعض جلاوطن کیے گئے اور قتل کیے گئے اور بعضوں نے اس اعتقاد سے توبہ کر لی...... الخ اور عبارت یہ ہے ومنه مهدی آخر الزمان ای الذی فی زمن عیسیٰ علیہ السلام ویصلی معه ویقتلان الدجال ویفتح القسطنطنیة ویملک العرب والعجم ویملاء الارض عدلا قسطا ویولد بالمدینة ویکون بیعته بین الرکن والمقام کرها علیه ویقاتل السفیانی ویلجاء الیه ملوک الهند مغلغلین الی غیر ذالک وما اقل حیاء واسخف عقلاء واجهل دنیا ودیانة قوما اتخذوا دینهم لهوا ولعبا...... الخ

(ص۶۸۰، تکملہ مجمع البحار)

ناظرین انصاف سے دیکھیں کہ یہ ساری قباحت اور ملامت کی باتیں مرزا غلام

احمد اور اس کے مریدوں پر برابر آتی ہیں۔ اسی مجمع البحار میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترے گا ہماری نبی ﷺ کی شریعت پر حکم کریگا۔ وفی حدیث علی تصفه ﷺ بعیثک ای مبعوثک الذی بعثه الی الخلق ای ارسلته وهو ای عمرو بن سعید یبعث البعوث ای یرسل الجیش ثم یبعث اللّٰه ملکا فیبعث اللّٰه عیسیٰ ای ینزله من السماء حاکما بشرعنا. (مختصراً) ہم اگر خود بخود مجمع البحار کا حوالہ اس مسئلے میں دیتے تو مرزائی لوگ کبھی نہ مانتے مگر اب تو ماننا ہی ہوگا۔ کیونکہ ان کے نزدیک بھی یہ کتاب قابل سند ہے۔ ارے ملاجی نے تو الٹی منہ کے بل کھائی۔ شعر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگست

اب مالکی مذہب کی معتبر کتابوں سے حیات مسیح اور جانا ان کا آسمان پر نقل کرتا ہوں تا کہ مرزائیوں کا سندلانا عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر امام مالک صاحب کے مذہب سے بھی غلط ہوجائے۔ شیخ الاسلام النفرادی مالک نے ”فواکہ دوانی“ میں تصریح کردی ہے کہ اشراط قیامت سے ہے عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا۔ اور علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطلانی میں بڑی تفصیل سے لکھتے ہیں: فاذا نزل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فانه یحکم بشریعة نبینا ﷺ بالهام او اطلاع علی الروح المحمدی اوبما شاء اللّٰه من استنباط لها من الکتاب والسنة ونحو ذالک. اور اس کے بعد لکھتے ہیں: فهو علیہ السلام وان کان خلیفة فی الامة المحمدیة فهو رسول ونبی کریم علی حاله لا کما یظن بعض انه یاتی واحدا من هذه الامة بدون نبوة ورسالة وجهل انهما لایزولان بالموت کما تقدم فکیف بمن هو حی نعم هو واحد من هذه الامة مع بقائه علی نبوته ورسالته...... الخ

دیکھو کیسا صاف لکھتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آئے گا تو حکم کرے گا رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر بذریعۂ الہام کے کہ اس کے دل میں شریعت محمدی کے احکام ڈالے جائیں گے۔ یا رسول اللہ کی روح سے فیض حاصل کرے گا یا اپنا اجتہاد کر کے آیت اور حدیث سے مسائل نکالے گا اور امت محمدیہ میں محمد صاحب کا خلیفہ ہوگا۔ پس وہ اپنے حال پر نبی اور رسول ہوگا کیونکہ نبوت اور رسالت موت کے سبب سے زائل نہیں ہوتیں جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس کیسے زائل ہوں گی اس شخص سے جو کہ زندہ ہے۔ البتہ یہ بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باوجود باقی رہے نبوت کے رسول اللہ ﷺ کے امتی ہوں گے۔ جس کو ایمان کی غرض ہے اس کے لئے اسی قدر مالکی مذہب کی نقل کافی ہے اور ضدی بے ایمان کو تو دفتر بھی کم ہے۔

مذہب شافعیہ علامہ سیوطی جو کہ باوجود علم ظاہری کے علم باطنی سے بھی مشرف ہے اور مرزا غلام احمد اپنی کتابوں میں اس کا وصاف ومداح ہے، ''کتاب الاعلام'' میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے رسول اللہ ﷺ کی شرع کے ساتھ حکم کرے گا۔ اسی کے ساتھ حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور اسی کے اوپر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یحکم بشرع نبینا وورد ت به الاحادیث وانعقد علیه الاجماع۔ اسی جلال الدین سیوطی نے قیامت کے علامات میں دابۃ الارض وغیرہ علامات کو بھی ثابت کیا ہے کہ مرزائیوں کو جن باتوں کا صاف انکار ہے۔ (دیکھو رسالہ ''تیغ'' کے ص۱۴۵ کو) اسی علامہ سیوطی نے ''درمنثور'' میں حیات مسیح الی قرب القیامۃ اور نزول اسکا آسمان سے بجسدہ الترابی متعدد جگہوں میں ذکر کیا ہے کمامر اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس ...... الخ اور تیغ، ص۰۷ میں بھی ہے۔ اسی علامہ نے تفسیر درمنثور میں یہ بھی فرمایا ہے: عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ ﴿اِنِّیْ

مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ﴾ یعنی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان. اور شیخ مقدیش علی وسطی الشیخ السنوسی شافعی کی کتابوں میں جس کو ''فتاوی کاملیہ'' میں نقل کیا ہے بطور سوال وجواب کے ہے:

سوال: عیسیٰ ابن مریم جب کہ آخر زمان میں اتریں گے تو کیا حضرت کی امت میں سے ایک آدمی کی مثل ہوں گے اور مرتبہ رسالت ونبوت سے معزول ہوں گے؟

جواب: حضرت ﷺ کی امت میں سے ایک آدمی امتی کی مثل ہوں گے اس شریعت پر چلنے میں، لیکن مرتبۂ رسالت سے معزول ہونا، پس یہ ہرگز نہیں بلکہ انکا درجہ اور بھی زیادہ ہوگا پہلے سے کیونکہ رسول اللہ کے دین وشریعت کو جاری کریں گے۔ اور فتنہ وفساد جو پہلے کا موجود ہوگا دور کریں گے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام حاکم ہوگا قرآن اور سنت کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر قرآن شریف اور احادیث نبوی کی مراد واضح اور مکشوف کر دے گا۔ وہ عبارت یہ ہے: الجواب مافی حواشی شیخ مقدیش علی وسطی الشیخ السنوسی وھذا نصه قوله کواحد من امته یعنی یکون کواحد منھم فی المشی علی شریعة محمد ﷺ واما نزوله عن مرتبة الرسالة فلا بل یزیده اللّٰه تعالی رفع درجات وعلو مقامات حیث احی اللّٰه تعالیٰ به ھذا الدین فیکون عیسیٰ علیہ السلام حاکما بنصوص الکتاب والسنة ویکشف اللّٰه له الغطاء عن المراد من احکام کتاب اللّٰه وسنة رسول اللّٰه ﷺ...... الخ اور تاج الدین سبکی شافعی نے بھی عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کا اترنا آسمانوں سے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر شافعی بھی یہی مذہب رکھتے ہیں۔ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ ''المشرب الوردی فی مذہب المہدی'' میں لکھا ہے: ان الحافظ ابن حجر سئل ھل ینزل عیسیٰ علیہ السلام حافظا

للقرآن والسنة اويتلقاهما عن علماء ذالک الزمان فاجاب لم ينقل فى ذلک شیء صريح والذی يليق بمقامه علیہ السلام انه يتلقى ذلک عن رسول الله ﷺ فيحكم فى امته كما تلقاه عنه لانه فى الحقيقة خليفة عنه۔

شافعی المذہب امام یافعی کی ''روض الریاحین'' میں ہے کہ ''کس طرح خوف کروں اس امت پر کہ اول اس کے میں ہوں اور آخر اس کے عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے''۔ یہ حدیث شریف کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے اول میں میں ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو وہ میری امت کے آخر میں ہوں گے۔ پس جب کہ دو پیغمبروں کے درمیان یہ امت رہی تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا۔ ''منتخب النفائس'' شیخ عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ میں ہے کہ خوشخبری ہے امت محمد ﷺ کو کہ دونوں جلیل الشان پیغمبروں کے درمیان میں ہے اور دونوں کو برحق نبی مانتی ہے، محمد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو۔ امام فخر الدین رازی جو شافعی مذہب کا بڑا مقتداء فاضل ہے تفسیر کبیر میں جا بجا تصریح کردی کہ حضرت عیسیٰ اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر پہنچائے گئے ہیں اور قیامت کے قریب تک زندہ رہیں گے۔ وہ آسمان سے اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔ ''فتح المنان''، ص۳۴۴، جلد۲ میں ہے: وقد تواتر الاحاديث بنزول عيسى علیہ السلام جسما اوضح ذلک الشوكانی فى مؤلف مستقبل يتضمن ذكر ما ورد فى المنتظر والدجال والمسيح وغيره فى غيره وصحيح الطبری هذا القول. ووردت بذلک الاحاديث المتواترة. اے مرزائیو اس عبارت میں احادیث متواترہ کا لفظ دیکھو اور اسلام لاؤ۔

امام نووی شافعی المذہب صحیح مسلم کی جلد اخیر ص۴۳ میں نمبر۴۷ والی حدیث اور

نهاية الابل لمن رغب کی عبارت طول طویل نمبر۵ ۷ والی کو ملاحظہ کرو۔ امام اجل شیخ ابو نصر محمد بن عبدالرحمٰن ہمدانی شافعی بھی اپنی کتاب سبعیات میں اس کے قائل ہیں کہ سنیچر یعنی شنبہ کے روز اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر سے بچا کر بواسطہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آسمان پر بلالیا۔ رسالہ ''تیغ غلام گیلانی'' کے صفحہ ۸۵ میں دیکھو، مفصل مذکور ہے۔ غرض کہ سب شافعی مذہب والوں کا یہی مذہب ہے۔ کہاں تک نقل کرتے جائیں؟ ایماندار کو اسی قدر بس ہے۔

مذہب امام احمد بن حنبل صاحب کا اپنا اور ان کے تابعین کا بھی یہی مذہب ہے۔ خواجہ امام احمد کی حدیث نمبر۱۲ میں ابوہریرہ سے اور نمبر۱۳ کی اور نمبر۳۱ کی سفیان سے اور نمبر ۳۹ کی حدیث مسند امام احمد کی اور نمبر۶۱ والی حدیث امام احمد کی ابن عباس سے اور امام احمد کی ''کتاب الزهد'' کو ملاحظہ کرو۔ ابن تیمیہ حرانی نے اپنے مسائل میں لکھا ہے کہ آسمانوں پر چڑھ جانا آدمی کا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ثابت ہوگیا ہے کیونکہ وہ چڑھ گئے ہیں آسمان کی طرف اور قریب ہے کہ اتریں گے زمین کی طرف۔

اور عبارت اس مقام کی یہ ہے: وصعود الآدمی ببدنه الى السماء قد ثبت فی امر المسيح عيسىٰ ابن مريم علیہ السلام فانه صعد الى السماء وسوف ينزل الى الارض وهذا ما توافق النصارىٰ عليه المسلمين فانهم يقولون المسيح صعد الى السماء ببدنه و روحه كما يقوله المسلمون وكما اخبر به النبی ﷺ فی الاحاديث الصحيحة لكن قليلا من النصارىٰ يقولون انه صعد بعد ان صلب وانه قام من القبر وكثير من اليهود يقولون انه صلب ولم يقم من قبره واما المسلمون وكثيرمن النصارى يقولون انه لم يصلب

ولکن صعد الی السماء بلا صلب والمسلمون ومن وافقهم من النصاری
یقولون انه ینزل فی الارض قبل القیامة وان نزوله من اشراط الساعة کما
دل علی ذالک الکتاب والسنة.

تفسیر کثیر میں امام احمد کی ابن عباس سے روایت منقول ہے: وقال الامام
احمد حدثنا هاشم بن القاسم حدثنا شیبان عن عاصم لابی النجود عن ابی
رزین عن ابی یحیٰ مولیٰ بن عقیل الانصاری قال قال ابن عباس رضی الله عنه لقد
علمت آیة من القرآن ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال هو خروج عیسیٰ بن مریم
علیه السلام قبل یوم القیامة مقصودا. قال الامام احمد حدثنا روح حدثنا محمد
بن ابی حفصة عن الزهری عن حنظلة بن بجلی الاسلمی عن ابی هریرة
ان رسول الله ﷺ قال لیهلن عیسیٰ بن مریم بفج الروحاء بالحج والعمرة
اوبنیتهما جمیعا (طریق آخر) قال للامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام
انبأنا قتادة عن عبد الرحمٰن عن ابی هریرة قال النبی ﷺ الانبیاء اخوة
العلات امهاتهم شتی ودینهم واحد وانی اولی الناس بعیسیٰ ابن مریم لانه
لم یکن نبی بینی وبینه وانه نازل فاذا رایتموه فاعرفوه رجل مربوع الی
الحمرة والبیاض علیه ثوبان خضران کان راسه یقطر وان یصبه بلل فیدق
الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعوا الناس الی الاسلام ویهلک
الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ویهلک الله فی زمانه المسیح
الدجال ثم تقع الامانة علی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل والنمار مع
البقر والذئاب مع الغنم ویلعب الصبیان مع الحیات لاتضربهم فیمکث

اربعین ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون.

حدیث آخر قال الامام احمد حدثنا هشیم عن العوام بن حوشب
عن جبلة بن سحیم عن موثر بن غفارة عن ابن مسعود عن رسول الله
ﷺ قال لقیت لیلة اسری بی ابراهیم وموسیٰ عیسیٰ علیهم السلام فتذاکروا
امر الساعة فردوا امرهم الی ابرهیم فقال لاعلم لی بها فردوا امر الی
موسیٰ فقال لاعلم لی بها فردوا امرهم الی عیسیٰ فقال اما وجبتها فلا یعلم
بها احد الا الله وفیما عهد الی ربی عزوجل ان الدجال خارج ومعی قضیبان
فاذا رانی ذاب کما یذوب الرصاص قال فیهلکه الله اذا رانی حتی ان
الحجر والشجر یقول یامسلم ان تحتی کافرا فتعال فاقتله قال فیهلکهم
الله ثم ترجع الی بلادهم واوطانهم فعند ذلک یخرج یاجوج وماجوج
الی اخر. رواه ابن ماجه عن محمد بن بشار عن یزید بن هارون عن العوام
بن حوشب به نحوه.

حدیث آخر قال الامام احمد حدثنا یزید بن هارون حدثنا حماد
بن سلمة عن علی بن زید عن ابی نضرة قال اتینا عثمان بن ابی العاص فی
یوم الجمعة یہ حدیث طویل ہے آخر میں یہ عبارت ہے وینزل عیسیٰ بن مریم عند
صلوة الفجر یقول له امیرهم یا روح الله تقدم صل فیقول هذه الامة امراء
بعضهم علی بعض فیتقدم امیرهم حتی اذا قضی صلوته اخذ عیسی حربیة
فیذهب نحوالدجال فاذا راه الدجال ذاب کما یذوب الرصاص فیضع
حربته بین ثندوته فیقتله وینهزم اصحابه۔

ایک اور حدیث دراز امام احمد نے ذکر کی ہے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کے طریق سے اس میں نزول عیسیٰ علیہ السلام بعینہ نہ بمثلہ مذکور ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو جو کام ہوں گے وہ سب بیان کئے ہیں۔

حديث آخر قال الامام احمد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهرى بن عبدالله بن ثعلبة الانصارى عن عبدالله بن زيد الانصارى عن مجمع بن جارية قال سمعت رسول الله ﷺ يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب لد اوالى جانب لد. رواه احمد ايضا عن سفيان بن عيينة من حديث الليث والاوزاعى تلاشتهم عن الزهرى عن عبدالله بن عبيد الله بن ثعلبه عبدالرحمٰن بن يزيد عن مجمع بن جارية عن رسول الله ﷺ قال يقتل عيسىٰ ابن مريم الدجال بباب لد وكذا رواه الترمذى عن قتيبه عن ليث وقال هذا حديث صحيح. حديث آخر قال الامام احمد حدثنا سفيان عن فرات عن ابى الطفيل عن حذيفة بن اسيد الغفارى اشرف علينا رسول الله ﷺ من غرفته ونحن نتذاكر الساعة فقال لاتقوم الساعة حتى تروا عشر آيات طلوع الشمس من مغربها والدخان والدابة وخروج ياجوج و ماجوج ونزول عيسىٰ بن مريم والدجال وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف جزيرة العرب ونار تخرج من قعرعدن سوق اوتحشر الناس تبيت معهم حيث باتوا وتقيل معهم حيث قالوا رواه مسلم ايضاً من روايته عبد العزيز بن رفيع.

غرض کہ حیات عیسیٰ ابن مریم اور نزول ان کا بعینہ آسمان سے احادیث متواترہ

[سے] ثابت ہے وقد تواترت الاحاديث من رسول الله ﷺ انه اخبر بنزول عيسىٰ عليه السلام قبل يوم القيامة اماما عادلا (ابن کثیر)

اور حنفی مذہب کے سارے علمائے کرام کا یہی مذہب ہے عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسم [خا]کی آسمان پر ہیں اور قبل قیامت کے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ بعض کتابوں کے نام قبل اس سے مذکور ہیں اور ''رسالہ تیغ'' میں بھی ذکر کی ہیں۔ فقط ایک ''شامی'' کی عبارت ملاجی کیلئے نقل کئے دیتا ہوں کیونکہ اس نے بھی ''ہدایت المہتدی'' کے صفحہ ۳۸، شامی کی عبارت نقل کی ہے۔ جس میں اس کو کچھ فائدہ نہیں۔

درمختار میں ہے کہ امام اعظم صاحب ابوحنیفہ اتنا بڑا جلیل القدر امام ہے کہ اس کے اصحاب اور شاگردوں اور تابعین کو پروردگار نے شریعت کا حکم دیا ہے امام صاحب کے زمانے سے لے کر اس وقت ہمارے زمانے تک بلکہ عیسیٰ علیہ السلام بھی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر عمل کریں گے اور فتویٰ دیں گے۔ اس پر شامی نے فرمایا کہ یہ علامہ قہستانی صاحب جامع الرموز کی متابعت کی ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں اور یہ بات باطل ہے۔ مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب پر عمل نہ کریں گے کیونکہ وہ نبی ہو کر مجتہد کی تقلید کیسے کرے گا؟ بلکہ اپنے اجتہاد سے حکم کرے گا جو کہ قبل اترنے کے ہماری شریعت کا علم بواسطۂ وحی کے جان چکا ہوگا پہلے سے یا آسمانوں میں۔ جو کچھ ہماری شریعت محمدیہ کا علم سیکھا ہوگا اس پر عمل کریں گے اور حکم دیں گے یا قرآن شریف میں نظر کر کے حکم نکالیں گے جیسے ہمارے نبی ﷺ نکالا کرتے تھے وھذہ عبارته قوله تعالیٰ ''وقد جعل الله الحكم لاصحاب الامام الاعظم واتباعه من زمنه الى هذه الايام الى ان يحكم بمذهبه عيسىٰ عليه السلام تبع فيه القهستانى لكن لادليل فى ذلك على ان نبى الله عيسىٰ عليه السلام

يحكم بمذهب ابى حنيفة رحمة الله تعالى عليه وان كان العلماء موجودين فى زمنه فلا بد له من دليل ولهذا قال الحافظ السيوطى رسالته سماها الاعلام ماحاصله ان مايقال انه يحكم بمذهب من المذاهب الاربعة باطل لااصل له وكيف يظن بنبى انه يقلد مجتهدا مع ان المجتهد من احاد هذه الامة لايجوز له التقليد وانما يحكم بالاجتهاد اوبما كان يعلمه قبل من شريعتنا بالوحى اوبما تعلمه منها وهو فى السماء اوانه ينظر فى القرآن فيفهم منه كما كان يفهم نبينا علیہ السلام۔

شامی کا ماننا بھی ملاجی پر ضروری ہے اور پھر شامی نے نقل کیا ہے امام سیوطی سے اور وہ باقرار مرزا غلام احمد فاضل ظاہری وباطنی ہے۔ اور اس کی صفت مرزا نے جابجا ''ازالۃ الاوہام'' وغیرہ میں کی ہے کما سیاتی فیما یاتی اور یہی مذہب ہے امام صاحب اور امام ابو یوسف وامام محمد صاحب وامام زفر وحسن بن زیاد وغیرہ جمیع حضرات مجتہدین ومرجحین کا احناف میں سے جیسا کہ صدہا کتابوں میں موجود ہے۔ امام صاحب کی خود فقہ اکبر میں موجود ہے: وخروج الدجال ویاجوج ماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیامۃ علی ماوردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن۔

دیکھو فقہ اکبر وغیرہ صدہا کتابوں میں چاروں مذہب کے امام وعلماء اسی عیسیٰ بن مریم ہی کے آنے کی بشارت دے رہے ہیں۔ کسی کتاب قوی یا ضعیف میں نزول بروزی اور مثیل کا نام تک نہیں اگر سچے ہوں تو مرزائی تین سو تیرہ مل کر کسی آیت یا حدیث ضعیف ہی میں یا کسی عالم جید کے قول میں دکھادیں کہ نزول عیسیٰ بن مریم سے مراد نزول اس کے مثیل

کا ہے جو کہ غلام احمد ہے یا دوسرا کوئی۔ ہرگز قیامت تک نہ دکھا سکیں گے ہم کو مرزائیوں کا علم معلوم ہے۔ علوم آلیہ میں مہارت تو درکنار ابتدائی صرف ونحو میں نوآموز ہیں: شعر

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے — یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

قولہ: اور علاوہ ان کے اور آئمہ وعلمائے عظام بھی وفات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہوئے ہیں مثل ابن حزم وابن القیم وغیرہ وغیرہ کے۔

جواب: اول یہ کہ محض دروغ بے فروغ بکتے ہو بلکہ آئمہ اربعہ کے مسانید اور ایسے ہی ان کے مقلدین کی تصانیف میں نزول مسیح مع دیگر امور کے موجود ہے۔ جس سے صاف عیسیٰ بن مریم کا اترنا آسمان سے مذکور ہے اس کے مثیل کا تو ذکر بھی کہیں نہیں اور صحابہ کرام جیسے حضرت عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت علی وعبداللہ بن مسعود وابو ہریرہ وعبداللہ بن سلام وربیع اور انس اور کعب اور حضرت ابوبکر صدیق اور امام احمد اور ابن حبان اور بخاری وترمذی ونسائی ابوداؤد وطبرانی وعبد ابن حمید وبیہقی ومصنف ابن ابی شیبہ اور جابر وثوبان وعائشہ صدیقہ وتمیم داری اور حاکم اور ابن جریر وابن کثیر اور ابی حاتم وعبدالرزاق وقتادہ وشرح ازالہ وسعید بن منصور واسحٰق بن بشر وابن عساکر وابن ماجہ وبزاز وابن مردویہ اور ابونعیم وشیخ سیوطی وعلامہ آلوسی اور ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی اور شیخ اکبر صاحب فتوحات ومجدد وقت امام ربانی وسائر صوفیہ کرام اور ابن سیرین وغیرہ کل علماء، فقہاء واصولیین وغیرہ کا آج کے روز تک اجماع چلا آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ الاصلی لابمثیلہ آسمانوں پر اٹھائے گئے اور وہی عیسیٰ علیہ السلام مرفوع قبل از قیامت اتر کر یہود وغیرہ فرقہائے مضلہ وگمراہ کا منہ کالا کریں گے اور جن کے نصیب میں ایمان ہوگا ایمان لائیں اور اس پر کل امت مرحومہ کا اجماع ہے اور ابن حزم اور ابن قیم کا قول یموت عیسیٰ اول تو یہ کہ ان کو اجماعی عقیدہ سے خارج نہیں کرتا

کیونکہ وہ اگر چہ بنظر ظاہر آیات "توفی" وفات مسیح کے قائل ہیں۔ جیسا حاشیہ جلالین میں ہے وتمسک ابن حزم بظاھر الآیة وقال بموته مگر بلحاظ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ اور ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ اور احادیث نزول کے پھر عندالرفع حیات مسیح کے بالضرور قائل ہیں کیونکہ درصورت تسلیم "احادیث نزول" بلا تاویل بغیر اس کے کہ مسیح کو عندالرفع زندہ جانا جائے کوئی چارہ نہیں، ہاں درصورت انکار احادیث نزول یا عدم فہم معنی آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ کے بے شک عقیدۂ اجماعیہ کے برخلاف ہو سکتے ہیں۔

لہٰذا جب تک مخالف ہمارا بہ نسبت ان دونوں عالموں کے "احادیث نزول" کا انکار اپنی طرح قول بالبروز یا تصریح برفع روحانی متعلق آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کے ثابت کرے تب تک اقوال مذکورہ سے تمسک اس کو مفید نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہمارے پاس دلائل موجود ہیں جو کہ قائلین موت مسیح کو قبل از رفع مثل ابن حزم اور ابن قیم کے اجماع سے خارج نہیں ہونے دیتیں، دیکھو انہی لوگوں کی کتابوں کو اور ان کے استادوں اور شاگردوں کی کتابوں کو کہ سب کے سب "نزول من السماء" کے قائل ہیں اُس عیسیٰ بن مریم کے نہ کہ اس کے مثیل کے۔ اور دوم یہ کہ ابن حزم اگر حیات عندالرفع کا قائل نہ بھی ہو تب بھی کوئی ضرر نہیں اس واسطے کہ ابن حزم فاسد العقیدہ بدمذہب ہے اکثر علماء نے اس پر فتویٰ کفر کا دیا ہے وہ اس کا قائل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان پاک میں کسی قسم کی بے ادبی کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس کے کفر پر کل امت کا اجماع ہے سوائے ابن حزم کے۔

درمختار وغیرہ میں ہے کہ جو کوئی شخص حضرت کی شان میں بے ادبی کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے "من شک فی کفره وعذابه فقد کفر"۔ اسی

ابن حزم عدیم الحزم فاسد العزم نے کتاب "الملل والنحل" میں لکھا ہے کہ "پروردگار اپنا بیٹا اگر نہ پیدا کر سکے تو وہ عاجز ہو جائے گا"۔ اور اپنے مذہب باطل کی ترویج کیلئے "صحیح بخاری" کی مسند حدیث کو رد کر کے موضوع کہہ دیا۔ دیکھو "المطالب الولیہ" سیدنا عبدالغنی النابلسی اور ابن حجر کی "کف الرعاع" اور نووی شرح مسلم کو۔ پس ابن حزم کا تو یہ حال ہے کہ بہت سی باتوں میں اجماع کے خلاف کیا اور الگ راہ چلا۔ تیسرا یہ کہ مرزا ابن حزم سے سند تو لایا ہے مگر اس کے مذہب پر بھی قرار نہیں پکڑتا۔ کیونکہ ابن حزم نے خود معراج کی حدیث بیان کی ہے۔ جس میں کمی وبیشی نمازوں کی واقع ہے۔ (بخاری، ص ۱۷۱، ج ۲) حالانکہ مرزا اور مرزائی اس حدیث کی موضوع کہتے ہیں یہاں ابن حزم کو بھی رخصت کر گئے۔ اور ابن قیم مذہب کا حنبلی ہے اس کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں کمامر۔

اور ابن قیم کا اپنا مذہب خاص بھی یہی ہے کہ بعد چند ساعت کی موت کے زندہ ہو کے "مرفوع علی السماء" ہو گیا۔ جن جن فضلائی ہندو پنجاب نے مرزا کا رد لکھا ہے انہوں نے ابن قیم کا یہی مذہب بیان کیا ہے جیسا کہ "حجة الله البالغة" میں بھی ہے۔ خود ابن قیم کے استاد ابن تیمیہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ بن مریم زندہ آسمان پر گئے اور پھر وہی بعینہ لا بمثیلہ آئیں گے کمامر۔ ابن قیم اس قدر بڑا آدمی نہیں جو کہ اپنے امام سے ایسے اعتقادی مسئلہ میں مخالف ہو سکے اور بصورت مخالف ہونے کے بمقابلہ اس کے استاد ابن تیمیہ اور صاحب مذہب امام احمد کے اس کا قول غیر معتبر ہے اور ابن قیم بھی اکثر مسائل میں خلاف اجماع امت مرحومہ چلتا ہے مثل اپنے استاد ابن تیمیہ کے۔ چنانچہ انکے اعتقادیات سے بعض باتیں یہ ہیں خدا بر عرش نشسته وبر کرسی پائے

نهاده وکرسی ازاں آواز می کند، وطلاق حائض واقع نمی گردد.

قوله: ص۹ فی الواقع دجال ایک گروہ کا نام ہے قرآن وحدیث میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے چنانچہ ''سورۃ المومن، رکوع۶، میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ''فتح الباری'' میں ہے: وقد وقع فی تفسیر البغوی ان الدجال المذکور فی القرآن فی قوله تعالیٰ ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ان المراد بالناس هنا الدجال پس قرآن کریم میں جو لفظ ''ناس'' سے ''دجال'' مراد لیا گیا ہے یعنی ''دجال'' کی لفظ ''ناس'' کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے یہ دال ہے اس پر کہ دجال فی الواقع شخص واحد نہیں ہے بلکہ ذوافراد ہے۔ کیونکہ لفظ ''ناس'' بھی ذوافراد ہے کہ معنی اس کے مطلق آدمی کے ہیں اور حدیث میں بھی اشارہ ''دجال'' کے جمع ہونے کے طرف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ کنز العمال، جلد۷، صفحہ۱۷۴ میں ہے ''یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین'' (الحدیث) کیونکہ اس حدیث میں ''دجال'' کیلئے فعل جمع جو لفظ ''یختلون'' ہے، لایا گیا ہے۔

الجواب: اول اہل سنت وجماعت خود قائل ہیں کہ دجال معنی وصفی بھی ہے جو کہ بہت سے شریروں فسادیوں پر صادق آتا ہے اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ دجال کوئی اور شخص واحد نہیں ہے۔ لفظ کے ذوافراد ہونے سے اس امر کی نفی نہیں ہوتی کہ وہ دوسرے لحاظ سے کسی شخص خاص کا علم ہو کہ دجال نام شخصی بھی ہے اور وصف بھی ہے۔ اگر دجال سے مراد فسادی اور شریر اور بے دین لوگ ہیں تو چاہیے تھا کہ وہ لوگ مکہ معظمہ ومدینہ منورہ وبیت المقدس وکوہ طور میں داخل نہ ہوتے۔ کیونکہ احادیث میں دجال کے داخل ہونے کی ان جگہوں میں نفی آچکی ہے پس جب کہ شریر لوگ ان جگہوں میں ہر زمانے میں بکثرت رہتے

ہیں تو معلوم ہوا کہ دجال شخصی ان سے مراد نہیں اور وہی احادیث میں مراد ہے یعنی دجال شخصی جو سب دجالوں کا پیشوا اور شخص خاص ہے ان مقاموں میں داخل ہوگا اور اسی کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے اور اس آیت میں ''ناس'' بمعنی دجال ایک صفت عامہ فلا فائدة للمستدل ولا ضرر لنا. خود ہی ملاجی نے ''ہدایۃ المہتدی'' میں لکھا ہے. بحوالہ صراح، دجال نام مسیح کذاب وگروہ بزرگ دجاله مثله.

ملاجی کا حافظہ اپنے پیر کے حافظہ کی طرح نکما ہے۔ اپنی کتاب میں بھی اس کو یاد نہ رہا کہ دجال ایک شخص کا نام بھی ہے۔ دجال کے بارے میں جو جو احادیث میں سے اور ''کنز العمال'' کا حوالہ قادیانی کو کچھ مفید نہیں کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر گیا ہے اور قریب قیامت کے اترے گا دیکھو ''کنز العمال'' کو۔ اس صفحہ میں لکھتا ہے: اور بہت حدیثوں میں جو دجال کو شخص واحد سے تعبیر کی گئی ہے یہ اس اعتبار سے کہ اس گروہ کا سردار اور افسر شخص واحد ہوگا۔ اب اس عبارت میں بھی صاف اقرار ہے کہ دجال شخص واحد ہے شرارتیوں کے گروہ کا سردار۔ پس ملاجی نے بعینہ ہمارا دعویٰ مان لیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ صحابی کہتے ہیں کہ کسی نے دجال کے بارے میں مجھ سے زیادہ کر آنحضرت ﷺ سے سوال نہیں کیا اور آپ نے مجھ کو فرمایا کہ ''تجھ کو ضرر نہ دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی فرمایا حضرت نے۔ یہ حدیث بخاری ومسلم وغیرہ میں آچکی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں دجال کا چرچا بہت تھا جیسا کہ حدیث کے ٹکڑے ''انهم یقولون'' سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر دجال سے مراد شرارتی لوگ تھے تو اس کی اس قدر توضیح اور بار بار دریافت کی کیا

ضرورت تھی؟ شرارتیوں کو تو خود ہر کوئی جانتا ہے اور یہ ہر زمانے میں بکثرت ہوتے ہیں۔
عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر باری تعالیٰ کی ثنا
کہی پھر ذکر کیا دجال کو اور فرمایا: سب انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے
نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو خوف دلایا لیکن میں تم کو اس کے بارے میں ایسی بات کہوں
گا جو کسی نبی نے نہیں کہی، جان لو کہ وہ دجال کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔
(بخاری ومسلم)

ذرا ذرا بات رسول اللہ نے صحابہ کرام کو تعلیم فرمادی تھی تو اگر ''دجال'' کے معنی
میں اور ''نزول عیسیٰ'' میں کچھ اور بھی مطلب تھا جو ظاہر عبارت کے مخالف ہے تو ضرور
بیان فرماتے پس جب کہ بیان نہ فرمایا تو معلوم ہو کہ جس دجال میں نزاع ہے وہ دجال وہی
ہے جس کو عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم قتل کریں گے اور نزول عیسیٰ سے مراد نزول اسی عیسیٰ
بن مریم کا ہے نہ نزول بروزی یعنی نزول اس کے کسی ہم مثل کا۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے۔
﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ وقال اللہ تعالیٰ ﴿قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ
مُّبِیْنٌ﴾ ﴿یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَه سُبُلَ السَّلٰمِ﴾ صحیح بخاری میں ہے
اتیتکم بیضاء نقیة. یعنی میں تمہارے پاس سفید اور صاف شریعت لایا ہوں۔

صحیح مسلم میں ہے ان بعض المشرکین قالوا المسلمان لقد علمکم
نبیکم کل شی حتی الخرأة قال اجل وقال ﷺ ترکتکم علی البیضاء لیلها
کنهارها لایزیغ عنها بعدی الا هالک وقال ماترکت من شیء یقربکم الی
الجنة الا وقد حدثتکم به ولامن شیء یبعدکم عن النار الا وقد حدثتکم
عنه. یعنی بعض کافروں نے مسلمان سے کہا کہ تمہارے نبی نے تم کو سب کچھ سکھایا۔ یہاں

تک کہ بول و براز کا طریقہ بھی۔ مسلمان نے کہا کہ ہاں۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ شریعت کو
ایسا صاف تمہارے پاس میں نے چھوڑا ہے کہ اس کی رات مثل اس کے دن کے سفید ہے
اس سے کوئی کج رو نہ ہوگا مگر ہلاک ہونے والا اور جو چیز کہ تم کو جنت کی طرف قریب کرے
اور دوزخ سے دور کرے وہ میں نے نہیں چھوڑی مگر بیان کر دی ہے۔ ہاں مکاشفہ اجمالی
کے اجمال میں بعض لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔

اس کی تفصیل سنو کہ جو مکاشفہ اجمالی ہوتا ہے وہ تعبیر وتفسیر طلب ہوا کرتا ہے یعنی
پہلے بیان کی تفسیر دوبارہ ہو جایا کرتی ہے اور جو مکاشفہ تفصیلی ہوتا ہے اس میں پھر تفسیر اور تعبیر
کی ضرورت نہیں رہتی۔ حضرت ﷺ نے جو کہ مرض وبا کو بصورت عورت گرداگرد مدینہ
منورہ کے پھرتے دیکھا تھا یہ مکاشفہ اجمالی تھا کہ دیکھا تھا کچھ اور ظہور میں آیا کچھ اور۔ پس
مرزا اس اجمالی مکاشفہ پر کل مکاشفات تفصیلیہ کو قیاس کر کے تاویل کرتا جاتا ہے اور یہ
باطل ہے اور بعض جگہ امر مستبعد عقلی کو جیسے صعود علی السماء اور حیاة علی السماء
اور اختیارات دجال کو محال عقلی سمجھ کر انکار کر جاتا ہے۔ حالانکہ مستبعد عقلی ومحال عقلی میں دن
رات کا فرق ہے۔ نبی کی تعبیر میں بقاء علی الخطاء ناممکن ہے کیونکہ یہ امر نبی کی عصمت کو باطل
کر دیتا ہے۔ اب سمجھ لو کہ ''احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام وخروج دجال ومہدی مکاشفات
تفصیلیہ'' میں سے ہیں جیسا کہ بارہا ثابت ہو چکا ہے بناء علی هذا.

اگر احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام وخروج دجال مکاشفات اجمالیہ سے ہوں تو
ساری عمر باقی رہنا غلط بیانی اور ''خطاء فی التعبیر'' پر معاذاللہ آپ کی عصمت کو سخت مضر
ہوگا پس ضروری ہے کہ مکاشفات تفصیلیہ میں ذرا قدر فرق بھی نہ آئے گا۔ حضور کی پیشین
گوئیاں جواز قبیل مکاشفات تفصیلیہ کے ہیں ان کو کتب صحاح وسیر سے اگر ملاحظہ کیا جائے

تو ہو بہو بالکل جیسے حضرت فرما گئے ایسے ہی واقع ہو چکیں ہیں اس میں ہر مسلمان کو بہت پختگی اور حضرت کے فرمودہ پر بہت سخت تصدیق چاہیے ورنہ ایمان کا ایک رکن بلکہ کل ایمان جاتا رہے گا۔ ہم اہل اسلام تو ایمان رکھتے ہیں اس پر کہ جو کچھ رسول اللہ نے قرآن سے سمجھا اور بیان فرمایا اور ہمارے تک براہ اعتبار وامانت پہنچ گیا اس کو ایسے ہی ہونا ہوگا۔ اس میں سرمو بھی تفاوت نہ ہوگا۔ ہم اپنی گندی تاویلوں سے باز رہیں گے۔ جو اس وقت سے لے کر آج کے روز تک کل امت مرحومہ کا اعتقاد ہے وہی ہمارا ہے۔ ساری امت کو غلطی پر کہنے والا پختہ گمراہ ہے۔ (دیکھو حواشی شرح عقائد)

اب رسول اللہ ﷺ کی چند پیشگوئیاں تحریر کرتا ہوں۔ ام حرام صحابیہ روایت کرتی ہے کہ آنحضرت قیلولہ سے بیدار ہوئے حالت تبسم میں، میں نے تبسم کا باعث عرض کیا تو فرمایا کہ میں متعجب ہوں اپنی امت کے ایک گروہ سے جو بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار ہوں گے۔ میں نے عرض کی کہ یا حضرت دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ان لوگوں سے کرے حضرت نے فرمایا تو انہیں میں سے ہے۔ (بخاری) اور اس کا ظہور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بوقت فتح ہونے جزیرہ قبرس کے ہوا۔ ان ایام میں ام حرام عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے رسول خدا سے سنا کہ فرماتے تھے کہ میری امت سے ایک لشکر دریا کا جنگ کریگا اور ان سے جنت میں داخل ہونے کا عمل صادر ہوگا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی ان میں سے ہوں تو حضرت نے فرمایا تو ان میں سے ہے بعدہ آپ نے فرمایا میری امت سے ایک لشکر قیصر کے شہر کا جنگ کریں گے اور وہ بخشے جائیں گے میں نے عرض کی میں ان میں سے ہوں یا رسول اللہ تو حضور نے فرمایا نہ۔ (بخاری)

عن عمیر بن الاسود الحسنی حضرت عثمان کے حق میں رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا کہ کہ فلاں فتنہ میں بحالت مظلومی قتل کیا جائے گا۔ (ترمذی)

حضرت نے عثمان رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو سورہ بقر کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائے گا اور تیرے خون کا قطرہ اس آیت پر پڑے گا ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (حاکم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میرے ساتھ عہد کیا آنحضرت ﷺ نے کہ جب تک تو امیر نہ بنایا جائے گا وفات نہ پائے گا اور پھر رنگیں کی جائے گی ریش سر کے خون سے۔ (احمد)

امام حسن کی شہادت اور امام حسین کے قتل سے خبر دی اور واقعہ حرہ اور خروج عبداللہ بن زبیر اور خروج بنی مروان سے اور خلافت عباسیہ سے اور واقعہ نہرواں سے خبر دی اور وہ حدیث متواتر ہے۔ اور علی رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں بروقت معاینہ پیشین گوئی آنحضرت ﷺ کے بعینہ بغیر تفاوت سرجوئی کے فرماتے تھے کہ صدق رسول اللہ ﷺ صدق رسول اللہ ﷺ۔ (احمد)

اور خبر دی حضرت نے ترکوں کی بادشاہی سے طبرانی وابونعیم، ابن مسعود، اور ہلاکو خان کے واقعہ سے خبر فرمائی۔ (خصائص)

اور فرمایا حضرت ﷺ نے سراقہ بن مالک کو جو ایک اعرابی تھا اس کے دونوں بازو کو ملاحظہ فرما کہ گویا دیکھ رہا ہوں میں جو تو نے کنگن کسریٰ کے اور کمر بند اس کا اور تاج اس کا پہنے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر کی خلافت میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔

اور ایک یہودی کو فرمایا حضرت نے جو کہ بنو ابی الحقیق سے تھا کہ کیسا حال ہوگا تیرا جب کہ تو نکالا جائے گا خیبر سے؟ پھر اس کو عمر رضی اللہ عنہ نے نکال دیا تھا حذیفہ کہتے ہیں کہ قسم

ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی کہ رسول اللہ ﷺ نے سب مفاسد کے پیشواؤں سے دنیا کے تمام
ہونے تک خبر دی ہے اور پہنچتا ہے عددان کا جو ساتھ اس کے ہوں گے سو سے زائد کو، ان
کے نام اوران کے باپ کے نام اوران کے قبیلہ کے نام سے بھی خبر دی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)
اب غور کرو کہ ان لوگوں سے اور ان کے سوا کے صدہا پیشین گوئیاں ہیں جو مکاشفات
تفصیلیہ کی قسم سے ہیں خاص یہی زمان ومکان واسامی مراد ہیں جو احادیث میں مذکور
ہیں بعینہ نہ ان کے ہم صورت اور مثیل۔ پس حضرت عیسیٰ خبر میں اس کا مثیل کہاں سے آ گیا
ہے۔

ع بے حیاباش وہرچہ خواہی گو

خلافت عثمانیہ اگر چہ عالم مثال میں برنگ قمیص نظر آئی مگر عثمان رضی اللہ عنہ وہی عثمان
ہیں نہ کوئی دوسرا مثیل ان کا۔ غرض کہ مکاشفات تفصیلیہ میں جو لوگ بقید اپنے اسماء کے مذکور
ہیں کوئی تاویل طلب نہیں گو کہ بعض فقرات ماسواء اسماء کے جو دررنگ استعارہ ہیں اور ارادہ
معنی حقیقی وہاں پر متعذر ہے تعبیر طلب ہیں اور وقوع تاویل بعض فقرات کلام میں موجب
تاویل کل کلام کا نہیں ہوسکتا بلکہ یہ منوط بتعذر حقیقت ہے۔ لفظ **یختلون الدنیا بالدین**
کے جمع ہونے سے دجال کے ذوافراد ہونے پر دلیل پکڑنی ایسی باطل ہے جیسے کہ مولوی
امروہی نے دلیل پکڑی ہے۔ اس نے اپنی ''کتاب شمس بازغہ'' کے ص ۳۰۵ میں لکھا ہے
کہ لسان العرب میں لکھا ہے: **وقیل لانہ یغطی الارض بکثرۃ جموعہ.**

اقول: مولوی امروہی کی یہ بے فکری ہے کہ ''لانہ'' کی ضمیر کو خیال نہ کیا جس سے دجال
واحد شخصی مراد ہے اوراس کے ساتھ جماعات کے ہونے کا ہم کب انکار کرتے ہیں؟

قولہ: صفحہ ۱۰ میں حالانکہ خروج دجال کو متشابہات میں سے شمار کیا گیا ہے۔ جن کا علم بجز

باری تعالیٰ کے دوسرے کو نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ تفسیر ''معالم التنزیل'' میں محی السنہ امام بغوی
کے ہے **والمتشابہ ما استاثر اللّٰہ تعالیٰ بعلمہ لا سبیل لاحد الی علمہ نحو
الخبر عن اشراط الساعۃ وخروج الدجال** اور امام جلال الدین سیوطی نے بھی
''اتقان فی علوم القرآن'' میں ایسا ہی لکھا ہے۔ **حیث قال والمتشابہ ما استاثر اللّٰہ
بعلمہ کقیام الساعۃ وخروج الدجال.**

اقول: ان عبارتوں سے قادیانی بنگالی کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ مراد ان سے یہ ہوا کہ قیام
قیامت اور خروج دجال کا بعینہ کون سے برس، کون سے مہینے، کون سے دن میں ہوگا؟ یہ امر
متشابہات اور مغیبات سے ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نفس خروج دجال اور نفس قیام
قیامت متشابہات میں سے ہے۔ یعنی یہ مطلب کہ معلوم نہیں کہ قیام قیامت کیا چیز ہے اگر
یہ مطلب لیا جائے تو قیام قیامت یعنی قیامت کے آنے سے انکار ہوا۔ حالانکہ آیات
واحادیث واجماع امت وقیاس جمیع اماماں دین اور اعتقاد کل مومنین کے مخالف ہے اور
صاف کفر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی کی تفسیر اورمنثور کی عبارت کو دیکھو جو ہم نے اس سے
قبل لکھ دی ہے کہ کیسا صاف صاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا بیان کرتے ہیں اور دجال کا
خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اس کا مرنا بھی ذکر کیا ہے۔ **حیث قال ان الدجال
خارج ومعنی قضیبان.** اور ایسا ہی ''تفسیر اتقان'' میں ہے مگر اندھوں کو آفتاب جہاں
تاب سے کیا فائدہ ہے؟

اور اسی علامہ نے اسی درمنثور میں بھی فرمایا کہ شب معراج میں رسول اللہ
ﷺ نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی پس قیامت کا ذکر کیا سب نے ابراہیم
علیہ السلام کی طرف اس ذکر کو رد کیا انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو علم نہیں پھر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف

رد کیا تو انہوں نے کہا کہ وقوع قیامت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ فقال عیسیٰ وجبتها فلا یعلم بها احد الا الله عزوجل وفیما عهد الی ربی ان الدجال خارج ومعنی قضیبان اس عبارت میں ''وجبتها'' کا معنی ''وقوعها'' ہے۔ مراد اس سے بھی نفی تعیین یوم بالخصوص کی ہے جیسا کہ آیات صریحہ میں موجود ہے اور خود مشکوٰۃ وغیرہ صحاح کی کتب میں بکثرت وارد ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آکر رسول اللہ سے عرض کیا۔ متی الساعة قیامت کب ہوگی؟ رسول اللہ نے جواب دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ کو نہیں معلوم۔

پس اس سے مراد بھی بالخصوص تعین یوم وزمان کی نفی ہے اگر یہ مطلب نہ ہو جو ہیں اور جملہ اہل اسلام کہتے ہیں تو کل احادیث وکتب آئمہ دین اور خود امام سیوطی کی تصانیف میں ایسے تدافع اور تعارض اور تناقض ہوں گے کہ کسی مجنون کے کلام میں بھی نہ ہوں گے کیونکہ کسی جگہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اور دجال کو قتل کرنا اور قیامت کا آنا بیان کیا اور کسی جگہ ان کو متشابہات سے کہہ کر انکا انکار ثابت کر دیا نعوذ بالله منهما۔ ہم کل مسلمان اہل سنت وجماعت بلکہ شیعہ ورافضی ووہابی بھی ایمان تفصیلی میں ''آمنت بالله وملائکته وکتبه و رسله والیوم الآخر'' پڑھتے ہیں مگر قادیانی لوگ ''والیوم الآخر'' سے منکر ہیں اسی واسطے بنفس قیام قیامت کو متشابہات سے کہتے ہیں۔ مرزا نے خود ٹائٹل ''ازالۃ الاوہام'' کے صفحہ دوم میں لکھا ہے میں ایک مسلمان ہوں آمنت بالله وملائکته وکتبه ورسله وبعث بعد الموت۔ بلفظ استغفر الله بے علموں کو کیسا سخت مغالطہ واقعہ ہوا کہ جس کے سبب سے آیات بینات وہزارہا احادیث سے انکار کرنا پڑا۔

اور ایسا ہی حال ہے تفسیر معالم التنزیل کا اور امام بغوی کا اعتقاد عیسیٰ علیہ السلام کے

بارے میں اہل سنت وجماعت کی مثل ہے اس سے سند لانی مرزائیوں کو سخت مضر ہے اس نے تو ابوشریح انصاری سے ''دابۃ الارض'' کے نکلنے کا قصہ مفصل بیان کیا ہے حالانکہ مرزا ''دابۃ الارض'' سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ ''دابۃ الارض'' کوئی خاص جانور نہیں بلکہ اس زمانہ کے علماء ہوں گے جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر عزیزی اور تفسیر مظہری وابن کثیر وفتح البیان تو خود موجود ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ہر وقت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ موجود رہتا تھا یہاں تک کہ ان کے ساتھ آسمان کی طرف چلا گیا۔ وهذه عبارتهم کان معه لازما فی جمیع الاحوال حتی رفع مع عیسیٰ علیہ السلام الی السماء۔

قوله: کیونکہ اگر واقعی اسی صورت پر دجال معہود ظاہر ہو جائے تو العیاذ باللہ قرآن وحدیث کا باطل ہونا لازم آئے گا اس لئے کہ ''ام القرآن'' یعنی سورہ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مفسد ومخرب دین قوم یہود ونصاریٰ سے باہر نہیں ہوگا کیونکہ اگر ہوتا تو ضرور ام القرآن میں اس کی طرف اشارہ ہوتا ورنہ ام القرآن کا مرتبہ گھٹتا جاتا ہے۔

اقول: ملاجی کا مطلب یہ ہے کہ الحمد میں ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں اور کل مفسد ومخرب دین کے انہیں دونوں فرقوں میں سے ہوں گے حالانکہ یہ سمجھ غلط ہے کیونکہ فرقہ قادیانی وغیرہ مقلدین ومجوسی ودہریہ وقرآنیہ ونیچریہ وشمسی ورافضی وشیعہ اعلیٰ قسم کے مخرب دین ومفسدین سے ہیں حالانکہ یہود ونصاریٰ سے باہر ہیں۔ اور ''ام القرآن'' میں مذکور نہیں۔ اور صدہا احکام نماز وروزہ وزکوٰۃ و حج ومزارعت ونکاح وطلاق وبیع وعتاق وغیرہ ''ام القرآن'' میں کوئی نہیں۔ کیا اس سے ام القرآن کا مرتبہ گھٹتا جائے گا؟ یہ کیسی عندیہ باتیں ملاجی نقل کر رہا ہے۔

قولہ: صفحہ ۱۱ اور یہود سے دجال معہود کا آنا تو قولہ تعالیٰ ﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ وغیرہ سے باطل ہے۔

اقول: یہود کا خوار وذلیل ہونا جو قرآن وحدیث میں مذکور ہے اس کے ظہور کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دجال تھوڑے روز بآں کروفر خدائی دعویٰ کر کے مسیح بن مریم کے ہاتھ سے مقتول ہوگا اس کا چندروزہ شان وشوکت کتاب وسنت کی پیشین گوئی کو مضر نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ''ہمیشہ میری امت میں سے ایک جماعت حق پر ہوگی اور غالب رہے گی قیامت تک''۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ کوئی بالمقابل ان کے سر نہ اٹھائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعد تقابل کے غلبہ اہل حق ہی کو ہوگا ایسا ہی دجال بھی مسیح بن مریم کے ہاتھ سے ہلاک ہوگا جس سے اس کو اور اس کے تابعین کو بڑی ذلت ہوگی۔ جیسا کہ خود اس جواب کو ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں لکھا ہے۔ اب جو کہ بعض جگہوں میں بعض یہود ملکوں کے ولی اور رئیس ہیں نصاریٰ کہ قریب قریب تمام روئے زمین کی سلطنت کر رہے ہیں تو کیا آیات واحادیث میں جو کہ ان کی ذلت وارد ہے وہ بیجا اور غلط ہے؟ نہیں بلکہ مقصود شارع یہ ہے کہ یہ چندروزہ شان وشوکت کا کوئی اعتبار نہیں اعتبار نتیجہ اور خاتمہ کا ہے۔ **العبرة بالخواتيم۔** یہ اعتراض بھی مرزائیوں کا غلط ہوا۔

قولہ: اور تمیم داری کی روایت کے مطابق جزیرہ کے قوی ہیکل دجال کا نکل آنا بھی، صحیح مسلم وغیرہ کے سو برس والی حدیث سے باطل ٹھہرتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: **عن جابر** رضی اللہ عنہ **قال سمعت رسول الله** ﷺ **يقول قبل ان يموت بشهر تسألوني عن الساعة وانما علمها عند الله واقسم بالله ما على الارض من نفس منفوسة ياتي عليها مائة سنة وهي حية يومئذ وعن ابن مسعود لاياتي مائة سنة**

وعلى الارض نفس منفوسة اليوم. (رواہ مسلم)

الجواب ۱...... ہم نے ''رسالہ تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی'' میں خوب تحقیق سے تحریر کر دیا ہے کہ آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کی محکم ہے رفع جسمی میں، لہٰذا اہل لسان اور محاورہ داں صحابہ اور سلف سے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رفع جسمی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف ہی مروی نہیں اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ محکم ہے رفع جسمی میں تو مخصص ہوگی واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اور **مامن نفس منفوسة.** وغیرہ۔

۲...... جس وقت یہ حدیث رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر موجود نہ تھے بلکہ آسمان پر تھے پس حدیث کا حکم اس شخص کیلئے ہے جو کہ اس وقت زمین پر تھا پس ''علی الارض'' کی قید سے عیسیٰ علیہ السلام نکل گئے۔ **وهذا ظاهر جدا۔**

۳...... یہ حکم حدیث کا کلی نہیں بلکہ جزوی ہے کیونکہ اس وقت تو زمین پر خواجہ خضر اور الیاس علیہما السلام زندہ موجود تھے اور باتفاق اہل باطل واہل کشف اب تک زندہ ہیں اور اصحاب کہف جو کہ اس وقت غار میں تھے جن کو غار میں جانے کے اس وقت ۳۰۹ برس ہو چکے تھے اور اب تک ۱۳۳۰۶ اور بھی گزر چکے ہیں۔ پس ان احادیث سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ مرزائیوں کا یہ اعتراض بھی خاک میں مل گیا۔ اور صحیح مسلم کا حوالہ دینا تو تم کو کوئی مفید نہیں بلکہ وہ تو تمہارے حق میں زہر قاتل ہے۔ (دیکھو صحیح مسلم)

مطبع انصاری کے جلد اول، ص ۸۷ نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور جلد ۲، ص ۳۹۲ میں ہے کہ عیسیٰ ابن مریم دجال کو قتل کر کے لوگوں کو اس کا خون نیزہ پر دکھائیں گے

اور جلد ثانی کے صفحہ ۳۹۹ میں ہے کہ دجال کو اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کا اختیار دے کر لوگوں کی آزمائش کرے گا جیسا کہ زندہ کرنا مُردوں کا اور دوزخ و جنت اور دو نہروں کا اس کے ساتھ ہونا اور آسمان کا اس کے امر سے بارش برسانا وغیرہ وغیرہ پھر عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے اور یہ مذہب اہل سنت و جماعت اور جمیع محدثین اور فقہاء وغیرہ کا ہے اور خوارج اور جہمیہ اور بعض معتزلہ اس کے خلاف ہیں اور بوجہ یاجوج ماجوج کے حضرت عیسیٰ کا ایک جگہ میں بند ہونا۔ ص ۴۰۱ اور ص ۴۰۳ میں ہے کہ آنا عیسیٰ علیہ السلام کا اور قتل کرنا اس کا دجال کا بالکل صحیح اور حق پر ہے۔ عقل اور شرع میں اس کو کوئی شے باطل نہیں کرتی۔ ان سب میں دوسرا دجال حقیقی شخص اور واحد اسی عیسیٰ ابن مریم بعینہ کا ذکر ہے۔ مثیل عیسیٰ کا تو اشارہ قدر بھی نہیں ہے۔

قولہ: اور علاوہ ماذکر سے دجال معہود میں ایسی ایسی صفتیں بھی تسلیم کی گئیں ہیں کہ کسی نبی اور اولوالعزم میں ایسی صفتیں پائی نہیں گئیں بلکہ بعض بعض خدائی صفتیں بھی دجال میں مانی گئی ہیں مثل عالم الغیب ہونے واحیاو اماتت کے۔ پس ایسا دجال خیالی کا آنا بحکم قرآن عظیم واحادیث رسول کریم ﷺ کے یکسر باطل ہے **کما لایخفی**۔

الجواب: غیب کا علم جاننا بالذات بلاکسی ذریعہ سے اس طور پر کہ ذات عالم کی خود بخود مبدأ انکشاف ہو جائے یہ خاصہ باری تعالیٰ کا ہے اور علم غیب کا جاننا بواسطہ وحی یا الہام اور القاء فی القلب اور کشف القلوب اور بذریعہ قرائن کی یہ خاصہ خداوندی نہیں بلکہ یہ علم اس پہلے علم کا مقابل ہے یہ نیک بندوں کو چنانچہ انبیاء علیہم السلام وغیرہ بزرگان دین کو دیا گیا ہے اس کا تحقق ضرور بندوں میں ہونا چاہیے **لاقتضاء المقابلة** صدہا احادیث واقوال ومذاہب اس پر موجود ہیں کہ علم غیب بندگان خدا کو دیا گیا ہے۔ پس اس وقت دجال کو بھی

ایسا علم غیب واسطے ان بندوں کے دیا جائے گا جیسا کہ کاہنوں اور برہمنوں کو بعض امور کا علم غیب حاصل ہے بوجہ پابندی قواعد جفر ورمل کے اور بعض کو بذریعہ اخبار جن حاصل ہوتا ہے کما فی الحدیث وکتب العقائد ایسا ہی کسی مردہ کو زندہ کرنا اور زندہ کو مارنا باذن پروردگار یہ بندوں کو حاصل ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن شریف میں وارد ہے ﴿وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ...... الخ﴾ ترجمہ ”اور میں بحکم خدا مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا ہوں اور مردے زندہ کرتا ہوں اور تم کو خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں اٹھا رکھتے“۔

اور خواجہ خضر علیہ السلام نے جو کہ ایک لڑکے کو باذن پروردگار مار ڈالا تھا باشارہ اپنی انگلی کے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ﴿اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ﴾ اور اس قسم کا اختیار اماتت کا اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بہت صادر ہوا ہے اور ہوگا۔ خود امام مہدی صاحب اپنے خلافت کے وقت میں کئی مردوں کو زندہ کر کے پھر ان کو مار ڈالیں گے باذن پروردگار۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مقتول کا قاتل معلوم نہیں ہوتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ گائے ذبح کر کے اس کا کوئی اندام میت پر مارو تو میت زندہ ہو کر قاتل اپنا بتائے گا پس بنی اسرائیل نے گائے ذبح کر کے اس کی زبان یا دائیں ران اس کی یا کان اس کا یا دم اس کی مقتول پر ماری ...... الخ سورہ بقرہ میں یہ قصہ موجود ہے ﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى﴾ کو پڑھو۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں خود قرآن شریف میں موجود ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے مارا اور وہ ایک سو برس کے بعد پھر زندہ ہوا۔ ﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ

وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيِى هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْبَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾ یعنی ''جب کہ عزیر علیہ السلام ایک ویران شہر پر گذرے تو بطور استبعاد و تعجب کے کہا کہ ایسے مرے ہوئے اور ویران شہر کو اللہ تعالیٰ کیسے زندہ کرے گا پس اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ دکھانے کے لئے عزیر علیہ السلام کو سو برس تک مردہ رکھ کر زندہ کیا اور فرمایا کہ تو کتنی دیر یہاں رہا، تو عزیر علیہ السلام نے کہا کہ ایک دن یا کچھ کم، اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں تو ایک سو برس تک یہاں مرا ہوا رہا اپنے طعام اور پانی کو دیکھ کہ باوجود گذر جانے ایک سو برس کے خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ کس طرح اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہوگئی ہیں'' ......الخ

غرض کہ عزیر علیہ السلام کا گدھا بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے زندہ کیا۔ اور غلام احمد قادیانی اس آیت کی تحریف اس طور پر کرتا ہے ''ازالہ'' میں کہ ''خدائے تعالیٰ کے کرشمہ قدرت نے ایک لحہ کیلئے عزیر کو زندہ کر کے دکھلایا مگر وہ دنیا میں آنا صرف عارضی تھا اور در اصل عزیر بہشت ہی میں موجود تھا''۔ (ازالہ، صفحہ ۳۶۵) افسوس کہ مرزا نے اپنی بات بنانے کے لئے قرآن شریف کے معنی کو بگاڑا مگر کچھ نہ ہوا کیونکہ

اول تو یہ کہ آیت کے سیاق و سباق سے خود ظاہر ہے کہ عزیر علیہ السلام کی موت وحیات سے حقیقی موت وحیات پروردگار کا مقصود ہے نہ مجازی۔ سچ ہے تو دکھاؤ کہ کون سے محقق نے یہ لکھا ہے کہ فی الواقعہ عزیر دنیا میں نہ آیا تھا اور یہ حیات مجازی تھی۔

دوم یہ کہ جو بات چیت کہ اللہ تعالیٰ اور عزیر علیہ السلام کا لوگوں کے ساتھ ہوا ہے وہ ایک لحہ میں ہو جانا مستبعد خیال کیا جاتا ہے کیونکہ ''تفسیر بیضاوی'' میں ہے کہ جب عزیر نبی

اللہ زندہ ہوئے بعد ایک سو برس کے۔ لوگوں پر تورات کو لکھوایا اپنی یاد سے پس لوگ اس سے متعجب ہوئے۔

تیسرا یہ کہ مرزا تو بالکل کسی مردہ کا دنیا میں آنا نہیں مانتا حقیقی ہو یا مجازی بہت دیر تک ہو یا ایک لحہ ہو۔ پس جب کہ ایک لحہ بھر بھی بعد مرنے کے دنیا میں آنا مان لیا تو اس کا دعویٰ ٹوٹ گیا۔

چوتھا یہ کہ بہت اچھا یہ دنیا میں آنا عزیر نبی اللہ کا عارضی ہی طور پر سہی ہم بھی تو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کیلئے زندگی اور معاش کی جگہ اصلی فی الواقع زمین ہی ہے مگر وہ عارضی طور پر آسمان پر ہیں پس اس میں کیوں مرزا خفا ہوتا ہے؟ اور دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں کہ بعد ان کے مرنے کے زندہ ہونے کی صاف صریح طور پر خبر موجود ہے۔ ﴿ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ قرآن شریف میں دوسری جگہ میں پڑھو ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ﴾ نہایت صریح الفاظ سے یہ آیت بتلا رہی ہے کہ ''اے محمد ﷺ کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ ہزاروں لوگ جو کہ خوف موت کے سبب سے اپنے گھروں سے نکلے تھے پس کہا ان کو اللہ تعالیٰ نے کہ تم مر جاؤ (پس وہ مر گئے) پھر زندہ کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے''۔

تفسیر جلالین میں ہے کہ یہ لوگ بعد مرنے کے زندہ ہو کر زمانہ دراز تک دنیا میں رہے لیکن ان پر موت کا اثر باقی رہا کہ جو کپڑا وہ لوگ پہنا کرتے تھے کفن کی طرح ہو جاتا تھا اور یہ حالت ان کے تمام قبائل میں رہی۔ اور قریش کے ۲۴ سردار جو کہ بدر کے جنگ میں مار کر بدر مقام کے کنوؤں میں پھینک دیئے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے حضرت

ﷺ کی کلام ان کو تنبیہ اور افسوس کے لیے سنادی چنانچہ صحیح بخاری میں بروایت قتادہ ہے زاد البخاری "قال قتادة احیاهم الله حتی اسمعهم قوله توبیخا وتصغیرا ونقمة وحسرتا وندما" (مشکوٰۃ) غرض کہ آیت اور احادیث وقصص وروایات صحیحہ میں "موتی" کا زندہ ہونا دنیا میں بکثرت موجود ہے کہاں تک مرزائیوں کو لڑکوں کی طرح تعلیم دی جائے۔

سوال: از طرف قادیانی: وحرام علی قریة اهلکناها انهم لایرجعون. یعنی "جس بستی اور موضع کو ہم نے ہلاک کردیا ان کا دنیا میں پھر رجوع کرنا حرام ہے"۔

الجواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا بطور قاعدۂ کلیہ کے ان کی طبع کا مقتضی نہیں اور یہ امر منافی نہیں اس کے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے اعادہ اور دوبارہ دنیا میں لانے کو چاہے تو وہ نہ آسکیں بلکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اگر یہ مراد نہ ہو تو آیات واحادیث میں صاف تعارض حقیقی ہے جو کہ شارع کے عاجز ہونے پر دلالت کرتا ہے سب سے بہتر یہ ہے کہ قادیانی کی کتابوں سے جواب دیا جائے تاکہ اس کو اور اس کے اذناب کو دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہے قرآن وحدیث میں تو وہ تاویل وتحریف وانکار کرنے کے عادی ہیں۔ قادیانی نے خود "ازالہ" میں لکھا ہے المسیح کی لاش نے وہ معجزہ دکھلایا کہ اس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہوگیا...... الخ۔ اے مرزائیوں مان لو مان لو۔

تفسیر کبیر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بارہا پچاس ہزار بیمار جمع ہوتے تھے جو آنے کی طاقت رکھتا خود آتا اور جو نہ آسکتا تو عیسیٰ علیہ السلام خود اس کے پاس چلے جاتے تھے اور فقط دعا ہی کیا کرتے تھے۔ "امام کلبی" نے کہا ہے کہ "یاحی یا قیوم" کے لفظ سے مردہ کو زندہ کرلیا کرتے تھے مگر یہ شرط لیا کرتے تھے کہ بعد اچھا ہونے کے میری رسالت پر

ایمان لانا ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جو جو لوگ زندہ ہوئے ان میں سے حضرت عبداللہ بن عباس نے جن کو مرزا نے "افقہ الناس" لکھا ہے چار شخصوں کو ذکر کیا ہے (۱) عازر (۲) پیرزن کا بیٹا (۳) اور عاشر کی بیٹی (۴) اور نوح علیہ السلام کا بیٹا سام۔ سوائے سام بن نوح علیہ السلام کے سب کے سب زندہ رہے اور ان کی اولاد بھی ہوئی۔

اور سام بن نوح علیہ السلام کا قصہ یوں ہے کہ اس کی قبر پر عیسیٰ علیہ السلام آئے اور دعا کی پس وہ قبر سے نکلا اور آدھا سر اس کا سفید ہوگیا تھا بوجہ خوف قیامت کے حالانکہ اس زمانے میں لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے تھے پس انہوں نے پوچھا کہ قیامت ہوگئی ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے اسم اعظم کے ساتھ تمہارے لئے دعا کی ہے پھر ان سے مرجانے کو کہا انہوں نے کہا کہ مجھ کو مرنا قبول ہے مگر شرط یہ ہے کہ موت کی سختی میرے اوپر دوسری بار نہ ہو۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور ان پر موت کی سختی نہ ہوئی۔

(تفسیر لباب التاویل، ج۱ص۳۳۸)

قوله: مخفی نہ رہے کہ حقیقت دجال کی یہ ہے کہ دجال اصل میں شیطان لعین ہے جو کہ شر الخلائق بلکہ منبع الشرور ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کی مہلت طلب کر کے حاصل کی ہے کما قال الله تعالیٰ ﴿رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ﴾ پس بناء علیہ چونکہ یہ زمانہ ہی دجالی زمانہ ہے اس میں ہر ایک مضل خلق ومفسد دین حق اس کا مظہر ہے۔ چنانچہ مخالفین سلسلہ حقہ احمدیہ بھی خواہ مولوی ہوں یا نہ مولوی ہوں جو ناحق لوگوں کو راہ حق سے بہکاتے ہیں حصہ داروں میں سے اس کے ہیں...... الخ

الجواب: ایسی باتوں سے پورا بے علمی اور جہالت کا پتہ ملتا ہے افسوس علمیت کا یہ حال اور

تصنیف کا یہ شوق۔ جو آیت قرآنی کہ خاص ابلیس لعین کے بارے میں تھی اس کو دجال کے بارے میں نازل کر دیا اور بیچ یہ ڈالا کہ دجال اصل میں شیطان لعین ہے ہم کہتے ہیں کہ

ع کون سنے کہانی تیری اور وہ بھی زبانی تیری

کسی آیت یا صحیح حدیث خواہ ضعیف غیر موضوع خواہ موضوع سے ثابت کر دکھاؤ کہ دجال کوئی شخص خاص نہ ہوگا بلکہ یہی شیطان ہے اور یہ قیامت تک بھی ثابت نہ کر سکو گے اگر چہ اپنے ہمراہ شیطان کو بھی کر لو۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ و بیت المقدس و کوہ طور سے دجال داخل ہونے سے روکا گیا ہے اگر وہ دراصل شیطان ہی ہے تو شیطان اور شیطانی تو اعلیٰ قسم کی ان جگہوں میں ہوتی رہی اور اب بھی ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ ظاہر ہے کہ طرح بطرح کے فتنے اور فساد انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام و تابعین اور ان کے بعد کے زمانہ میں انہی جگہوں میں ہوئے ہیں۔ علمائے اہل اسلام جو مرزائیوں کو جا بجا اپنی تصانیف میں طعن و تشنیع کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم کل لوگ ان کے گمان میں شیطان اور شیطان کے حصہ داروں میں سے ہیں جیسا کہ اس برہمن بریہ کے خطیب کی عبارت میں گذرا اور اس کے سوائے باقی مرزائیوں نے بھی اپنے نبی غلام احمد کے ساتھ مل کر ہم اہل اسلام پر کفر کا حکم بارہا دیا ہے۔ اور خود ظاہر ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو کافر کہے گا وہ خود کافر ہے لہٰذا ہمارے اوپر جو کہ حکم شیطان اور دجال ہونے کا مرزائیوں نے دیا ہے وہ حکم مرزائیوں پر ہی لوٹتا ہے۔

قولہ: اکثر احادیث میں چونکہ استعارہ کے طور پر مثل کشوف و خوابوں کے دجال کو ایک قوی ہیکل شخص کی صورت میں بیان کیا گیا ہے اس لئے اکثر الفاظ پرست ظاہر بین لوگ اسی کو دلیل پکڑے ہوئے ہیں اور باوجود تفہیم کامل و تنبیہ شدید کے اس سے نہیں ٹلتے۔

الجواب: دجال کا شخص واحد قوی ہیکل ہونا از بس درست ہے ایسا ہی ہوگا یہ بیان حضرت کا آخری ہے اور مفصل ہے۔ خیال کرو کہ جب ابتداء میں حضرت ﷺ نے مکاشفہ اجمالی کے ذریعہ سے بعض علامات دجال کے بیان کئے تو ابن صیاد پر وہ باتیں مطابق پائی گئیں لہٰذا عمر ؓ نے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی مگر حضرت ﷺ نے نہ دی اور فرمایا کہ اگر دجال یہی ہے تو اسکا قاتل تو نہیں ہے۔ بغیر عیسیٰ ابن مریم کے قاتل اس کا اور کوئی نہیں اور اگر یہ ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا تم کو سزاوار نہیں۔ اس حدیث سے دجال کا شخص واحد متعین ہونا بخوبی ثابت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا تشریف لے جانا ابن صیاد کی طرف یہ دلیل ہے اس کے شخص معین ہونے کی طرف اگر دجال قوم دغاباز اور شریر سے عبارت ہوتا تو حضرت نبی ﷺ ابن صیاد کی طرف بخیال اس کے کہ شاید دجال ہو، کیوں جاتے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دجال کا قاتل سوائے عیسیٰ ابن مریم کے دوسرا کوئی نہیں اگر قتل سے مراد ظاہری قتل نہ تھا بلکہ دلائل اور بینات سے ساکت کرنا تھا تو حضرت ﷺ اس وقت عمر ؓ کو فرماتے کہ اے عمر اس کو بان سے کیوں مارتے ہو اس کو دلائل اور بیان سے ساکت کر دو کہ یہی اس کا قتل ہے۔ پس عمر ؓ کی اذن طلبی ابن صیاد کے قتل کے بارے میں اور حضرت کا اس کو روک دینا اور عمر ؓ کا باز رہنا یہ پختہ دلیل ہے طرف شخص معین ہونے دجال کے۔ چونکہ یہ اجمالی علامات دجال کی بیان کی گئیں تھیں لہٰذا بعض صحابہ پر ابتداء میں یہ امر مخفی رہا جیسا کہ ابن عمر ؓ نے کہا کہ ما اشک ان المسیح الدجال ابن صیاد اور اسی کو مرزا نے لے کر تیرہ سو برس سے اس کے مرکر مدینہ میں دفن ہونے کا اعتقاد کر لیا۔

پس خلاصہ یہ ہوا کہ مرزا ہرگز مسیح موعود نہیں کیونکہ وہ دجال شخصی کا قاتل نہیں بلکہ

حضرت عمرؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ تمہارے بعد ایک قوم آئے گی جو کہ رجم اور دجال اور شفاعت اور عذاب قبر کی منکر ہوگی۔ سبحان اللہ! مرزا وغیرہ منکروں کے بارے میں حضرت عمر کی یہ پیشین گوئی کیسے صادق ہوئی اگر دجال قوم شریر سے اشارہ ہے تو اس سے کون انکار کر سکتا ہے وہ تو ہر زمانہ میں بکثرت ہیں۔ جب بعد کو حضرت ﷺ سے پورے علامات دجال کے حضرت عمرؓ نے سنے تو ابن صیاد کے دجال نہ ہونے کا مانا اور آئندہ کو دجال کے بارے میں تاکید فرمائی اور سب صحابہ اس پر ایمان رکھتے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر جس شے کی نسبت جو خیال کرتے ہیں وہ ویسی ہی نکلتی ہے۔ قیس بن حاذق کہتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔ فقط

قولہ: صفحہ ۱۴ میں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ممدوح کا وفات پاجانا محکمات قرآن وحدیث سے کما لاینبغی ثابت ہے اور یہ بھی اپنے محل میں محکمات قرآن وحدیث سے پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ جو شخص مرجاتا ہے پھر رجوع الی الدنیا نہیں کر سکتا ہے۔

الجواب: وہ محکمات قرآن وحدیث اگر وہی ہیں جس کا سابقہ جواب ہوگیا ہے تو چشم ماروشن دل ماشاد۔ اور اگر سوائے ان کے دار العلوم قادیان میں ہیں تو لائیں تاکہ دندان شکن جواب دیا جائے۔ افسوس کہ محض خلق خدا کو دھوکہ اور گمراہ کرنا انکا مقصود ہے۔ ذرا اس پر پہلے گذر چکا ہے کہ مردے کیسے زندہ ہوتے ہیں اس کو دیکھو اور جہالت سے باز آؤ۔ محکمات میں تاویل کہاں درست ہے؟ اور آپ تو ہر جگہ تاویل کر رہے ہو۔ اور صفحہ ۱۵ و ۱۶ میں جو کہ لفظ ''نزول'' کو تختہ مشق بنایا ہے اس کا جواب سابق میں ہو چکا ہے۔

قولہ: احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام کے روایات صحیحہ میں تو ''سماء'' کا لفظ بھی عربی میں بمعنی آسمان موجود نہیں کما لایخفی۔

الجواب: متعدد احادیث میں صراحۃً ودلالۃً موجود ہے آپ کی یا کسی قادیانی کی ورق گردانی میں نہ ملا تو اس میں کسی غیر کا قصور تو نہیں مرزائیوں کی علمیت اور نظر کا قصور ہے۔ ست گرنہ بلند بروز شیدہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ۔ روی اسحق بن بشر وابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذالک ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء (الحدیث)۔ ''فقہ اکبر'' میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء میں فرماتے ہیں ساری دنیا کا مانا ہوا قطب العارفین اور خاص کر مرزا کا بڑا بھاری معتمد علیہ صوفی شیخ اکبر فتوحات میں فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فانہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الی ھذا السماء. اس سے پیشتر بھی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے فتذکرو تشکر۔ خود ''نسائی شریف'' کو دیکھو کہ حضرت ابن عباس سے حضرت عیسیٰ بن مریم کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ عن ابن عباس ان رھطا من الیھود سبوہ امر فدعا علیھم فمسخھم قردۃ وخنازیر فاجتمعت الیھود وعلی قتلہ فاخبرہ اللہ بانہ یرفعہ الی السماء ویطھرہ من محبۃ الیھود. (صحیح نسائی) اور ایسا ہی ابن ابی حاتم ابن مردویہ قال ابن عباس سیدرک الناس من اھل الکتاب عیسیٰ حین یبعث فیؤمنون بہ. (فتح البیان)

قولہ: صفحہ ۱۶ **تیسرا اشکال** یہ ہے کہ کہاں حضرت مرزا صاحب نے دجال کو قتل کیا ہے؟ کیونکہ جس گروہ کو آپ دجال قرار دیتے تھے وہ تو اب تک زندہ موجود ہے (اور وہ گروہ دجال کا انگریز لوگ اور کل روئے زمین کے مسلمان ہیں) تو حل اس کا یہ ہے کہ قتل دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو معروف ہے کہ کسی حربہ سے جسمانی قتل کرنا ہے اور دوسری قسم قتلکبینہ

وبرھان کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''سورۂ انفال'' میں ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ اور یہ قسم ثانی قتل دفعہ فساد دینی کیلئے کامل تر ہے قسم اول سے۔ کیونکہ قسم اول میں ممکن ہے کہ مفسدوں کو قتل کرڈالنے کے بعد انکی اولاد یا دوسرے ہم مشرب لوگ انکا دوسرے وقت فساد نہ مچادیں مگر قسم ثانی میں کبھی سر اٹھانے کا مجال باقی نہیں رہتا کما لایخفی۔

الجواب: مولوی محمد حسین ہندوستانی باشندہ بالدہ امروہہ کا جو کہ کچھ روز بطمع مبلغ ۵۰ روپیہ ماہوار کے مرزائی ہوا تھا اور مرزا کی تائید میں اس نے کتاب ''شمس بازغہ'' لکھی تھی پھر جب ماہانہ مرزا سے بند ہوگیا تو اس نے اعتقاد مرزائیت کو سلام کردیا اس نے ''شمس بازغہ'' کے صفحہ ۹۵ میں یہلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام کے متعلق لکھا ہے کہ یہ جملہ بھی دلیل ہے جہاد برہان پر کما قال اللہ تعالیٰ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ اسی طرح جملۂ یہلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال سے معنی مذکور مراد ہے۔ انتہی مختصرا

اقول: عبارت ویہلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال سے ہلاک بالحربہ ہی مراد ہے جیسے کہ ان جملہ احادیث صحیحہ سے جنگ بآلات اور قتل کرنا دجال کو نیزہ سے مقصود ہے وہ اس بارے میں بکثرت آچکی ہیں اور جملہ ویہلک اللہ...... الخ کو قیاس کرنا آیت مذکورہ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ...... الخ﴾ پر کس قدر جہالت وغباوت ہے کیونکہ ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ جس جگہ کسی کو ہلاک کرنا دلیل اور برہان اور حجت سے مقصود ہوتا ہے اس جگہ اس کی تصریح ضروری ہے چنانچہ آیت مذکورہ میں لفظ ﴿عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ موجود ہے اور جیسا کہ سورۃ الحاقہ میں ﴿هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ﴾

اسی واسطے جب کہ ابطال اور اہلاک بآلات حرب وعذاب ظاہری مراد ہے وہاں پر بینۃ اور حجت کا ذکر نہیں ہے چنانچہ آیت ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ﴾ ﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا﴾ ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ﴾ اور ان کی مثل دوسری آیات میں ''الحمد'' سے لے کر ''والناس'' تک سارا قرآن دیکھ لو کہ جس جگہ ہلاک کرنا دلیل اور حجت سے مراد ہو وہاں پر اس کی تصریح ہوگی اور جس جگہ اہلاک بآلات عذاب ظاہر چشم دید اور ہلاک بمعنی موت ظاہری ہو وہاں اس کی تصریح ضروری نہیں، کہیں ہوگی، کہیں نہیں ہوگی۔ امثال مذکورہ بالا میں نہیں اور امثال مذکورہ تحت میں ہے ﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ (اور قتل بالدلیل کا قوی ہونا قتل بالحربہ سے اس وجہ سے کہ قسم ثانی میں کبھی بھی سر اٹھانے کا مجال باقی نہیں رہتا محل نظر ہے) بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلے لوگ اگر کسی دلیل کا جواب نہیں دے سکتے تو بعد کے لوگ اسکا جواب دینے پر خوب قادر ہوا کرتے ہیں جیسا کہ مناظرات وعلوم آلیہ وفلسفیہ میں ناظر ذہین پر یہ امر روشن ہے۔

قولہ: فی الجملہ اسی قتل دجال کا یہ اثر ہے کہ احمدیوں سے مباحثہ کرنے کی جرأت اب دجال کے گروہ نہیں پاتے ناچار حیلہ وحوالہ کرکے پسپا ہوتے ہیں...... الخ

الجواب: اس جگہ پھر روئے زمین کے علماء جملہ اہل اسلام کو اس قادیانی دجال بطال نے گروہ دجال سے شمار کردیا مگر وجہ یہ ہے کہ خود گروہ دجال میں سے ہے۔ پس ناچار اس کے دل سے زبان پہ یہی بات آتی ہے۔ شعر

می ترا درچہ کنم آنچ در آوند دل است

قولہ: لفظ مہدی یہ معنی ہے کہ لفظ مہدی اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں ہدایت پایا

ہوا اس سے ایسا شخص مراد ہے جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پا کر دوسرے بندگان خدا کی ہدایت کرنے کے لئے مامور ہو کر مبعوث ہوا ہے اور ’’ابونعیم‘‘ کی ایک روایت اسی طرح مروی ہے۔ عن ابن عمران قال محمدبن الحنفية المهدی من يهدی. ويصلح به الناس كما يقال الرجل الصالح واذاكان الرجل صالحا قيل له المهدی. پس اس روایت کے مطابق تو ہر رجل صالح مہدی کہلانے کا مستحق ہے کما لایخفی۔

الجواب ۱: اس سے تو فقط ’’مہدی‘‘ کی تشریح کردی ہے اس عبارت میں یہ کہیں نہیں کہ مہدی کوئی شخص خاص اپنی صفات مذکورہ کے ساتھ نہ ہوگا اب اگر کوئی لفظ ’’محمد‘‘ کا معنی اس طور پر کرے کہ صیغہ اسم مفعول کا ہے باب تفعیل سے معنی اس کا صفت کیا ہوا۔ پس جو کوئی صفت کردہ شدہ ہو وہی محمد ہے تو کیا اس سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود باجود کی نفی ہو جائے گی؟ اسمائے محصنہ میں مناسبت وضعی مقصود ہوا کرتی ہے نہ معنی وصفی۔

(دیکھو مطول اور طول کو)

۲..... کیا رجل صالح امام مہدی سے تعبیر نہیں ہو سکتا کہ امام مہدی معہود مرد صالح نہ ہوگا اگر کسی روایت میں باسم مہدی تعبیر نہ ہو اور باقی روایات میں متعدد جگہوں میں ہو تو کیا نقصان ہے۔ ایک واقعہ میں مجمل پر مفصل قاضی ہوتا ہے مجمل کو بھی اسی مفصل پر حمل کیا جاتا ہے۔ اور روایت بالمعنی میں خاص لفظ کا ترک کرنا کوئی معیوب نہیں ہوتا عالم اصول حدیث پر مخفی نہیں۔ ملاجی نے ابونعیم سے بے فہم وعقل حوالہ دے دیا۔ دیکھو میں اسی ابونعیم سے حیات عیسوی ثابت کرتا ہوں۔ ۳۸ نمبر کی حدیث میں گذر چکا ہے کہ ابونعیم نے ’’کتاب الفتن‘‘ میں ابن عباس کی حدیث نقل کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بقرب قیامت نازل ہو کر حضرت

شعیب علیہ السلام کے خاندان میں شادی کریں گے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی سسرال ہے اور ان کی اولاد ہوگی حالانکہ وہ خاندان جذامی اور کوڑھا ہوگا اور رسول اللہ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ دیکھو اس کو ’’رسالہ تیغ غلام گیلانی‘‘ کے صفحہ ۶۹ وصفحہ ۱۱۰ میں اور ایسا ہی ابونعیم نے ’’حلیہ‘‘ میں بھی لکھا ہے۔

اسی ابونعیم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ’’جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو امام مہدی علیہ السلام لوگوں کے سرداران سے کہیں گے کہ آئیے اور امامت کیجئے تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ خبردار ہو جاؤ کہ تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے سردار ہو اس امت کی کرامت کے سبب سے یعنی تمہارے اوپر دوسرا آدمی سرداری اور پیشوائی نہیں کر سکتا‘‘۔ اسی ابونعیم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ’’کہ جس وقت تم دیکھو کہ ملک خراسان سے کالے جھنڈے اور نشان ظاہر ہوئے ہیں تو تم آؤ ان نشانوں میں اگرچہ گھٹنوں کے زور پر، کیونکہ وہ نشان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی کے ہوں گے۔ نعیم‘‘۔

اور اسی ابونعیم نے اس گاؤں کا نام کریمہ لکھا ہے۔ جس سے کہ امام مہدی پیدا ہوں گے اسی ابونعیم نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ امام مہدی کے ہمراہ ایک فرشتہ آواز کرے گا کہ یہ مہدی ہیں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں ان کی متابعت کرو..... الخ کل قادیانوں پر فرض ہے کہ ابونعیم کو مان کر عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے زندہ رہنے کے قائل ہو جائیں۔

قولہ: اور جائے ظہور امام مہدی موعود کے بارے میں اگرچہ علماء کے مختلف اقوال ہیں مگر ایک روایت صریح اس طرح مروی ہے کہ يخرج المهدی من قرية يقال لها كدعه اور بعض کتب میں کرعہ لکھا ہوا ہے۔ بہرکیف یہ قریب قریب ’’قادیان یا کادیان یا قادی‘‘ کے ہے جو اس ملک کے لوگ مختلف طور پر بولا کرتے ہیں اور اس قدر فرق پڑ جانا نام میں

اہل انصاف کے نزدیک کچھ انکار واستعجاب کے موجب نہیں ہوسکتا...... الخ (ص ۱۸)

الجواب: یہ سب غلط ہے مرزا نے خود ''ازالہ اوہام'' میں یہ مضمون لکھا ہے کہ موضع قادیان کا نام دراصل قادیان نہ تھا بلکہ مرزا کے مورث اعلیٰ مسمی قاضی ماجھی نے اس کو آباد کیا اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اور اس کا نام ''اسلام پور قاضی ماجھی'' رکھا۔ جب اس موضع کے باشندے شریر ہوگئے تو اسلام پور جاتا رہا محض قاضیان رہ گیا۔ تلفظ عوام میں ضاد کو دال سے مناسبت صوتی ہوتی ہے قاضیان کا قادیان ہوگیا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ قصبہ قادیان مدت چارسو سال سے آباد ہے قبل اس کے آباد نہ تھا۔ پس ظاہر ہوا کہ ظہور وتولد امام مہدی صاحب کی حدیث کو موضع قادیان سے کوئی لگاؤ نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف کو ۱۳۳۶ برس ہوئے اور قادیان اس وقت معدوم تھا اب چارسو سال سے آباد ہے اور مرزا تو کہتا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے (''انا انزلناه قریبا من القادیان''. ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ، مدینہ، قادیان) پھر قادیان کو کدعہ سے بنانے کی کون سی ضرورت رہ گئی ہے اور ماشاء اللہ اس کے موضع کا نام بھی خوب ہے کہ فرار اور بزدلی کا معنی دیتا ہے۔

قاموس میں ہے کہ قادی بمعنی جلدی کنندہ یا جنگل سے آنے والا قادیان قادی کی جمع ہے۔ اور قادیانی اسی کی طرف منسوب ہے اس مناسبت سے ہر بھگوڑے جنگلی کا نام ''قادیانی'' ہوا۔ اور اصل حدیث میں لفظ کدعہ کا ک۔ د۔ ع۔ ہ ہرگز ثابت نہیں یہ مرزا کا محض دھوکہ ہے اور اگر کہیں ہو بھی تو کاتب کی غلطی ہے۔ اور صحیح لفظ ''کرعہ'' ہے بجائے دال مہملہ کے راء مہملہ ہے اور ابونعیم نے اس موضع کا نام کریمہ لکھا ہے مگر صحیح کرعہ ہے۔ پس مرزائیوں کا یہ سوال بھی خاک میں مل گیا۔ بڑا افسوس ہے کہ لفظوں کو سوچ سوچ کر کیسے مکر

وحیلہ کے بیان نکالتے ہیں۔ یہ بیان مفصل رسالہ ''تیغ گیلانی'' میں دیکھو۔

قولہ: اور جس حدیث سے امام مہدی کو نکالا ہے اس حدیث میں مہدی کا لفظ بھی نہیں چہ جائے کہ مہدی آخر زمان کی تعیین ہو بلکہ اس حدیث میں فقط ''رجل'' کا لفظ واقع ہے جس کے معنی ایک مرد کے ہیں فقط انکل سے اس کو امام مہدی آخر زمان پر لگایا گیا ہے۔

الجواب: یہ حدیث ترمذی، ابوداؤد نے رسول اللہ سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ نے دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ مالک نہ ہولے عرب کا ایک مرد میری اہل بیت سے اس کا نام میرا نام ہوگا اور عدل سے زمین کو پر کردے گا۔ چونکہ اور احادیث میں ایسے اوصاف کے ذکر کے بعد لفظ مہدی کی تصریح بھی ہے لہٰذا یہ مجمل اس مفصل کا عین ہوگا اور تصریح لفظ مہدی کی دیکھو تو وہ بھی بکثرت وارد ہے۔ چنانچہ ابوعمر دارانی اور ام شریک کی روایت میں اور نیز ابوامامہ باہلی کی حدیث مرفوع میں جس کو ابن ماجہ اور دیانی وابن خزیمہ وابوعوانہ وحاکم نے اپنی اپنی ''صحاح'' میں اور ابونعیم نے ''حلیہ'' میں بیان کیا ہے اور ایسا ہی حدیث ابن سیرین کی مصنف ابن ابی شیبہ میں اور ''حدیث کعب'' کی مطول ان سب میں امامت مہدی کی تصریح ہے۔ آخر تمہارے نزدیک بھی وجود مہدی آخر زمان کا کسی صحیح حدیث ہی سے تو ثابت ہوگا پھر معلوم نہیں کہ تم کو اس میں لفظ ''رجل'' سے کیوں شک ہوگیا وشاک فی انه شاک۔

قولہ: اور پھر لفظ مہدی کا عدد، لفظ ہند کا عدد ایک ہی ہے یعنی (۵۹) اور لفظ پنجاب چونکہ اصل میں پنج آب تھا اور الف ممدودہ حقیقت میں دو الف ہے۔ اس اعتبار سے اگر لفظ پنجاب میں دو الف پکڑا جائے تو لفظ پنجاب کا عدد (۵۹) ہوتا ہے اور کسی سابق زمانے میں قادیان کا نام قاضی ماجھی تھا اس کے ماجھی کے لفظ کے بھی یہی عدد ہوتے ہیں یعنی (۵۹)

پس اصل لحاظ سے جائے ظہور امام کا مالک ہند میں سے سرزمین پنجاب اور اس میں سے خاص قادیان متعین ہو جاتا ہے کما لا یخفی۔

الجواب: الفاظ کے اعداد سے مرزا کو امام مہدی بنانا بازیچہ اطفال ہے آیت وحدیث وفقہ وتفاسیر سے تو نا امید تھے لہٰذا ابجد خوان ہوئے ہم اگر چاہیں تو بدکار اور کفار کے نام اور ان کے مواضع کے نام کے اعداد (۵۹) نکال دیں گے تو اس سے کیا ہوگا؟

قولہ: امام مہدی کے بارے میں سب علامتیں چار قسم کی ہیں: ایک قسم وہ ہیں کہ بطور غلط فہمی کے لکھے گئے ہیں یہ سب بالکل غلط ہیں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور دجال خیالی کا نکلنا اور امام مہدی کا ظاہر ہو کر جبراً کافروں کو مسلمان کرنا اور جو مسلمان نہ ہوئے ان کو قتل کر ڈالنا یہاں تک کہ سوائے مسلمان کے کوئی کافر بھی دنیا میں باقی نہ رہے گا اور اس کا بطلان بھی آیات بینات قرآن کریم سے ظاہر ہے جیسا کہ سورہ مائدہ میں ہے ﴿فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ظاہر ہے کہ قیامت کے روز تک عداوت اور بغض یہود ونصاریٰ کے درمیان میں رہنا ان دونوں قوموں کے، قیامت تک رہنے کا موجب ہے اور ایسا ہی دوسری آیات بھی اس پر دال ہیں اور جبراً کافروں کو مسلمان کرنا اور جو مسلمان نہ ہوئے اس کو قتل کر ڈالنا بھی قولہ تعالیٰ ﴿لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ وقوله تعالى حكاية عن عيسى عليه السلام ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا﴾ وغیرہ وغیرہ سے باطل ہے۔

الجواب: ارے بدنصیب توبہ کر کیا کہتا ہے حدیث وفقہ اماموں کی بیان کی ہوئی علامتوں کو باطل غلط کہتے ہو اللہ کا خوف کرو کیا ساری دنیا کے علماء غلط ہوئے اور خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام بھی غلط ہو گئے؟ فقط آپ اور آپ کا نبی غلام احمد راہ راست پر ہے مگر قلم اور کاغذ

آپ کے ہاتھ میں ہے اور زبان آپ کے منہ میں ہے جو دل چاہتا ہے کہتے ہو اور لکھتے ہو افسوس مرزا نے بھی ''ازالہ'' کے صفحہ ۶۲۶ میں لکھا ہے کہ چار سو نبی کو وحی شیطانی ہوئی اور وہ جھوٹے نکلے۔

اب آپ خود ہی ایمان سے کہو کہ یہ قول کفر کا ہے یا نہیں؟ جب مسلمانوں کو غلبہ ہو تو کفار کو جبراً مسلمان کرنا یا جزیہ لینا اور نہ قتل کرنا درست بلکہ عبادت ہے اس وقت تو لیا نہ جائے گا کیونکہ مال بہت ہوگا لہٰذا جبریہ اسلام ورنہ قتل ہوگا۔ دیکھو کتب احادیث وکتب سیر کو اور یہ جبر اور شقاوت نہیں بلکہ عدل وسعادت ہے پس آیت ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ﴾ کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور آپ کو ﴿لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ یاد ہے مگر ﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ﴾ کو نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قتل کرو کفار کو جس جگہ کہ تم پاؤ ان کو۔ کیا آیت آپ جانتے ہیں یا نہیں۔ شعر

فان كنت لاتدرى فتلك مصيبة وان كنت تدرى فالمصيبة اعظم

اور آیت ﴿فَاَغْرَيْنَا...... الخ﴾ میں ﴿اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ کنایہ ہے طول زماں سے كما لايخفى على طلبة العلم چنانچہ ﴿مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ میں اہل تفسیر نے لکھا ہے جیسے کہ حدیث بعثت انا والساعة كهاتين وضم السبابة والوسطى اشارہ ہے بطرف قرب قیامت اور اس کی مجاورت کے اور قرینہ اس پر بھی احادیث صحیحہ متواترۃ المعنی ہیں جو بارہا گذر چکی ہیں اور ایک فریق کا غلبہ بوجہ کمال جب ہی ہے کہ دوسرا فریق مقابل اس کا بالکل تابع ہو جائے خود آیۃ کریمہ میں ہے ﴿وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ اور باری تعالیٰ کے قول ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ...... الخ﴾ کو مطالعہ کرو۔

قوله: اور مہدی کے بارے میں جتنی پیشگوئیاں آنحضرت ﷺ کی احادیث مرویہ میں مذکور ہیں یہ سب بھی دال اس پر ہیں کہ مہدی اس امت میں متعدد ہیں کیونکہ صفات متضادہ مہدی آئے ہیں اور ایک شخص کا ان سب کے ساتھ موصوف ہونا ناممکن ہے۔ مثلاً کسی روایت میں ہے کہ مہدی بنی فاطمہ سے ہوگا۔ کسی روایت میں ہے کہ مہدی بنی العباس سے ہوگا۔ کسی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی بنی امیہ سے ہے۔ پس تینوں صفتوں کے ساتھ ایک شخص کیونکر موصوف ہوسکتا ہے۔ (انتہی،ص۲۱)

الجواب: بے شک مہدی بمعنی ہدایت یافتہ شدہ یعنی صفت عامہ بے حساب سے اس امت میں لاکھوں کروڑوں ہیں جو کوئی دین واسلام پر چلے وہی مہدی ہے مگر مہدی معہود جس کا نام ہے اور ہم جس کا انتظار کر رہے ہیں وہ ایک ہی ہے اور آپ جو لفظ ناممکن بولتے ہیں میں آپ کو ممکن ثابت کرے دیتا ہوں۔ کیا خرابی ہے کہ اگر تینوں قبیلے بنی امیہ وبنی العباس وبنی فاطمہ کے بسبب خویشی وقرابت کے ملتے ملتے اس وقت ایک ہو جائیں اور فی الواقع ہوگا بھی ایسا ہی۔ **ان شاء الله تعالی كما فی التطبيق.**

دوسرا جواب: یہ ہے کہ مہدی کا ہونا بنی فاطمہ سے اخبار متواترۃ المعنی سے ثابت ہے اور ہونا اس کا بنی عباس سے یا یہ حدیث کہ **لامهدی الا عيسیٰ** ضعیف ہے، غیر مسموع ہے۔ **قال الطبرانی مرفوعا قالوا لفاطمة نبينا خير الانبياء وهو ابوک وشهيدنا خير الشهداء وهوعم ابيک حمزة وعمنا من له جناحان يطيربهما فی الجنة حيث شاء وهو ابن عم ابيک جعفر ومنا سبطا هذه الامة الحسن والحسين وهما ابناک ومنا المهدی وفيه اخبار كثيرة متواترة المعنی واماكونه من العباسين اوخبر لا مهدی الاعيسیٰ ابن مريم**

ضعیف لایسمع (نظم الفرائد) کیا نہیں دیکھتے ہو کہ رسول اللہ کو مکی، مدنی، ہاشمی، قریشی، عربی، ابطحی وغیرہ اوصاف سے متصف کیا جاتا ہے اور وہ تو ناممکن نہیں پس یہ کیوں ناممکن ہوا۔ اب قادیانی کے ہاتھ میں سوائے تعجب کے اور کچھ نہ رہے گا اور حیران ہو جائے گا۔ **فبهت الذی كفر** مہدی موعود خلیفہ برحق کا وجود باجود تو متواتر الثبوت ہے۔

اس سے جو منکر ہوگا وہ پورا اندھا ہے **واما وجود الامام المهدی الخليفة الحق متفق عليه تواترت به الاخبار اخرجها احمد والخمسة والحاكم ونعيم بن حماد وابونعيم والرويانی والطبرانی وابن حبان عن جماعة من الصحابة بطرق كثيرة.**

قوله: اور ایک روایت میں وارد ہے اس طرح "**لن تهلک امة انافی اولها وعيسیٰ ابن مريم فی آخرها والمهدی فی اوسطها** اس سے ظاہر ہے کہ اوسط زمانے میں ایک مہدی ہوگا غیر مہدی آخر زمان کے...... الخ۔

الجواب: یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ غیر مہدی آخر زماں کے ہوگا اور متعین نہ کیا کہ وہ کون سا مہدی تھا کہ جس کے بارے میں حدیث میں پیشگوئی وارد ہے؟ الحمدللہ کہ اس حدیث سے ہمارا سراسر فائدہ ہے کیونکہ واقعی ایسا ہوگا کہ اول امام مہدی صاحب پیدا ہو کر بہت دنوں تک لوگوں کو ہدایت کرے گا اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے آسمان سے تھوڑے دن باہم دونوں مل کر خلق خدا کو ہدایت کریں گے کہ امام مہدی صاحب فوت ہو جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستقبل کا بندوبست فرمائیں گے۔ پس مہدی کا وسط ہونا اس طور پر سے وسط حقیقی مراد نہیں ورنہ دلیل سے ثابت کرو اور ایک ضروری عرض ہے کہ یہ روایت جب کہ مرزائی نے اپنی کتاب میں لکھی ہے تو ضرور صحیح ہوگی کیونکہ وہ اپنے گمان

میں سب کچھ صحیح لکھتا ہے اس حدیث میں عیسیٰ بن مریم بعینہ کا آخر امت محمدیہ میں ہونا مذکور
ہے۔اور کسی مثیل کا ذکر بھی نہیں، تا کہ مرزا تاویل کر کے اپنے آپ کو مثیل عیسیٰ کر کے اپنے
اوپر اس حدیث کو لگاتے مشہور بات یہ ہے کہ جو کوئی امر حق کا دشمن اور اس سے منکر ہوتا ہے
کبھی سہو ونسیان وخطاء سے بلا اختیار وہ بات حق اسکے منہ پر آ ہی جاتی ہے۔عرصہ پچاس
سال سے مرزا اور مرزائی عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کا انکار کر رہے تھے اور یہی حدیث علماء دین
ان کے آگے پیش کرتے رہتے مگر اس میں بہت تاویلیں کرتے رہے اب اس مردود (رد
کی ہوئی) حدیث کو خود مقبول کر لیا اور مدت العمر کی کمائی اپنے پیغمبر اور اس کے کلمہ گوؤں کی
برباد کر دی کیونکہ امت محمدیہ کے آخر میں ہونا عیسیٰ بن مریم کا مان لیا۔

برہمن بڑیہ کے خطیب کے مرزائی ہونے اور برائے نام اِدھر اُدھر سے کچھ رکیک
پیختہ عبارات جمع کر کے رسالہ لکھنے سے تو سارے مرزائی لاحول پڑھتے ہوں گے کہ مرزا وہی
مہدی جس کی مدح اس حدیث میں آئی ہے تو ضرور اس کے بعد عیسیٰ بن مریم آنا چاہئے۔
تا کہ یہ مہدی وسط میں رہے حالانکہ یہ مرزا کے دعوی کے خلاف ہے اور اگر مہدی آخر زمان
بنتا ہے جو کہ عیسیٰ اور مہدی دونوں قادیانی کے گمان میں ایک ہیں تو اس مہدی کی وصف کوئی
نہیں۔وصف والا وہ کہ جو حضرت عیسیٰ سے اول ہوگا ظہور میں پس مرزا نہ مہدی موعود ہوا، نہ
عیسیٰ، نہ مثیل عیسیٰ۔ کیونکہ وہ دونوں کا جامع بنتا ہے حالانکہ دونوں میں غیریت اور تقدم
وتاخر پایا گیا اسی حدیث کے رو سے جس کو قادیانی نے مان لیا ہے۔ اور اگر مافات کے
تدارک کے لئے عیسیٰ بن مریم سے مثیل اس کا لیتا ہے تو مہدی اور محمد ﷺ سے کیوں ان کا
مثیل نہیں لیتا نیز واضح ہو کہ اصول ثلثہ یعنی قرآن وحدیث واجماع میں تعارض واختلاف
حقیقی ہرگز ممکن نہیں پس جب کہ احادیث صحیحہ متواترۃ المعنی اور اجماع امت مرحومہ اس عیسیٰ

ابن مریم کے رجوع پر صراحۃً ناطق ہیں تو آیۃ قرآنیہ کا معنی بھی وہی صحیح ہوگا جو کہ سنت اور
اجماع کے مخالف نہ ہو جبکہ یہی اعتقاد کل متقدمین کا ہے۔

پس اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اخبار نزول عیسیٰ علیہ السلام اور خروج دجال
وظہور مہدی کی ظاہر المعنی وصریح المراد ہیں، تاویل اس میں مردود ہے اور ضرور مرزائی اور ان
کے نبی نے ان احادیث کو صحیح الثبوت ومسلم المراد جان کر تاویل کی ہے اور حضرت ﷺ کے
معانی مراد کو پس پشت ڈالا لہٰذا تاویل ان کی مردود ہے ثبوت اس کا یہ ہے کہ ''امروہی'' کی
عبارت منقولہ ذیل سے صاف ثابت ہوتا ہے ''کہ احادیث نزول ورجوع اور اقوال مفسرین
جن سے حیات ورجوع عیسیٰ بن مریم پر استدلال کیا گیا ہے قائل کی مراد وہی معنی ہے جس کو
ہم چھوڑ کر تاویلی معنی لیتے ہیں اور اس تاویل کرنے میں ہم مجبور ہیں۔ کیونکہ یہ احادیث
دلائل قطعیہ کے معارض ہیں''۔ (دیکھو امروہی مرزائی کے شمس بازغہ کے صفحہ ۸۷ کو)

قوله ۴: پھر مرزا صاحب کا سرصدی میں ظاہر ہونا خصوصاً ایسے سرصدی جس میں میدان
بالکل خالی ہے۔ دوسرا کوئی شریک وسہیم نہیں پایا گیا...... الخ

الجواب: ملاجی کا مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب مجدد دین کا ہے کیونکہ وہ تیرہویں صدی
کے سر پر ظاہر ہوا ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے بلکہ ظہور اور دعویٰ مہدی موعود ہونے کا
چودہویں صدی کے اندر کا ہے۔ ۱۸۸۲ء میں ہوا ہے اور مجدد کا نشان پیدائش سرصدی ہے،
نہ ظہور۔ دیکھو اپنے استاد عبدالحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مجموعہ فتاویٰ۔

قوله: پھر ان کے وقت میں خسوف وکسوف رمضان شریف کے چاند ہونا پھر ستارہ
ذوالسنین اور ستارہ دنبالہ دار کا طلوع کرنا...... الخ

الجواب: دروغ بے فروغ ہے اب تک یہ واقع نہیں ہوا۔ بار ہا علماء ہند وپنجاب نے اس

کی تردید کردی ہے اور مرزا اثبات خسوف وکسوف سے عاجز ہوکر خسف ومسخ ہوگیا اور ستارہ دنبالہ دار کا واقع تین بار ہوگا، دو بار ہوا ہے ابھی تیسری بار نہیں ہوا۔ (دیکھو مکتوبات امام ربانی جلد الف ثانی کو)۔ صدہا علامات امام مہدی کی باقی ہیں مثلاً:

۱.....قریب ظہور مہدی کے دریائے فرات کھل جائے گا اور اس میں سے ایک سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔

۲.....آسمان سے ندا ہوگی **الا ان الحق فی ال محمد** اے لوگو حق آل محمد میں ہے امام مہدی کی شناخت کی علامتیں ان کے پاس رسول اللہ کا کرتہ وتیغ وعلم ہوگا۔ یہ نشان بعد حضرت ﷺ کے کبھی نہ نکلا ہوگا اور اس نشان پر لکھا ہوگا ''**البیعة للہ**'' بیعت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔

۳..... امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کرے گا اس کے اندر سے آواز ہوگا **ھذا المھدی خلیفة اللہ فاتبعوہ**۔ یہ مہدی خلیفہ ہے اللہ تعالیٰ کا اس کی متابعت کرو۔

۴.....ایک خشک شاخ زمین میں لگائیں گے اور وہ ہری ہوجائے گی اور اس میں پتے اور میوہ آئے گا۔

۵.....دریا ان کے لئے اس طرح پھٹ جائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے لئے پھٹ گیا تھا

تنبیہ: امام مہدی موعود کا آنا مستقل طور پر ایسا معروف اور ثابت ہے کہ بعض علماء متقدمین نے انجیل وتورات وزبور وکتب ہند سے اس کو مفصل بیان کیا ہے باوجودیکہ ان کتابوں کے اندر بہت ہی تبدل وتغیر واقع ہوچکا ہے اور کتب ہنود وغیرہ بے دینوں پر اگرچہ کوئی اعتبار نہیں مگر تاہم اس امر میں وہ بھی متحد اور موافق ہیں کہ اپنے زمانہ آئندہ میں ایک شخص معین امام مہدی کے نام پر پیدا ہوگا جس کی اوصاف ایسی ویسی ہوں گی۔ لہٰذا بقدر حاجت محض

تائید اور تاکید کے لئے نقل کرتا ہوں۔

بشارت اول: حضرت اشعیاء پیغمبر علیہ السلام نے اپنی کتاب میں ۲۶ و۲۷ سیمان میں فرمایا ہے ''**بیوم محھویو ھشیر ھر بیرص یھودا عیر عاز لانو بشوع عاع حوموت واصل**'' خلاصہ معنی اس پاسوق کا ساتھ مابعد کے پاسوقوں کے یہ ہے کہ اس روز یہودا کی زمین یعنی بیت المقدس میں اس کی صفت اور ستائش کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ یہ وہ ہے کہ ہماری شفاعت کرے گا اور قلعوں کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے نیک کاروں کے داخل ہونے کے لئے۔ **بخو متخنا نوء لاتی یقومیم تنصوا ورننی شوخقا فار کی تل اوروں ملئکا داراص وفاھیم مثیل** یعنی زندہ ہوں گے مردے اور ان کی وصف کریں گے تو وہ خاک جوان کے سبب سے آباد ہوں گے اور اس کا ارشاد نور اور دین ہوگا۔ اور سب ملتوں کو راہ حق پر ہدایت کرے گا اور تلوار سے بدلہ لے گا لیویا تان سے۔ اور ''لیویا تان'' کا معنی جرانیم نصرانی نے عبرانی اسماء کی فہرست میں اجماع لکھا ہے۔ اور حلیف یعنی باہم عہد وپیمان کرنے والے لوگ یعنی اس وقت جس قدر لوگ دین کے مخالف ان سے اگرچہ جماعات ہوں گی ان سے شمشیر کے ساتھ بدلہ لے گا۔ سیمان ۳۲ میں **لعن لصدق املح بلح اول صادیم ولیش باد یاسوریم** خلاصہ معنی اس کا یہ کہ بالکل ہر کام میں شریعت محمد کے موافق بادشاہی کرے گا سب کی آنکھیں حق بین اور کان حق سننے والے اور دل لوگوں کے عالم اور گنگ لوگوں کی زبانیں فصیح ہوجائیں گے جاہل کو کوئی پیشوا اور منافق کو بزرگ نہ جانے گا، ظالموں سے بدلہ لے گا ایمان اس کا کمر بند اور عدالت اس کی میان بند ہوگی۔ اس کے وقت میں گرگ اور بکری کا بچہ ایک جگہ میں رہیں گے اور بزغالہ یعنی بکری کا بچہ ایک مقام میں چریں گے۔ گوسالہ اور بکری وشیر ایک جگہ ہوں گے گوسالہ اور ریچھ اور شیر اور مادہ گاؤ ایک جگہ کھائیں

گے اور طفل شیر خوارہ سانپ کی سوراخ میں ہاتھ ڈالے گا اور اس کو نہ کاٹے گا اور یہی رسول اللہ آخر زمان محمد ﷺ کی دختر کا فرزند دلبند محمد مہدی ہوگا۔ ایسا ہی سیماں ۴۲ و ۴۹ میں بھی مذکور ہے۔

بشارت دوم: از کتاب جاماسپ حضرت پیغمبر آخر زمان کو دختر کا فرزند بحکم یزدان حضرت ﷺ کا جانشین ہوگا اور اس کی حکومت قیامت تک جائے گی اور اس کی بادشاہی کے بعد دنیا برطرف ہو جائے گی زمین و آسمان اس کے مددگار ہوں گے اور بڑا دیو اللہ تعالیٰ کا بندہ عاصی گرفتار ہو کر اس وقت قتل کیا جائے گا۔ (یعنی دجال کو اس زمانے میں قتل کیا جائے گا)۔ اور ''سمندع'' اور ''قرج'' اور ''عبائل'' اور ''قنفد'' جو کہ رئیس دجال کے ہوں گے محبوس ہوں گے۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف پکارے گا اور اسی کا مذہب رواج پائے گا اور اس کی خدمت میں آئیں گے بسروسروش و آسمان کہ عبارت ہے میکائیل و جبرئیل و عزرائیل سے اور نازل ہوگا بہرام فرشتہ جو کہ موکل مسافروں کا ہے اور فرخ زاد موکل زمین کا اور فرشتہ جیلوں اور بھیڑوں کا اور آذر ہر ماہ کے اول روز کا ملک اور سب واذرکتب موکل آتش کا اور رواں بخش کہ روح القدس ہے اور زندہ کرے گا بہت سے نیک و بد لوگ اور بعض پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت سے اس کے وقت میں زندہ ہوں گے۔

چنانچہ ملکان پدر خواجہ خضر اور حضرت مہر اس پدر الیاس علیہم السلام اور نقوماجس پدر (جس کو لقوماجس کہتے ہیں) ارسطالیس (ارسفاف لیس بھی کہتے ہیں) اور آصف بن برخیا وزیر جو سب کہ سلیمان ہے اور ارسطوی ماقدونی اور سام بن بنوافریدوں کہ نوح ہے اور سمہوں عابد اور سولان اور شادل اور حضرت شمول اور میخا اور بخدقل اور سینیا اور حضرت شیعیا اور جباول و حوقون و زخریا پیغمبران اسرائیلیاں اور زندہ ہوگا غابر بن صالح اور حاضر ہوگا اس کے پاس سیمرغ۔ اور بدکار لوگوں سے زندہ کرے گا سوریوں کو جو کہ نمرود ہے اور ریح و قرع

کو جو کہ فرعون اور قارون ہیں اور ہامان فرعون کے وزیر کو اور اس کو زندہ دار پر کھینچ دے گا اور دماوند کے چاہ سے باہر نکالے گا ضحاک علوایزاد کو اور اس کو ظلموں کا دفتری کرے گا اور جلا دے گا بخت نصر کو کہ جس نے وشخت یعنی بیت المقدس کو خراب کیا تھا اور زندہ کریگا شمو کو اور پہلوپ کو اور قتل کر دے گا اور زندہ کرے گا سدوم یعنی لوط کے شہر کے قاضی کو اور اسقف ترسایان کے قاضی کو اور ذویاغ اہرمن کو جو کہ بانی عمل قوم لوط کا تھا اور زروون کو جو کہ اکابر فرس سے ہے اور شیذرنگ اور صائب کو کہ جس نے ستارہ پرستی کو نکالا تھا اور قتل کریگا اور زندہ کرے گا کیوت کو اور سب کو جلا کر سہ بارہ زندہ کر دے گا اور اپنی قوم کے فتنہ گر بادشاہوں کو قتل کرے گا اور زندہ کرے گا رستم بن زال اور کیخسرو کو اور نام اس کا بادشاہ بہرام مہدی موعود اولاد ختر شاہ مخلوقات سے ہوگا جس کا نام ''سین'' ہے (اور سین رسول ﷺ کا نام ہے) بلغت پہلوی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ''یٰسین'' مذکور ہے اور ظہور اس کا آخر دنیا میں ہوگا۔[1] عمر اس کی مثل سات کرگس کے ہوگی اور جب مہدی خروج کرے گا رسول اللہ کے زمانے سے لے کر اس وقت تک (۳۰) تیس[2] قرن گذرے ہوں گے۔ تازی لوگ فارسیوں پر غلبہ کریں گے اور ان کے شہر لے لیں گے اور ردرو یعنی دجال کو قتل کرے گا اور وہ دجال اندھا ہوگا، گدھے پر سوار ہوگا، خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اس کے قتل میں امام مہدی مصاحب ہوگا حضرت عیسیٰ کا قسطنطنیہ اور ہندوستان کو زیر قبضہ کر کے اسلام کے نشان اس میں قائم کر دے گا اور سرخ عصا موسوی اور انگشتری سلیمان کی اس کے پاس ہوگی اور یہ بہرام یعنی امام مہدی موعود اولاد مکرم درمان سے یعنی ابراہیم سے ہوگا اور وہ اس وقت ہوگا انروکشب یعنی بڑا خدا پرست داتا بکب بزرگ دکپادنہ یعنی شکوہ ہوگا اور عرب داد وباء وزنجہ

[1] یہ مخالف و کتب اسلامیہ کے کیونکہ ان کی عمر اس قدر نہ ہوگی۔ صفت کرگس کی عمر بہت بڑی ہوتی ہے۔ ۱۲ منہ

[2] امام حسن کے نزدیک قرن دس سال ہے اور قتادہ کے نزدیک ستر سال ہے، مکفی نے ۴۰ سال اور زرارہ بن ابی اوفی نے ۱۲۰ سال اور عبد الملک بن امیہ نے ایک سو سال کہے ہیں۔ (شرح مسلم) ۱۲ منہ

وافریقہ ومقدونیہ دارالملک فیلقوس سے لیکر بحر اقصانوس تک کہ آخر دنیا ہے خیمہ گاڑے گا اور سب جہاں میں ایک دین اسلام کر دے گا اور کیش کبری اور اوشتی ترے گا اور مہدی مغرب سے واپس آکر ظلمات میں داخل ہو جائے گا اور جزیرہ نسناس کو خراب کرے گا اور صاحب بوق یعنی اسرافیل اسکے پاس آئے گا تمام ہوا کلام جاماسپ کا۔

بشارت سوم: سیف الامہ بشارت چہارم، بشارت پنجم

(*** اصل نسخہ میں یہاں سے کچھ عبارت غیر واضح ہے)

***...... ....مولد اس کی شہر کیلواس ہے وہ کہتا ہے کہ دولت دنیا کی سید الخلایق محمد ﷺ کے فرزند پر تمام ہوگی جو کہ کشن بزرگوار ہوگا اس کا حکم پہاڑوں کے سرے پر جاری ہوگا مشرق ومغرب میں۔ وہ ابر پر سوار ہوگا اور فرشتے اس کے آگے کام کریں گے اور حکومت اس کو سوداآن خط استواء سے عرض تسعین خط قلب شمالی اور ماورائی اقلیم ہفتم وباغ ارم کل بسیط زمین پر ہوگی اور دین مسلمانی کا دین ہو جائے گا۔

بشارت ششم: کتاب ''ناسک'' میں ہے جو کہ کفار ہندوستان میں صاحب شریعت کا ہوا ہے کہ دنیا ایسے بادشاہ پر تمام ہوگی جو کہ آدم اور ملائکہ کا پیشوا ہوگا اور نبی آخر زمان کی اولاد سے ہوگا اور جو کچھ مال و دنیا دریاؤں اور پہاڑوں اور زمینوں کے اندر ہوگا پوشیدہ، وہ سب کو نکالے گا نام اس کا بہرام محمد مہدی ہوگا۔

بشارت ہفتم: ماہی شودنے جو کہ ہندوستان کے کفار میں صاحب شریعت کا ہوا ہے۔ اپنی کتاب ''وید'' میں جس کو ہندو ''آسمانی کتاب'' کہتے ہیں، دنیا کی خرابی میں بیان کیا ہے کہ ''آخر زمانے میں ایک بادشاہ ہوگا کہ امام خلائق ہوگا۔ سب جہاں کو دین مسلمانی میں لائے گا اور سب مومن وکافر اس کو شناخت کرلیں گے وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے طلب کرے گا اس کو

دے گا اور وہ شاہ بہرام مہدی آخر زمان ہوگا''۔

بشارت ہشتم: رشن کی کتاب جس کا نام ''حوک'' ہے اس میں لکھا ہے کہ دنیا کا انجام اس شخص پر ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھے گا، اس کا خاص بندہ ہوگا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا رستہ بتائے گا اور لوگوں کو زندہ کرے گا بحکم جائن یعنی خداوند تعالیٰ، نام اس کا محمد مہدی ہوگا اور تبہ کاروں کو بھی زندہ کرے گا جنہوں نے دین اسلام میں نئی باتیں ناجائز نکالیں تھیں ان کو جلادے گا اور دنیا کو نیا کردے گا۔ وصدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک قمر دولت اس کی ہوگی۔ (انتہی)۔ ہر لفظ دوسرے کی طرف مضاف ہے۔

بشارت نہم: وہ پاسوق ہے جو کہ حضرت یحییٰ اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی پاراس میں تورات شریف سے منقول ہے اور وہ حکایت ہے اس بات کی جس کو حضرت یعقوب نے بروقت رحلت کے اپنے قبیلہ یہودا سے فرمایا تھا وہ عبارت یہ ہے۔ لویا صور شئت می یہودا اوم جوقق می بن رقلاوعد کی یابو شیلو ولو بقهت عمیم۔ یعنی بادشاہی کا تاج قبیلہ یہود سے اور لباس امامت ان کے مونڈھوں سے نہ گرے گا، کہیں نہ کہیں فی الجملہ ان کی شوکت باقی رہے گی، مگر جب کہ وہ شخص آخر زمان ہوگا جس پر دنیا تمام ہو جائے گی۔ اس سے امام مہدی کا بیان پایا جاتا ہے کما لا یخفی۔

بشارت دہم: وہ پاسوق ہیں جو کہ اشعیاء کی کتاب کے ۴۲ سیماں میں موجود ہیں ھا ری شوتوت هينه بابو وحد اشوت انی مکید بیشرم بتسمخنا اشمیع اوخم ابه انشا قدار یاردنوشیرو کدونائی شیر حاراش نصیلا تویقصها رص یورد هیام ایم لو ایم دیوش وهم میسئیو مدبر وعارا وحصریم

تشوقیدار یار ونویو شوسلع مروش هاریم ایضوحو یاسیمولد وناهی کاورادت هی لاتوبا ای ایم یکید اله واریم عیتیم ولوء یم ناسوقی احوریور شی بوشد هبوتهیم هپاسل هااوم ریم لیخا اتم الوهنو یعنی ای طایفہ مابعد والوں کا آتا ہے اور ان سے آگے میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مداح و وصاف ہوں گے اور ان کے زمانے میں زمین کے کل اطراف میں دریاؤں، جزیروں، بیابانوں، شہروں، مکانوں میں دین اسلام پھیل جائے گا۔ پس شرمندہ ہوگی وہ جماعت جو کہ بت پرستی کرتی تھی اور بتوں کو کہتی تھی کہ تم ہمارے خدا ہو۔ پس اس وقت کل عزت اللہ ہی کے واسطے ہوگی اور ہر جگہ میں تسبیح الٰہی ظاہر ہوگی۔

اقول: امام مہدی کا نام اگرچہ ان عبارتوں میں ظاہر نہیں، مگر وہی مراد ہے کہ ایمان تمام زمین شوراہ و شیریں پر اسی وقت پر منحصر ہے باتفاق احادیث صحیحہ۔

بشارت یازدہم: حضرت یوئیل نبی کی کتاب میں مذکور ہے جو کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہے اس عبارت کا اول یہ ہے "وهابی مهر قد شواتر کزوکل لومیوهارص کیا یوم ارتی ناقی کا دویوم خوتیخ اراف لایوم عافار لاوعرافل" خلاصہ معنی ان فقرات کا یہ ہے کہ صدا بلند ہوگی کوہ مقدس میں جب کہ ایک بندہ نیک آئے گا اور تیرگی و تاریکی کل دنیا سے دور ہوگی اس کے آگے آگ جلانے والی ہوگی اور پیچھے اس کے شعلہ فروزاں ہوگا کلیے دینوں کا سب صفایا کردے گا اور کل دین اسلام کے دین ہوجائیں گے اور عدل اپنی انتہا کو پہنچے گا۔ اور حضرت ''حزقیل'' کی کتاب میں ایسا ہی مذکور ہے کہ جس کو فرنگی لوگ زکیال اور انز کیا کہتے ہیں اور سکیاس نبی کی کتاب میں بھی ایسا ہی وارد ہے جس کو نصاریٰ اپنے اولوالعزم پیغمبروں سے جانتے ہیں۔ اور از دراس نبی کی کتاب میں محمد مہدی

کی تصریح ہے اور ''ملاجی'' کی کتاب کے تیسویں سیماں میں ایسا ہی ہے اور آٹھویں سیماں عاموس کی کتاب میں حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت آخر زمان امام مہدی دونوں کے آنے کا ذکر ہے۔ صحیفہ نعمان بن عباس میں امام مہدی کا ذکر واضح ہے سوائے ان کتابوں کے اور کتب ہنود و نصاریٰ و یہود میں بھی یہ مذکور ہے۔ اور یہ کتب مذکور ہندوستان کے ملک میں تلاش کرنے سے ملتی ہیں جس کو میرے بیان میں شک ہو وہ دیکھ سکتا ہے۔

قولہ: چنانچہ ''حجج الکرامہ'' میں ہے: قولی از سلف در محمد بن عبد اللہ محض ملقب به نفس ذکیه دعوی مهدویت کرده بود (انتہی)

الجواب: ملاجی کا مقصود اس سے یہ ہے کہ ابوداؤد کی حدیث جس پر صادق آتی ہے وہ امام مہدی تو گذر چکا ہے اور مہدی آخر زمان سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ میں کہتا ہوں جب کہ مصداق حدیث جو امام مہدی ہے وہ گذر گیا تو اب آخر زمان کا مہدی کون ہوگا؟ جو ہوگا وہ ہر گز موعود اور معہود نہ ہوگا معہود وہی ہوگا جس پر علامت حدیث شریف صادق آتے ہیں۔ اب میں بھی اس ''حجج الکرامہ'' سے تحریر کرتا ہوں کہ امام مہدی آخر زمان باقی ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک آسمان سے نہیں اترے حجج الکرامہ کے صفحہ ۳۴۲ پر یہ حدیث منقول ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم نازل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے اور کتاب اللہ اور میری سنت پر عمل کریں گے پھر موت پائیں گے۔ مسلمان لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جس کا نام مقعد ہوگا، خلیفہ بنائیں گے اور بعض کتابوں میں ہے کہ ان کی جگہ پر ایک شخص جہجاہ نام کا ملک یمن کا رہنے والا اٹھے گا اور وہ قبیلہ قحطان سے ہوگا سو اس میں تطبیق یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہوں گے دونوں قبیلہ سے اس کو نسبت ہوگی یا دونوں جدا جدا ہیں اور یکے بعد دیگرے ہوں گے اور ہر

ایک کا زمانہ چونکہ تھوڑا گذرے گا لہٰذا کسی ملک میں ایک کی شہرت ہوگی کسی میں دوسرے کی یا دونوں معاً ہوں گے مگر ایک تابع ہوگا دوسرا متبوع ہوگا۔ (تطبیق) جب وہ بھی مرجائے گا تو اس کی وفات کے بعد بیس سال پورے نہ ہوئے ہوں گے کہ لوگوں کے سینہ سے قرآن شریف اٹھایا جائے گا۔ (رواہ ابوالشیخ عن ابی ہریرہ مرفوعا)۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مرزا ہرگز مسیح موعود نہیں۔

قولہ: مخفی نہ رہے کہ حدیث مذکور ''یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی'' برابر ہوگا نام اس کا میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر۔ کے ایک معنی غامض اور بھی ہیں جو عوام کالانعام تو کیا ہیں خواص کالعوام کے فہم سے بھی بہت دور ہیں اور وہ یہ ہیں کہ حدیث مذکور میں اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ امام مہدی آخر زمان بروز ہوں گے حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے اور کوئی جداگانہ انسان نہیں ہوں گے۔ گویا کہ حضرت ﷺ کی بعثت ثانی ہوگی جیسا کہ آیت ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ سے پایا جاتا ہے اس تقدیر میں حدیث مذکور اس امام مہدی آخر زمان ہی کی صفت ہوتی ہے اور اس صورت میں بعض کتب ورسائل میں جو لکھا ہے کہ مہدی کی ماں کا نام آمنہ ہوگا یہ بھی صادق آتا ہے۔ اگرچہ روایات صحاح میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جیسا باعتبار مثل مسیح اسرائیل ہونے کے مہدی آخر زمان کا نام عیسیٰ بن مریم ہوا اسی طرح بروز خاتم النّبیین ﷺ ہونے کی وجہ سے ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوا۔ **فافھم و تدبر فانہ دقیق جدا۔**

اقول: اس عبارت کا خلاصہ عام فہم مطلب یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد میں دوقسم کی صفت ہیں ایک ایسی کہ اس کے سبب سے حضرت محمد صاحب کا بروز یعنی ظہور دوسری بار ہوا گویا امام

مہدی کچھ نہیں خود حضرت محمد صاحب ہی دوبارہ ظاہر ہوئے۔ دوسری صفت وہ کہ اُس کے سبب سے عیسیٰ بن مریم کا مثیل ہوا تو مرزا صاحب کے اندر حضرت محمد صاحب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کا ظہور ہوا اور مرزا حضرت محمد صاحب کا ہم مثل بھی ہے اور عیسیٰ ابن مریم کا بھی۔ پس مرزا اور کوئی شی وانسان جداگانہ نہیں ہے انہیں دونوں پیغمبروں کے اوصاف وارواح کا مجموعہ ہے یعنی دونوں کی روحیں اس ایک جسم مرزا میں ظاہر ہوئی ہیں اور یہ دونوں پیغمبر دنیا میں دوبارہ مرزا غلام احمد کے قالب میں ظاہر ہوئے۔

ثم اقول: اول یہ کہ سب باتیں تمہارے پیر کی بناوٹیں ہیں اور تم نے وہی نقل کردیں اس سے ہمیشہ علماء کا مطالبہ کرنا کہ ان کو کسی آیت یا صحیح حدیث سے ثابت کرو، مگر وہ تو اپنی دلیل کو ثابت نہ کرسکے اور افسوس سے ہاتھ ملتے ملتے قبر میں چلے گئے۔ اب آپ اور کل مرزائی عام وخاص ثابت کردیں، بلکہ قیامت تک ثابت نہ ہوگا، ہاں اگر یہ شریعت الٹی ہوجائے تو اس وقت ثابت ہوجائے کہ محمد ﷺ صاحب اور عیسیٰ بن مریم کا دنیا میں ظہور دوبارہ بجسم مرزا غلام احمد ہوا ہے۔

دوسرا یہ کہ اگر یہی درست ہے تو مثیل عیسیٰ بن مریم کا دعویٰ کرنے کا کیا فائدہ؟ مثیل حضرت محمد ﷺ صاحب کا دعویٰ کیا ہوتا جو کہ خاتم النّبیین ہیں۔ حالانکہ یہ کہیں بھی مرزا نے نہ کہا کہ میں مثیل محمد صاحب ہوں مگر بعد اعتراض وارد ہونے کے کہیں کہیں لکھ مارا۔

تیسرا یہ کہ تم تو مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا ہرگز مانتے ہی نہ تھے اصلی صورت میں ہو یا کہ بروزی صورت میں ہو۔ برزو کے ماننے پر تمہارا دعویٰ سہ پایہ جاتا رہا۔

چوتھا یہ کہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہوگیا، یہ تو ہندوؤں کا مذہب ہوگیا کہ وہ حشر اجساد اور قیامت کے منکر ہوگئے اور یہ کہتے ہیں کہ ایک میت کی روح دوسرے بدن میں ہوکر ظاہر

ہوتی ہے حالانکہ یہ مذہب باتفاق کل اہل اسلام باطل ہے۔

تفصیل معنی بروز کی یہ ہے کہ اہل کمون وبروز کی اصطلاح میں بروز اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کامل کی روح دوسرے شخص مبروز فیہ میں بصفات خود ظہور کرے۔ چنانچہ امام مجدد الف ثانی رحمہ اللہ دوسری جلد مکتوبات کے صفحہ ۵۸ میں فرماتے ہیں کہ ”در بروز تعلق نفس به بدن از برائے حصول حیات نیست که این مستلزم تناسخ است بلکه مقصود ازیں تعلق حصول کمالات است مرآن بدن را چنانچه جنی بفرد انسانی تعلق پیدا کند ودرشخص او بروز نماید ومشائخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون وبروز هم لب نمی کشانید. ونزد این فقیر قول بنقل روح از قول بتناسخ هم ساقط ترست زیرا که بعد حصول کمال نقل ببدن ثانی برائے چه بود وایضا در نقل روح اما تت بدن اول است واحیاء بدن ثانی. افسوس این قسم بطالان خود را بمسند شیخی گرفته اند ومقتدائ اهل اسلام گشته اند ضلوا فاضلوا“۔ اور مرزا نے اپنی کتاب ”ایام الصلح“ کے صفحہ ۱۱۸ پر کتاب ”اقتباس الانوار“ کا حوالہ دے کر ذکر بروز کیا ہے۔ مگر یہ بھی لوگوں کو دھوکہ دیا اور کہا کہ ”لامھدی الاعیسیٰ ابن مریم“ یعنی مہدی کوئی نہیں مگر وہی عیسیٰ ابن مریم یعنی روح عیسوی مہدی آخرالزمان میں جو کہ میں غلام احمد ہوں متصرف ہوئی ہے اور مصنف ”اقتباس الانوار“ کو جو صابری خاندان کے ہیں اکابر صوفیہ سے لکھتے ہیں۔ اسی ایام الصلح کے اسی صفحہ ۱۸۰ میں ہے کہ از اکابر صوفیه متاخرین بوده.

مگر مرزا اس کو نہیں دیکھتا کہ بعد نقل کرنے قول بروز کے خود ہی وہ شیخ محمد اکبر

صابری صاحب ”اقتباس الانوار“ میں فرماتے ہیں: واین مقدمه بغایت ضعیف است اور اسی اقتباس کے صفحہ ۴۳ میں فرماتے ہیں: واین روایت هو قول کسی را که میگوید مهدی همیں عیسیٰ علیه السلام است وتمسک کند بایں حدیث که لامهدی الاعیسی ابن مریم. وجواب ایں حدیث حمل است بر حذف لامهدی بعد المهدی المشهور الذی هو من اولاد محمد ﷺ وعلی الاعیسیٰ علیه السلام انتهی۔ یعنی مہدی مشہور کے بعد جو کہ رسول اللہ کی اولاد سے ہوگا دوسرا کوئی کامل مہدی نہیں مگر حضرت عیسیٰ علیه السلام۔ اس ”اقتباس الانوار“ کی عبارت سے مرزا کا دعویٰ بروز اور تمسک بحدیث لامھدی الا عیسیٰ بن مریم سے باطل ہوگیا جیسا کہ اس کا دعویٰ بروز کا مکتوبات کی عبارت سے بھی باطل ہوا۔ اور بروز کے دونوں معنی میں سے مرزا اول کا معتقد ہے جو کہ مستلزم تناسخ کو ہے اور وہ باتفاق باطل ہے اور اس کے اعتقاد کا ثبوت اس عبارت سے ہے جو کہ مرزا نے اپنی کتاب ”ست بچن“ کے صفحہ ۸۴ میں یہ شعر لکھا ہے۔ شعر

ہفصد وہفتاد قالب دیدہ ام   بارہا چوں سبز ہا رویدہ ام

پس معلوم ہوا کہ مرزا کا اعتقاد تناسخ کا ہے اور یہ کفار کا اعتقاد ہے مگر کوئی قباحت نہیں کیونکہ مرزا جی مہاراج، کرشنی، اوتار بھی تو تھے۔ جیسا کہ ”کلمہ فضل رحمانی“ سے تیغ، ص ۵۰ میں ہے۔ اور اگر بروز کا دوسرا معنی لیتا ہے تو بھی مردود ہے کما مر۔ واین قول بغایت ضعیف است. غرض کہ مرزا کا مثیل عیسی ومثیل محمد ﷺ ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا، بطلان اس کا ثابت ہے۔

ثم اقول: علامہ سیوطی کی تفسیر ”درمنثور“ میں یہ حدیث ہے ”قال رسول الله علیه السلام

للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة" پہلے بھی یہ حدیث ذکر ہو چکی ہے یعنی حضرت ﷺ نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "محقق ہے یہ بات کہ عیسیٰ نہیں مرا اور یہ بھی محقق ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔"

سوال: از طرف مرزائی ممکن ہے کہ لفظ راجع سے مراد عیسیٰ کا رجوع بروزی طور پر بصورت قادیانی ہو۔

جواب: ایک جواب تو سابق میں چند وجوہ ہو چکا ہے۔ ثانیاً سنو مرزا چونکہ بروز عیسوی بروز محمدی دونوں کا مدعی تھا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت ﷺ عیسوی رجوع سے بصورت قادیانی احادیث متواترہ میں خبر دیتے ہیں۔ جیسا کہ یہ زعم اور گمان بالکل قادیانی کا ہے اور خود حضرت محمد ﷺ اپنے رجوع بروزی یعنی دوبارہ دنیا میں بصورت غلام احمد قادیانی ہو کر آنے سے ایک حدیث میں بھی اعلام نہیں فرماتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رجوع بروزی مراد نہیں بلکہ رجوع بعینہ عیسیٰ علیہ السلام کا مراد ہے۔

سوال: بروز سے مراد یہ ہے کہ روح قادیانی روح عیسوی سے مستفیض ہوتا ہے۔

جواب: قادیانی اور اس کے اذناب کہیں بھی یہ مراد نہیں لیتے بلکہ وہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ روح محمدی ﷺ و روح عیسوی علیہ السلام دونوں مرزا کے اندر آ رہی ہیں۔ کما مر مرارا۔ اور اگر مان بھی لیں کہ مرزا اس بروز سے یہ مراد لیتا ہے تو بھی یہ مراد نامراد ہے اور اس پر دعویٰ مثلیت کا خرط القتاد ہے کما لایخفی۔ کیونکہ یہ استفاضہ تو مرزا قادیانی کے بغیر بہت سے لوگوں کو حاصل ہوا ہے چنانچہ حضرت شیخ اکبر "فتوحات" میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم ہمارا پہلا شیخ ہے اور اس کے ہاتھ پر ہم نے توجہ کی اور ہمارے حال پر ان کی بڑی عنایت ہے۔ کماقال وهو شیخنا الاول رجعنا علی یدیه وله بنا عنایة

عظیمة لایغفل عنا ساعة. اور ان کے ماسوا اور بھی عیسوی المشرب صوفیہ بہت گذرے ہیں اور اب موجود بھی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

اور نیز اس طرح کا فیض عیسیٰ بن مریم کا اس کے زندہ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ بر تقدیر مرجانے عیسیٰ ابن مریم کے بھی قادیانی کو فیض پہنچ سکتا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کا فرمانا "وانه راجع الیکم" اگر بطرق بروز ہوتا تو "ان عیسی لم یمت" بے ربط رہ جاتا تھا کیونکہ وہ بروز موت کی تقدیر پر بھی ہو سکتا ہے اور نیز "وانه راجع الیکم" سے بروز فی القادیانی جب لیا جاسکتا ہے کہ قادیانی صاحب یہود کی قوم سے ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ یہود کو مخاطب کر کے فرمارہے ہیں کہ "وانه راجع الیکم" ای بارز فیکم جیسا کہ مولوی احمد حسن ہندوستانی نے "راجع الیکم" کا معنی بارز فیکم لیا ہے شاید اس کو معلوم ہو چکا ہے کہ قادیانی یہود میں سے ہے اور یہ "راجع الیکم" کا معنی بارز فیکم جب ہی صادق آسکتا ہے کہ یہود میں سے کسی شخص کو عیسوی بروز کا مالک قرار دیا جائے۔

چنانچہ لینزلن فیکم ابن مریم کا معنی قادیانی کے نزدیک یہی ہے کہ تم مسلمانوں میں سے کسی ایک مسلمان میں عیسیٰ کا بروز ہوگا اور آج تک کسی نے چونکہ نزول و رجوع بروزی کا دعویٰ نہیں کیا تا کہ اس پر یہود ہونے کا الزام عائد ہو لہٰذا اس کا مدعی بھی مرزا ہے، اور یہ الزام بھی اسی پر وارد ہے۔ پس آفتاب جہاں تاب سے بھی زیادہ روشن ہو گیا کہ مرزا ہرگز مہدی موعود و مسیح معہود نہیں ہے اور مہدی و عیسیٰ سے مراد یہی دونوں الگ الگ بعینہ مراد ہیں نہ ان کا کوئی مثیل اور انہیں کے بعینہ دنیا میں آنے پر اجماع ہے نہ ان کے کسی مثیل پر۔ ورنہ رسول اللہ کی تعلیم جو اس مطالب میں ہے اس کو غلط کہنا ہوگا اور یہ امر منافی ہے انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا، خصوصاً ایسے مہتم بالشان مسئلے میں جس کے ذریعہ سے حضرت ﷺ

امت مرحومہ کو دھوکہ کھانے سے بچانا چاہتے ہیں بالکل منافی شان نبوت کے ہے کیونکہ بجائے ہدایت کے الٹا امت مرحومہ کو دھوکے میں ڈالنا ہوا کہ نزول قادیانی کی جگہ نزول عیسیٰ بن مریم فرمادیا حالانکہ پہلے لوگ ایلیا کے نزول بروزی سے دھوکہ کھا چکے تھے۔

ثم اقول: مرزا اور مرزائیوں کا بہت زور اسی پر ہے کہ **لامھدی الا عیسیٰ ابن مریم** اور اسی سے بروز نکالتے ہیں کمامر۔ اسی واسطے اس مقام میں ذرا زیادہ تفصیل کی گئی اس حدیث کے متعلق میں نیز رسالہ ''تیغ'' میں بھی مفید بحث کی ہے جہاں کی زبان پر لامھدی الا عیسیٰ بہت ہے مگر سوائے تحقیق ماسبق کے اور جوابات بھی ہیں۔

اول: تو یہ کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے۔ **دوسرا**: یہ کہ محتمل التاویل ہے بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً مؤول ہے کیونکہ دونوں باہم متغایر ہیں بہ سبب تغایر اوصاف کے تو معنی حقیقی یعنی نفی وجود امام مہدی کی متعذر ہے اور ایسے وقت مجاز متعین ہوگا۔ پس بعض تاویل کرنے والوں نے مہدی کو معنی منسوب الی المھد پر محمول کیا ہے اور یہ حصر بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے ہے اور بعض علماء نے مہدی سے مہدی لغوی مراد لیا ہے چونکہ مطلق مہدی کا ذکر ہے لہٰذا اس سے مراد فرد کامل ہوگا اور مہدی ہونے میں فرد کامل نبی اور پیغمبر ہوتا ہے لہٰذا یہ معنی ہوا کہ بعد نبی ﷺ کے ہدایت دینے کا فرد کامل عیسیٰ علیہ السلام ہوگا کیونکہ بقرب قیامت کے شریروں اور گمراہوں کو ہدایت فرمائیں گے۔ ایضاً حدیث **لامھدی الاعیسیٰ بن مریم** کو علامہ زرقانی نے مردود ٹھہرایا ہے۔

دوم: یہ کہ اس کو ابن ماجہ نے بھی اخراج کیا ہے حالانکہ خود ابن ماجہ ابوامامہ کی حدیث میں تصریح فرمارہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت بیت المقدس میں ایک رجل صالح نماز کی جماعت کرا رہا ہوگا کہ اتنے میں عیسیٰ کا نزول ہوگا اور وہ امام پچھلے پاؤں ہٹتے جائے گا

تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے۔ اور یہی مضمون بخاری کی حدیث کا ہے جو بروایت ابوہریرہ مذکور ہے۔

اور **بعض زعمی مولویوں** نے بروز کے مسئلے کو اس آیت سے نکالا ہے۔ ﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ مگر صوفی شیخ محمد اکبر صاحب ''اقتباس الانوار'' فرماتے ہیں کہ اس کو مسئلہ بروز سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آیت میں انتقال روح دوسرے بدن میں عمر دنیا میں ثابت نہیں ہوتا خواہ امثال کو جمع مثل دونوں پر فتح کے ساتھ مقرر کی جائے یا جمع مثل بمعنی مثیل کے بر تقدیر اول آیت کا مفاد تغیر اوصاف ہوگا یعنی طفولیت اور شباب اور کہولت اور شیخوخت اور بر تقدیر ثانی یا تو تبدل اشکال دنیویہ واخرویہ پر دلالت کرے گی اور یا تبدل اشخاص دنیویہ واخرویہ پر جو **متخالفۃ الروح والجسم** ہوں گے اور یا تغیر اشخاص دنیویہ **علی سبیل المسخ** پر **علی ما قال الحسن ای نجعلکم قردۃ وخنازیر۔**

پہلی صورت تو ظاہر ہے کہ روح کا انتقال نہیں صرف اوصاف طفولیت وغیرہ وغیرہ کا تغیر ہے۔

دوسری صورت میں منتقل الیہ جسم حشری ہے اور مرزا نے تو اس وقت جب کہ دعویٰ کیا تو دنیا ہی میں تھا۔ اور

تیسری صورت میں آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ (تم کو دوسرے جہاں میں لے جائیں اور تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بسائیں) تو اس صورت میں مماثلت بمعنی الدخول تحت النوع الواحد ہوئی اور امثال بایں معنی مسلم بین الفریقین ہیں نہ ہم کو مضر نہ مرزا کو مفید، کیونکہ اہل اصطلاح بروز کموں اس کو بروز نہیں کہتے۔

چوتھی صورت سواس کو علاوہ مخالفت اہل اصطلاح کے مرزا اور مرزائی بھی ناگوار سمجھیں گے اور نیز تبدیل امثال آیت سے صرف تحت قدرت اور مقدور ہونا ثابت ہوتا ہے نہ وقوع اس کا۔ حجة اللّٰہ البالغہ.

قولہ: امام مہدی ظاہر ہونے کے بعد چاروں مذہب قائم رہیں گے یا نہیں اور ان کا خاص کوئی مذہب وطریقہ ہوگا یا نہیں ''ہدایۃ المہدی'' کے اس صفحہ ۲۶، ۲۷ کا خلاصہ ملاجی نے یہ بیان کیا ہے کہ

۱..... چاروں مذہب کا انتظام زمانہ مہدی تک رہے گا

۲..... اور اپنے زمانہ میں مہدی خود مجتہد مطلق ہوگا

۳..... وہ کسی مذہب کی تقلید نہ کریں گے

۴..... اور دنیا میں انہیں کا مذہب جاری ہوگا

۵..... ایسا فیصلہ کریں گے کہ اگر رسول اللہ دنیا میں موجود ہوتے تو آنحضرت بھی ایسا ہی فیصلہ فرماتے

۶..... اور مذاہب متداولہ کے اغلاط ومسائل ضعیفہ کی اصلاح فرمائیں گے۔

۷..... مذہب مہدی کے بارے میں ایک مستقل رسالہ، شیخ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ہے جو مجددین میں معدود ہیں۔ جس کا نام مشرب وادی فی مذہب المہدی ہے۔

۸..... اور سوائے اس کے فتوحات مکیہ اور الیواقیت والجواہر، حجج الکرامہ وفتاویٰ شامیہ وغیرہ وغیرہ میں اس کا ذکر ہے فلیراجع.

الجواب: ان آٹھوں باتوں کا جواب دیتا ہوں:

۱..... درست ہے مگر اس مہدی کاذب یعنی مرزا نے تو انتظام مذاہب کو روک نہ سکا۔

۲..... مہدی راست کے بارے میں یہ بھی درست ہے مگر مرزا پر بالکل درست نہیں کیونکہ وہ موت تک شرح وقایہ، ہدایہ، کنز الدقائق، درمختار، شامی، اور عالمگیری وغیرہ کتب فقہ پر مسائل اجتہاد میں عمل کرتا رہا۔

۳..... مہدی صادق کسی کا مقلد نہ ہوگا مگر مہدی کاذب جو کہ مرزا ہے کل آئمہ بلکہ علمائے اسلام کا مقلد رہا تو ذرا ذرا بات میں تقلید کا دم بھر کے نقل کرتا رہا ہے۔

۴..... ساری دنیا کیا بلکہ دنیا کے کروڑ حصہ کے ایک حصہ میں بھی مرزا کا مذہب جاری نہ ہوا۔

۵..... جتنے فیصلے مرزا کے ہیں جب کہ کتب فقہ وتفاسیر واحادیث سے مخالف ہوئے تو رسول اللہ سے تو خود ہی مخالف ہوئے مرزا نے قرآن وحدیث اور کل آئمہ مذاہب کے خلاف راہ نکالی ہے رسول اللہ کی احادیث کے معنی مراد کو سمجھ کر تاویلات شروع کرتا ہے۔ پس وہ موافق شرع محمدی کے کیسے ہوسکتا ہے؟

۶..... مذاہب کی غلطیاں نکالنے کا ادراک اور علم کہاں تھا؟ مسئلہ مہدی موعود مسیح معہود ہونے کے سوا اس نے بہت کم قلم اٹھائی ہے اور پھر جس جگہ کچھ لکھا ہے اس پر طالب العلم کافیہ خواں بھی ہنس رہے ہیں۔ چنانچہ تفسیر القرآن جو اس نے لکھی ہے اس کے اغلاط اور مرزا کی لغزشیں اور جہالتیں اس میں جو جو ہوئی ہیں، آخر میں عرض کروں گا۔

۷..... اور شیخ علی قاری کا نام تو شاید آپ نے غلطی سے لے لیا ہے ورنہ اگر اس کو مانتے ہوتو وہ تمہارے سارے مذہب کو جڑ سے اکھیڑتا ہے۔ مشکوٰۃ کی ''شرح مرقات'' میں انہوں نے حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اترے گا عیسیٰ ابن مریم زمین کی طرف اور ٹھہریگا ۴۵ برس پھر فوت ہوگا اور دفن ہوگا میرے قبرستان میں ..... الخ۔ اور فتوحات مکیہ کی

عبارتیں بکرات مرات گزر چکی ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ جانے اور قیامت تک وہاں رہنے اور اتر کر دجال کو قتل کرنے وغیرہ وغیرہ کے سب سے زیادہ قائل ومعتقد اور مدعی ہیں اور ایسا ہی ''الیواقت والجواہر'' میں مذکور ہے۔ اور ''حجج الکرامہ'' میں بھی عیسیٰ ابن مریم کی موت کے قائل کو ذلیل اور شرمندہ کیا ہے۔ دیکھو اس کا صفحہ ۴۲۴ کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے۔ چالیس سال قیام کریں گے اور میری سنت پر عمل کریں گے۔ پہلے بھی یہ حدیث گزر چکی ہے اور علامہ شامی نے بھی حاشیہ ''درمختار'' میں اول جلد کی ابتداء میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مناقب میں ذکر عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی صاحب کا کیا ہے اس سے صاف بلاغبار ظاہر ہے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ اور مہدی کے بارے میں سب مسلمانوں کی طرح قائل اور معتقد ہیں۔ البتہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ امام مہدی چوں کہ مجتہد مطلق ہوگا اور قرآن وحدیث کا حافظ ہوگا لہٰذا وہ کسی دوسرے مجتہد کی تقلید نہ کرے گا۔ نفی وجود عیسیٰ یا مہدی یا ان کے کسی مثیل کا ہندی ہو یا پنجابی ہو شریف ہو یا رذیل ہو ذکر تک نہیں ہے۔ الحمد للہ کہ جن کتابوں سے مرزائی لوگ اپنی جاہلانہ بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اسی سے امر حق کو ہم دکھا دیتے ہیں۔

قولہ: صفحہ ۲۸ میں ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہلسنّت وجماعت کی رسالہ ''تاویل الاحادیث'' میں مذمت فرماتے ہیں۔

جواب: اس سے ملاجی قادیانی کا یہ مقصود ہے کہ کل روئے زمین کے مسلمان آج کل کے اہل سنت وجماعت نہیں بلکہ فقط اہلسنّت وجماعت ہم ہی مرزائی لوگ ہیں۔

ہم اسی شاہ ولی اللہ صاحب سے حیات عیسیٰ بن مریم ثابت کرے دیتے ہیں۔
شاہ صاحب ''ترجمۃ القرآن'' میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کا معنی (ہر گاہ برداشتی

مرا) لکھتے ہیں اور (میراندی مرا) نہیں لکھتے۔ دیکھو خود اس سے عیسیٰ بن مریم کا مرفوع علی السماء ہونا ثابت ہوگیا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے رسالہ ''فوز الکبیر'' میں رفع عیسیٰ سے مراد رفع روحانی نہیں بلکہ جسدی رفع ہے۔

قولہ: تنبیہ: بعض دھوکہ باز مولوی ......الخ صفحہ ۲۷ سے صفحہ ۲۹ تک کوئی مفید مطلب مرزا اور مضر مقصود ہمارے کے، بات نہیں بلکہ بے کار ایک اجنبی بات کو جو فی الواقع بے عقلی سے ملاجی نے لکھ ماری ہے محض ورقوں کی تعداد کو زیادہ کر کے رسالہ کا حجم بڑھا دیا ہے۔

قولہ: اب اصلی اہل سنت وجماعت کون لوگ ہیں؟ اس کا بیان سنئے ''قوت القلوب'' سے **وکان سهل** رحمۃ اللہ **یقول السنة ماکان علیه النبی** ﷺ **واصحابه**۔

الجواب: الحمد للہ کہ ہم ہی ہر چہار مذہب کے مسلمان رسول اللہ اور اصحاب کے طریقہ پر ہیں، نہ مرزا اور نہ مرزائی لوگ۔ کیونکہ ان کے اقوال وافعال واعتقاد سراسر کفریات اور خلاف شرع ہیں۔ محض نماز، روزہ، تلاوت قرآن وغیرہ ظاہری امور سے ایمان باقی نہیں رہتا جب تک کہ اعتقاد موافق شرع کے نہ ہو اور ہم نے ''قوت القلوب'' سے نزول عیسیٰ بعینہ وغیرہ سب نقل کر دیا ہے اس کو دیکھو۔

قولہ: صفحہ ۲۹ پس یہی فرقہ ناجیہ اہل وسنت وجماعت اصلی ہیں۔

الجواب: یعنی مرزائی لوگ ہی فرقہ ناجیہ دوزخ سے نجات پانے والے ہیں اور باقی سوائے مرزائیوں کے سب ناری، دوزخی، بدعتی ہیں یہاں تک کہ ملا عبدالواحد کے استاد وماں باپ، دادا، دادی، پردادا، پردادی، نانا، نانی، پرنانا، پرنانی وغیرہ کل کے کل اوپر کے دوزخی ہیں۔ نعوذ باللہ منہ ایسا نالائق بیٹا کہ مسئلے کی ہار جیت میں اپنے مردگان کو ملعون اور ناری و دوزخی کہہ دے۔

قوله: امام مہدی کا علم شریعت وعرفان من قبیل قولہ تعالیٰ ﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا﴾ بوساطت واقتباس ''انوار مشکوۃ'' نبوت کبریٰ سرور عالم ﷺ حاصل ہونا تھا اور بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ (ص۳۰)

الجواب: ''رسالہ تیغ'' میں ہم نے مفصل لکھ دیا ہے کہ مرزا نے قرآن کو ناقص کہا اور انبیاء علیہم السلام کو برا کہا اور خود رسول اللہ ﷺ کو غلط گو کہا اور ان کی پیشین گوئیوں کو غلط کہا اور معنی مراد حضرت کا جان کر اس میں تاویلات کرتا رہا وغیرہ وغیرہ معایب وکفریات مرزا کے آیت ﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا﴾ کے بالکل مخالف ہے۔

ببین تفاوت راه از کجا است تا بکجا.

قوله: یہ جو مشہور ہے کہ زمان مہدی میں بجز دین واسلام کے اور کوئی دین دنیا میں باقی نہیں رہے گا یعنی دنیا میں فقط مسلمان ہی رہیں گے اور کوئی کافر، یہود ونصاریٰ میں سے باقی نہیں رہے گا یہ سراسر غلط ہے کیونکہ قرآن کریم کے خلاف ہے کمامر۔ (ص۳۰)

الجواب: بیان اس کا مفصل سابق اس سے ہو چکا ہے۔ اور مخالف کی جہالت کا پردہ اٹھایا گیا ہے فلیراجع ثمه۔

قوله: مگر بعض روایات سے جو پایا جاتا ہے کہ امام مہدی لوگوں کو مال دیں گے تو اس مال سے مراد دنیوی مال نہیں بلکہ خزینۂ علوم دین ومعارف وحقائق مراد ہے اور یہ امر حضرت علی ؓ کی ایک روایت سے بھی مؤید ہے ''حجج الکرامہ'' میں ہے: علی مرتضی گفت رحمت خدا با دبر بلدۂ طالقان که آنجا خدارا خزائن است امانه از زر وسیم بلکه مرد خان اند که خدارا شناخته اند حق معرفت او وایشاں انصار مهدی باشند۔ انتهی (اخرجه ابونعیم) اس روایت میں جو لفظ طالقان

واقع ہے ممکن ہے کہ قادیان سے بگڑا ہوا ہو۔

الجواب: مال سے مراد دنیوی ہی ہے کہ کیونکہ کل زمین پر زراعت ہوگی کوئی زکوۃ لینے والا نہ ملے گا۔ دیکھو ''رسالہ تیغ'' کو اور خزانہ دین وحقائق ومعارف وہ ہیں جو موافق قرآن وحدیث واجماع کے ہوں اور مرزا جو معارف وحقائق دیتا ہے اور لوگ اس کو رد کرتے ہیں وہ صاف ظاہر شریعت محمدیہ ﷺ سے مخالف ہیں لہٰذا وہ علوم ومعارف نہیں بلکہ وہ اباطیل اور خرافات وتحریفات وواہیات وکفریات وبدعات سیات ہیں۔ لہٰذا مرزا نہ تو مہدی حق ہے اور نہ اس کے علوم دین ہیں۔ اور حجج الکرامہ اور ابونعیم کی مراد کو دیکھو جو پہلے اس سے مذکور ہے کہ وہ بالکل تمہارے مخالف ہے اور یہ قول تمہارا کہ طالقان ممکن ہے کہ قادیان سے بگڑا ہو۔ تم مدعی ہو تو تم کو دلیل لانی ضرور ہے۔ احتمال اور نفس امکان کافی نہ ہوگا۔ خانہ ساز باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ قادیان اب چار سو سال سے آباد ہے اور حضرت علی کی خبر دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بلدۂ طالقاں موجود تھا۔ چنانچہ بطور اخبار حالیہ کے کہہ رہے ہیں اور جب کہ مرزا کے الہام کے مطابق لفظ قادیان قرآن شریف میں موجود ہے تو اس کو بلدۂ طالقاں یا اس کو کدعہ سے نکالنے کی کونسی ضرورت ہے؟

ع ولن یصلح العطار ما افسده الدهر

قوله: کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نہ اپنے واسطے مال دنیا کو پسند فرمایا ہے اور نہ امت کیلئے بلکہ فرمایا الفقرا اخشی علیکم۔ دفعتہً اس قدر مال دنیا کے لوگوں کو دینا کہ سب تونگر ہو جائیں کوئی محتاج باقی نہ رہے یہ تو عادت الٰہی وحکمت باری عزاسمہ کے مخالف ہے۔ (ص۳۱)

الجواب: رسول اللہ ﷺ نے بے شک دنیا کو پسند نہیں فرمایا ہم بھی مانتے ہیں مگر دنیا نام

ہے غفلت اور حجاب عن ذکر اللہ کا۔ مثنوی میں ہے۔ شعر

چیست دنیا از خدا غافل بدن   نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

روپیہ ومال ومتاع کی ایسی کثرت کہ کوئی محتاج نہ رہے یہ دنیا نہیں۔ دنیا جب ہے کہ غفلت اللہ کے ذکر سے ہوجائے۔ روپیہ پیسہ پاس ہو یا نہ ہو، اگر دنیا نام جمع کرنے حلال مال کا ہوتا ہے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام وحضرت سلطان سکندر علیہ السلام وحضرت عثمان غنی وابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ مالدار، بڑے دنیا دار کہلائیں گے حالانکہ ایسے لوگوں کے شان میں یہ لفظ استعمال کرنا ان حضرات کی بدگوئی ہے۔ کما لایخفی حضرت ﷺ نے بارہا بکثرت دراہم اور بکریاں اور غلہ جات اللہ تعالیٰ کے راہ میں تقسیم کی ہیں۔ کما فی البخاری وغیرہ اور یہ عادت الٰہیہ نہیں کیوں کہ اس کے لئے کوئی تبدیل نہیں۔ ﴿وَلَا تَجِدُ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا﴾ بلکہ یہ امتداد الحکم الی انتہاء العلۃ وزوال الحکم بزوال العلۃ ہے۔

قولہ: امام مہدی علیہ السلام نے لوگوں کو ہزاروں روپیہ انعام دینے کے اشتہارات کثیرہ دیئے ہیں مگر کسی نے ان انعامات کو حاصل کرنا قبول نہ کیا۔

الجواب: کاذب نے برائے نام اشتہار تو دیا مگر جب دیکھا کہ چاروں طرف سے جوابات موافق کتاب اللہ وکتاب الرسول کے آرہے ہیں تو خود ہی فرار کر گیا جیسا کہ ہر کس وناکس کو معلوم ہے اور وہ بیچارہ دریوزہ گر گدا اگر سائل کسی کو کیا روپیہ دیتا وہ تو خود طرح طرح کے حیلوں سے روپیہ جمع کرتا رہا۔ چنانچہ ایک مطرب اللہ دیا سے حرام مال کی درخواست کی مگر اس کا شکار خالی گیا۔ منارہ بنانے کیلئے صدہا روپیہ لیا۔ اور اس کی عین حیات میں مدارس وغیرہ سے لوگ ماہوار روپیہ اس کی معاش کیلئے روانہ کرتے رہے۔ (دیکھو ''رسالہ تیغ'' ص۵۲ کو) وہ عبارت یہ ہے۔ مالی فتوحات آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا

جس کو شک ہو ڈاکخانہ کی کتابیں (دیکھو ملخصا صفحہ ۲۸، ضمیمہ انجام آتھم)۔ حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن اللہ رکھا تاجر مدارس نے کئی ہزار روپیہ دیئے (صفحہ ۲۸، ضمیمہ انجام آتھم)۔

شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار سے زیادہ دے چکے ہیں۔ منشی رستم علی کوٹ انسپکٹر گورداسپور بیس روپیہ ماہوار دیتے ہیں۔ حیدرآباد کا مولوی سید مروان علی، مولوی سید ظہور علی ومولوی عبدالمجید دس، دس روپیہ اپنی تنخواہ سے دیتے ہیں۔ خلیفہ نور الدین صاحب پانچ سو روپیہ دے چکے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲۸، ۲۹)

قولہ: حالانکہ علامات مہدی آخر زمان جن روایات حدیث سے ثابت ہیں اخبار آحاد سے فوق نہیں جو مفید علم یقینی کے نہیں ہیں۔ (صفحہ ۳۳، ہدیۃ المہدی)

الجواب: مجموعہ مل کر متواترۃ المعنی ہوگئی ہیں اور علم یقینی کو مفید ہیں الا من اضلہ الشیطان کما مر مرارا۔ اور امام مہدی صاحب کو لوگ خود بخود شناخت کرلیں گے۔

قولہ: اگر ایسا ہوتا تو ایمان بالغیب باقی نہ رہتا۔

الجواب: یعنی جن جن رسولوں نے خود اپنے آپ کو بدعویٰ نبوت ظاہر کیا ہے اور لوگوں نے ان کو نشان ومعجزات سے پہچانا ہے ان کی نسبت ایمان بالغیب باقی نہ رہا۔ واہ واہ جہالت۔

قولہ: پس معلوم ہوا کہ مہدی صادق کا خود دعویٰ نہ کرنا اور فقط نشانات دیکھ کر لوگوں کا ان کو پہچان لینے کا قول محض بے دلیل وسراسر باطل ہے۔ ومن یدعی خلاف فعلیہ البیان بالبرھان (ص۳۴)

الجواب: قرآن شریف وتفاسیر وکتب سیر وتصوف وتواریخ وفقہ واجماع امت سے فوق اور کیا برہان ہوگی؟ مگر ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

قوله:

درسنہ غاشی ہجری دو قرآن خواہد بود　　از پئے مہدی و دجال کنشان خواہد بود

الجواب: مہدی اور دجال سے مراد مرزا قادیانی کی دوقومیں یہود و نصاریٰ کی ہیں اور یہ زمانہ دراز سے موجود ہیں۔ کیا وجہ کہ اجتماع کسوف وخسوف ۱۳۱۱ھ میں ہوا۔ حالانکہ یہ محض مرزائیوں کا دعویٰ ہے ورنہ ابتک واقع نہیں ہوا، چنانچہ پنجاب وغیرہ املاک کے لوگ بخوبی جانتے ہیں۔

قوله: مرزا غلام احمد صاحب تخمیناً ۱۲۵۱ھ میں یا تھوڑا آگے پیچھے تولد فرمائے تھے اور ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء کے وفات فرمائے ہیں چنانچہ ۱۳۲۶ء کیلئے لفظ مغفور مادہ تاریخ وفات ہے۔

الجواب: اگر تاریخ کے مادہ پر امام مہدی و دجال کی شناخت موقوف ہے تو میں ایسے مادے تاریخ ولادت مرزا و جوانی و وفات مرزا نکال دیتا ہوں کہ اس کے لحاظ سے مرزا ظالم اور فتنہ گر اور کاذب ہوجائے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی سے بالکل مطابقت ہے اس نے بھی مہدی معہود و مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور آخر کو کاذب نکلا۔ مہدی سوڈانی ۱۲۵۹ ہجری مطابق ۱۸۴۲ء۔ اور ان کی مہدویت کے اعلان کا خلاصہ یہ تھا کہ میں وہ مہدی موعود ہوں جس کا تمہیں دس گزشتہ صدیوں سے انتظار تھا اور تم کو سچی شریعت پر چلاؤں گا وغیرہ وغیرہ اور اس نے اپنا نام محمد احمد رکھا جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔ بہر حال وہ بھی تمام قرائن کی رو سے کاذب تھا مگر پھر بھی ایک نہایت وجہ کا محتاط عالم تھا جس کی علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ اس وقت اس کے پاس بقدر تین لاکھ جان نثار خدا کے واسطے لڑنے کو موجود تھے۔ مرزا کی پیدائش ۱۲۵۹ ہجری ہے سیپارہ

"واعلموا" میں پروردگار نے گویا کہ اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ﴿الا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا﴾ یعنی "آگاہ ہوجاؤ وہ فتنے میں گرے"۔ اور یہی تاریخ محمد احمد سوڈانی مہدی کاذب کی بھی ہے اور مرزا کتاب "آئینہ" میں لکھتا ہے کہ عدد ۱۲۷۵ کا جو آیت ﴿وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ سے نکلتا ہے اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے...... الخ بلفظہ۔ یعنی ۱۲۷۵ کو مرزا جوان ہوا اور یہی شباب (۱۲۷۵) ظلم ہے جس کے اعداد ۱۲۷۵ ہوتے ہیں اس سے مرزا جوان ظالم ثابت ہوا۔ اس سے جب ۱۵ سال بلوغت کے نکالے جائیں تو وہ ۱۲۵۹ء رہتے ہیں جو کہ ﴿الا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا﴾ کے اعداد ہیں ایک برس کسر میں گیا۔ اور مہدی سوڈانی کی تاریخ ۱۸۸۲ء ہے اور یہی تاریخ مرزا کے مہدی اور مسیح کے مثیل ہونے کی ہے جیسا کہ اس نے خود "براہین احمدیہ" صفحہ اول حصہ سوم پر لکھا ہے۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ میرے نام کے اعداد پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) ہیں، اسی واسطے میں مجدد اور مسیح موعود ہوں یعنی میں تیرہویں صدی پر ہوا ہوں۔ اور مرزا اس کو بڑی قوی دلیل جانتا ہے۔

اب میں چند لوگوں کے نام کے اعداد تیرہ سو پورے کرے دیتا ہوں جن کو مرزا اور ہم کوئی مہدی یا مسیح نہیں کہتے بلکہ مرزا ان کو سخت گالیاں دیتا ہے۔ سنئے:

۱...... مہدی کاذب محمد احمد برم (عاجز) سوڈانی ۱۳۰۰۔

۲...... مرزا امام الدین ابواوتار لال بیگیاں قادیانی۔ اس کے نام کے بھی تقریباً تیرہ سو ہیں۔ اور مرزا کا فاضل حواری نورالدین موجود ہے یعنی

۳...... مولوی حکیم نورالدین مستہام (حیران) بھیروی۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور جس قدر نام چاہوں تیرہ سو کے عدد والے نکالتا جاؤں لیکن اس سے کسی کا مجدد یا مسیح یا اس کا مثیل ہونا تو

ثابت نہیں ہوتا۔

اقول: سب سے لطیف تر قرآنی معجزہ ہے جو کہ قادیانی پر خوب لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ﴾ شیطان اترتے ہیں ہر بڑے بہتان کرنے والے گنہگار پر۔ اس آیت کریمہ کے اعداد بھی پورے تیرہ سو ہیں اور بلاشبہ مرزا پر شیطان اترتے ہیں اور انہیں کے وسوسوں کو مرزا وحی جانتا تھا۔

قولہ: مرزا صاحب امی محض جو مصداق اس مصرع مشہور کا ہے:

ع کہ امی قلم را بگرد بدست

ایسے تو نہ تھے اوائل عمر میں بعض بعض اساتذہ کے نزدیک کسی قدر مختصر تعلیم پائے ہوئے تھے مگر علوم وحکم شرائع وادیان دحقائق ومعارف میں کوئی ان کا استاد نہ تھا۔ (صفحہ ۳۶)

الجواب: اوائل عمر میں جو بعض استادوں سے پڑھا ہے وہ کیا سوائے علوم وحکم وادیان کے کوئی ناٹک اور مسمریزم اور شعبدہ بازی اور مکاری تھی ضرور یہی تھی۔ جیسا کہ اس کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔

قولہ: اسی وجہ سے تو آیۃ کریمہ ﴿وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی﴾ ان لوگوں پر چسپاں ہوتا ہے۔ (ص۱۳۷)

الجواب: یہ آیت کفار نابکار کے بارے میں تھی اس کو اہل سنت وجماعت پر لگا دیا۔ اور اسی صفحہ میں مسلمانوں کو ابوجہل کافر سے مشابہت دی ہے۔

قولہ: مما ینجر الی الطوالہ.

الجواب: الی الطوالہ غلط ہے اور صحیح الی طوالہ ہے مضاف کو معرف باللام نہ ہونا چاہیے۔

قولہ: ضمیرم نہ زن بلکہ آتش زنست کہ مریم صفت بکرو آبستن است۔ (صفحہ ۴۰) مراد اس سے قادیانی کی ہے کہ مرزا جیسا کہ مسیح موعود کے نام سے موسوم ہوا ایسا ہی مریم کے نام سے بھی مسمی ہوا۔

الجواب: مولانا نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گنجوی سکندر نامہ میں دل کو جس کو عربی میں قلب کہتے ہیں۔ مریم صفت بتارہے ہیں اور قلب تو مؤنث سماعی ہے اس کو مریم صفت کہہ دینا بطور استعارہ کے کوئی مستبعد نہیں مگر مرزا باوجود مذکر ہونے کے مریم صفت نہیں بلکہ مریم لقب ہوا وبینهما بون بعید۔

قولہ: الغرض بعد مرتبہ مریمیت کے حضرت اقدس کو مرتبہ عیسویت ومسیحیت کا دیا گیا تھا گویا کہ مریم سے عیسیٰ پیدا ہوئے تھے۔ بلکہ رموز واشارات سے قرآن کریم کے بھی اس کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ''سورہ تحریم'' کے آخر میں ہے قولہ تعالیٰ ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَةَ فِرْعَوْنَ...... الخ﴾ قولہ تعالیٰ ﴿وَمَرْیَمَ ابْنَةَ عِمْرَانَ الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِکَلِمٰتِ رَبِّهَا وَکُتُبِهٖ وَکَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ﴾ اس آیت شریفہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ بعض افراد اس امت مرحومہ کے مریم صدیقہ سے مشابہت پیدا کریں گے۔ یعنی اسی سبب سے مرزا غلام احمد کو ابن مریم کہا جاتا ہے۔

الجواب:

اولاً: جب تک کہ حقیقت کا تعذر نہ ہو تب تک مجاز نہیں لیا جاتا حالانکہ تعذر حقیقت کے دلائل کا فساد ثابت ہو چکا ہے۔

ثانیاً: یہ کہ قطع نظر تعذر حقیقت سے آیت کا مفاد تو صرف اتنا ہی فائدہ بخشتا ہے کہ وصف

ایمان علاقہ مصححہ لارادۃ القادیانی ابن مریم سے ہے یعنی لفظ مریم سے اگر قادیانی بعلاقۃ
الایمان مراد رکھا جائے تو یہ علاقہ اس ارادہ کی صلاحیت رکھتا ہے اور صرف صلاحیت بغیر اس
کے وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن یا حدیث سے ثابت کیا جائے، مفید نہیں۔ پس
اگر انصاف سے کوئی دیکھے تو قرآن یا حدیث میں ایک جگہ بھی (مریم) یا (امراۃ
فرعون) سے مراد کوئی مومن نہیں خود مریم اور فرعون کی عورت ہی مراد ہے۔

ثالثاً: ابن مریم سے مراد ہونا قادیانی کا۔ چنانچہ ''شمس بازغہ'' کے صفحہ ۹۳ پر امروہی نے لکھا
ہے کہ ہر ایک مومن مثیل مریم ہے مومن کی اولاد ابن مریم ہوئی۔ اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ
پہلے مرزا کے والد صاحب غلام مرتضی صاحب لفظ مریم سے کسی استعمال سے پنجابی یا اور کسی
زبان میں مراد لئے گئے ہوں اور وہ اس لفظ مریم سے کبھی پکارے گئے ہوں: وانی یکون
لہ ذلک پس مرزا کا ابن مریم ہونا ثابت نہیں ہوتا اور اگر فقط علاقہ مصححہ وجود ایمان ہی
لیا جائے تو مرزا کی خصوصیت کیا ہے ہر مومن کو ابن مریم کہنا درست ہے۔

قولہ: ملخص کلام اس مقام میں یہ ہے کہ قولہ تعالیٰ ﴿یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ
وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْکِتٰبِ﴾ اس سے استنباط کیا جا سکتا ہے کہ پیشن گوئیوں میں جو من قبیل معجزات
وکرامات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قدر تبدل وتغیر ممکن ہے نہ یہ کہ سر مو تجاوز ممکن
نہیں جیسا کہ خیال کل عوام کالانعام اور اکثر خواص کالعوام کا ہے کیونکہ اس تقدیر غناء ذاتی
میں باری تعالیٰ کے فتور راہ پاتا ہے۔

الجواب: اگر امکان تبدل مسلم ہی ہو تب اس واقعہ خاصہ میں کسی آیت یا حدیث قولی یا فعلی
یا تقریری یا اجماع صحابہ یا مذہب مجتہد سے آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ وہ امکان جو تھا اب
فعلیت اور وجود خارجی میں آ گیا۔ آپ کیونکہ مقام استدلال میں ہیں اور ظاہر ہے کہ مدعی

اور مستدل کو لزوم چاہیے اس کو احتمال کافی نہیں ہوتا اور جب کہ کسی دلیل سے ثابت نہ کر سکو تو
''وَیُثْبِتُ'' ہی ثابت رہے گا اور غناء ذاتی میں نقصان جب ہو کہ غناء فعلی مستلزم ہو غناء ذاتی کو
حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ غناء ذاتی جیسی کہ بصورت تبدل وتغیر موجود ہے ایسی ہی بصورت
عدم تبدل وتغیر کے بھی موجود ہے پس باری تعالیٰ کی غناء ذاتی میں فتور ہرگز راہ نہیں پاتا بلکہ
وہم بھی فتور کا نہیں ہوتا پس تبدل وتغیر ممکن مگر علت بیان کرنی آپ کی باطل وعاطل ہے۔ اور
صفحہ ۴۳ و ۴۴ و ۴۵ و ۴۶ میں جو جواز خلف لکھا ہے وہ اگرچہ علماء میں مختلف فیہ ہے اور اس
میں راجح ومرجوح کے قطع نظر ہونے سے مخالف کو کسی قسم کا فائدہ نہیں کیوں کہ اگر یہ امر مسلم
بھی ہو تو ایک دو چار باتوں میں نہ یہ کہ صدہا باتوں میں جو کہ علامات امام مہدی وخواص عیسیٰ
علیہ السلام وآیات دجال وغیرہ ہیں سب کے سب میں وعدہ خلافی ہو جائے اور ایسا ضروری
مسئلہ کہ اتنی مخلوقات گمراہ ہو جائے اور پھر حضرت محمد ﷺ اور کل اصحابہ کرام وآئمہ مجتہدین
عظام کا اس تبدل وتغیر کا ذکر نہ کرنا ہی قرینہ قاطعہ یقینیہ جازمہ موجبہ للیقین والایمان ہے کہ
اگرچہ خلف وتبدل وتغیر اس میں باعتبار نفس قدرت الٰہیہ کے ممکن ہے الا وقوع تبدل وتغیر کا
ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔ العدم استلزام الامکان الفعلیۃ کما لایخفی۔

قولہ: صفحہ ۴۷ و ۴۸ میں جو کچھ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کی نسبت مرزا کی تکذیب اور پیشگوئی
کے غلط ہونے میں پردہ پوشی کی ہے وہ سب خلاف واقع بیان کی ہیں۔

اقول: کل پنجاب اور ہندوستان میں معلوم ہے کہ مرزا اس میں صاف نامراد رہ گیا اور اگر
کوئی پیشگوئی کسی شخص کی صادق بھی ہو جائے تو اس سے اس شخص کا امام مہدی یا مثیل عیسیٰ
ابن مریم ہونا تو ثابت نہیں ہوتا کیونکہ برہمنوں اور بت پرستوں اور کافروں کی پیشگوئیاں بھی
کبھی صادق ہو جاتی ہیں۔

قوله: اور ''ہدایۃ المہدی'' کے صفحہ ۴۹ و ۵۰ کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب اگر چہ سچا مہدی نہ بھی ہوتو بھی اس کو مان لینے میں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی امر بھی خلاف حجج شرعیہ قویہ نہیں ہے، اہل سلسلہ نے جو ''بانی سلسلہ'' کو قبول کیا ہے سو یہی قرآن وحدیث کے دلائل قویہ سے قبول کیا ہے اگر چہ بد بختوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ پس اس تقدیر میں اگر بالفرض محال ''بانی سلسلہ'' واقعی مسیح موعود ومہدی معہود نہ بھی ہوتو کیا نقصان ہوسکتا ہے؟

...... انتھی ملتقطا.

الجواب: اس سلسلہ کے خلاف شرع اقوال وافعال واعتقادیات اظہر من الشمس میں جس بانی سلسلہ کے ناجائز اقوال وافعال واعتقادیات ہیں وہی سلسلہ قبول کرنے والوں کے بھی ہیں جن کے سبب سے علمائے روئے زمین نے کفر کے فتوے دیئے ہیں جن کا کچھ قدر ذکر اسی رسالہ میں اور میرے دوسرے رسالہ تیغ غلام گیلانی میں موجود ہے۔ پس ایسے شخص کو مہدی معہود یا مسیح موعود جاننا کفر ہے کیونکہ قرآن وحدیث وتفسیر وفقہ وکل علوم دینیہ جس شخص کو دائرہ اسلام کے اندر نہیں چھوڑتے اور کم از کم علانیہ فسق جس کا ظاہر ہو اس کو مسیح موعود اور مہدی معہود کہنا قرآن وحدیث کو کاذب کہنا ہے۔ خبردار ہوا ے مسلمانو یہ کیسی دھوکے کی بات بنگالی قادیانی نے لکھی ہے۔ (نعوذ باللہ من غضب الرب)

قوله: ازمنہ ماضیہ میں بعض بعض علماء نے بعض بعض حضرات کو مہدی قرار دیا ہے اور دوسرے علماء ان کے ساتھ متفق ہوئے مگر ان علماء مخالفین نے ان علماء سابق الذکر پر کوئی براحکم نہیں لگایا اور ان کو کسی طرح مطعون نہیں کیا۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں ہے: وقال وهب بن منبه ان كان فى هذه الامة مهدى فهو عمر بن عبد العزيز رحمۃ اللہ تعالی علیہ وايضا فيه وقال الحسن ان كان مهدى فعمر بن

عبد العزيز ...... الخ.

الجواب: اگر مقصود قادیانی کا اس عبارت سے یہ ہے کہ جلال الدین سیوطی اور امام حسن کے قول میں مہدی سے مراد مہدی آخر زمان ہے تو مرزا غلام احمد کا دعویٰ کرنا کہ میں مہدی آخر زمان ہوں، بالکل بیہودہ اور غلط ہے اور اگر مراد اس سے یہ ہے کہ اس قدر صفات حمیدہ امام مہدی کے عمر بن عبد العزیز میں موجود تھے کہ بوجہ مبالغہ کے اس کو مہدی کہا گیا۔ جیسا کہ فی الواقع کتاب کا مقصود بھی ہے تو اس کے لانے سے ہمارا کوئی نقصان اور قادیانی کا کوئی فائدہ نہیں فقط۔

اعلان: مولوی عبدالواحد باشندہ مقام برہمن بریہ ضلع پترہ ملک بنگال کے رسالہ ''ہدایۃ المہدی'' کا رد ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس طور پر لکھا ہے کہ جس کتاب سے اس نے اور اس کے پیر مرزا غلام احمد متوفی یا مولوی محمد حسن امروہی یا اور کسی قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر دلیل لائے تھے ہم نے بھی اسی کتاب سے حیات عیسوی کو ثابت کر دکھایا۔ اگر ہم ایسی کتابوں کو حوالہ دیتے جو کہ ان لوگوں کے مذہب میں نہیں مانی جاتیں تو ان کو رد کرنے میں بھی اگر چہ بددیانتی اور بے ایمانی ہوتی مگر تاہم ایک قسم کا عذر ان کے ہاتھ میں ہوتا اب باوجود یکہ انہی کی مانی ہوئی کتابوں کو اور انہی کے پیشواؤں سے ہم نے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کر دیا تو ان کو شرعاً، عرفاً، عقلاً کسی طرح سے رد کرنے کی گنجائش نہیں اور ہم نے یا اور کسی عالم سنی حنفی یا اور کسی سچے مذہب والے نے قادیانیوں کو اپنی تصنیفات میں سخت الفاظ سے پکارا ہے سو یہ کوئی بری بات نہیں۔ کیونکہ قادیانیوں نے اور خود مرزا قادیانی نے علمائے دیندار کو سخت گالیاں دی ہیں اور وہ ایسے سخت الفاظ ہیں کہ ہم لوگوں کے الفاظ ان کا بدلہ بھی نہیں ہوسکتے۔ دیکھو ''رسالہ تیغ غلام گیلانی'' کو جو کہ ہم نے ان کی گالیوں کو نقل کیا

ہے خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو ایسی گالیاں دی ہیں جس سے قادیانی مرزا اسلام سے خارج ہو گئے۔ اور یاد رہے کہ بعض مسلمان مولوی مرزائی مولویوں کو ادب کے لفظ سے بولتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب و مولوی صاحب، سو یہ گناہ ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب کسی فاسق کی مدح اور صفت کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا عرش مجید کانپ اٹھتا ہے۔ پس مرزائیوں کو ادب کے لفظ سے یاد نہ کرنا چاہیے۔

خود اسی رسالہ ''ہدایۃ المہدی'' کو دیکھو کہ علمائے اہل سنت و جماعت کو کیسے بے ادب لفظوں سے یاد کیا ہے:

صفحہ ۶ دھوکے میں ڈالتے ہیں۔

صفحہ ۸ فیج اعوج کے کتنے علماء۔

صفحہ ۱۲ مخالفین سلسلۂ حقہ احمدیہ بھی خواہ مولوی ہوں یا نا مولوی ہوں دجال کے حصہ داروں میں سے ہیں۔ دیکھو اب کل روئے زمین کے علماء و صحابہ کرام و تابعین وغیرہ کو دجال کا حصہ دار یعنی دجال اور شیطان کہہ دیا۔

صفحہ ۱۷ میں ہے احمدیوں سے مباحثہ کرنے کے جرأت اب دجال کے گروہ نہیں پاتے۔

صفحہ ۲۷ بعض دھوکہ باز مخالف مولوی۔

صفحہ ۳۳ بدبخت لوگ نشان کو نشان تسلیم نہیں کرتے۔

صفحہ ۳۷ ابوجہل و امثال سے اس کے دریافت کیا جائے۔

صفحہ ۳۸ دشمنان دین و مخالفان اسلام۔

صفحہ ۳۹ سادہ لوح مخالف مولویوں سے، صفحہ ۴۱ جن کو اللہ تعالیٰ نے اندھا بنا رکھا ہے، صفحہ ۴۲، سطر ۳ میں نیک بدلہ علماء کو عام انبیاء کا منکر کہا ہے۔ اور انبیاء کا منکر کافر ہوتا ہے۔ پس یہ

امن بریہ کے خطیب کے گمان میں کل علماء کافر ہیں۔

تنبیہ: جو کوئی مرزا کے اعتقاد اور اسکے اقوال و افعال مذکورہ کو حق جانے وہ اسلام سے خارج ہے اس کی عورت کا نکاح اس سے ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی پہلی عبادت برباد ہو جاتی ہیں اگر ظاہر ہو کر توبہ نہ کرے اور اس حالت میں مرجائے تو مثل اصلی کافروں ناری جہنمی ابدی ہے جب تک توبہ کر کے تجدید نکاح نہ کرے اور صالح ہو جائے تب تک مسلمانوں کو اس سے نفرت کرنا ضروری ہے قادیانی کی تعظیم کرنی حرام ہے، ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے وہ نماز دوبارہ پڑھنا فرض ہے ان سے کوئی مسئلہ عمل کرنے کے لئے دریافت کرنا یا اس سے وعظ و مولود پڑھوانا یا ان سے فتوی لینا یا ان پر جنازہ کی نماز پڑھنا سخت گناہ ہے کیونکہ یہ سب باتیں مسلمان کی تابع ہیں جب کہ وہ ان کی مسلمانی ہی رخصت ہو چکی و ثواب باقی کیا رہا۔ فقط مسلمانوں کی خیر خواہی کیلئے یہ چند باتیں لکھی گئیں۔

اللّٰہم اغفر لہ و لجمیع المومنین.

فقیر حقیر قاضی غلام گیلانی حنفی سنی نقشبندی

(ملک پنجاب ضلع کیمبلپور اٹک علاقہ چھچھ موضع شمس آباد ۱۲)

تتمہ

(تتمہ از مولوی محمد غلام ربانی صاحب فاضل کامل جامع العلوم)

سوال: آیت ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ ﴿اَلرُّسُلُ﴾ کا الف لام استغراقی ہے، محیط ہے کل افراد رسول کی۔ صورت استدلال کی یہ ہے کہ محمد رسول ہے اور کل رسول محمد صاحب سے قبل گذر گئے۔ پس مسیح بھی گذر چکا یعنی مر چکا کیونکہ خلت بمعنی ماتت ہے اور یہ شکل اول ہوئی۔

جواب: شکل اول کی شرط کبریٰ کلیہ نہیں کیونکہ یہی ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ مسیح کے حق میں بھی نازل ہوئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ پس اگر لفظ ﴿الرُّسُلُ﴾ کے الف لام کو استغراقی لیا جائے تو معنی یہ ہوگا مسیح ابن مریم رسول ہیں اور بے شک اس سے پہلے سارے رسول مر گئے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی رسول ہیں اور عیسیٰ کے قبل نہیں مرے بلکہ صدہا برس بعد ان کے فوت ہوئے کیونکہ مسیح سے سینکڑوں برس بعد کو پیدا ہوئے۔ پس معلوم ہوا کہ الف لام استغرقی ہرگز نہیں کیونکہ بعض افراد رسول کے اس کے تحت میں نہ آئے کہ وہ محمد صاحب ہیں پس کبریٰ کلیہ نہ رہا بلکہ مہملہ فی قوۃ الجزئیہ ہوا۔ پس استدلال قادیانی وفات مسیح پر باطل ہوا بلکہ ﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ تو خود حیات عیسیٰ کو ثابت کرتا ہے ورنہ لفظ ﴿مِنْ قَبْلِهِ﴾ لغو ہو جائے گا۔ پس مفاد دونوں آیتوں کا صرف اسی قدر ہے کہ موت منافی نبوت کے نہیں حضرت ﷺ اور حضرت مسیح ابن مریم پر موت آئے گی اپنے وقت میں۔

سوال: سوائے حضرت عیسیٰ کے اور کوئی شخص بھی بدن خاکی کے ساتھ آسمان کی طرف

گیا ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں گئے ہیں۔ علامہ سیوطی نے ''شرح الصدور'' میں بروایت امام یافعی کے شیخ عمر بن فارض مکی کا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے کہ شیخ عمر ایک ولی اللہ کے جنازہ پر آئے فرماتے ہیں کہ بعد نماز جنازہ ہو جانے کے اس قدر سبز نور آسمان سے اتر کر آئے کہ ان سے آسمان چھپ گیا پس ان میں سے ایک جانور بڑا نیچے آیا اور اس میت ولی اللہ کو ایسا نگل گیا جیسے جانور دانہ نگل جاتا ہے اور آسمان کی طرف اڑ گیا۔ شیخ عمر فرماتے ہیں کہ میں اس واقعہ سے متعجب ہوا لیکن اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آ گیا جو کہ وہ بھی اوپر سے اترا تھا اور نماز میں شریک ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اے عمر اس سے تعجب نہ کر کیونکہ جن شہیدوں کی ارواح سبز جانوروں کے پوٹوں میں ہو کر جنت میں چگتی چرتی ہیں وہ تلوار کے شہید ہیں لیکن محبت کے شہیدوں کی روح کا حکم رکھتے ہیں۔ ''شرح الصدور'' ص۱۷۳ شیخ سیوطی نے فرمایا کہ اسی کے مشابہ وہ قصہ ہے جس کو امام ابن ابی الدنیا نے ''ذکر موتی'' میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص عابد لوگوں سے کنارہ کر کے پہاڑوں میں رہتا تھا بارش کے لئے لوگ اس سے دعا کراتے تھے اور بارش برستی تھی جب وہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کو غسل دینے لگے ناگہاں ایک تخت آسمان سے اترتا ہوا نظر آیا یہاں تک کہ اس بزرگ میت کے پاس آ گیا اور ایک شخص نے اس تخت کو کھڑے ہو کر پکڑا اور اس والی میت کو اس پر رکھ دیا پس وہ تخت پھر آسمان کی طرف چلا گیا یہاں تک کہ لوگوں کی نظر سے غائب ہو گیا۔

عامر بن فہیرہ کا آسمان پر جانا: علامہ سیوطی نے لکھا کہ اس کا مؤید وہ واقعہ ہے جس کو امام بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں بروایت عروہ ذکر کیا ہے کہ حضرت

ابوبکر کا غلام عامر بن فہیرہ ''معونہ'' کے دن شہید ہوا اور عمرو بن امیۃ الغمری نے بچشم خود دیکھا کہ وہ اسوقت آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ چنانچہ یہی عجیب واقعہ ضحاک بن سفیان کلابی کے اسلام کا باعث ہوا اور اس نے عامر بن فہیرہ کا قتل ہو کر آسمان کی طرف اٹھ جانا اپنا چشم دید واقعہ اور اس پر اپنا اسلام لانا آنحضرت ﷺ کی طرف کو لکھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عامر بن فہیرہ کے جسم کو ملائکہ نے چھپالیا اور اس کو علیین پر جا رکھا اور یہی قصہ ابن سعد اور حاکم وکبیر میں بطریق عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسا ہی روایت کیا اور عامر بن طفیل بھی بیان کرتا ہے کہ عامر بن فہیرہ کو آسمان کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ اور حبیب بن عدی کی نسبت احمد اور ابونعیم اور بیہقی نے بروایت عمرو بن امیۃ بن الغمری تخریج کی ہے۔

سوال: کسی صوفی کامل باخدا نے بھی وفات عیسیٰ علیہ السلام کا قول کیا ہے یا نہیں؟

الجواب: کسی نے نہیں کیا بلکہ جن صوفیوں اور بزرگوں کو خود مرزا مانتا تھا ان سب سے مسیح کا زندہ آسمان پر جانا اور بقرب قیامت آنا زمین پر ثابت ہے شیخ سیوطی ومحمد اکبر و شیخ اکبر و شیخ عبدالقادر جیلانی ومجدد الف ثانی وغیرہ سے مرزا جابجا سند لاتا ہے۔ بعض حضرات سے جواب حقانی میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نقل کردیا اب کچھ قدر میں بھی نقل کردیتا ہوں۔

مجدد الف ثانی امام ربانی نے دفتر سوم، مکتوب ۲۷ میں فرمایا کہ اور اشراط قیامت سے ہے یہ کہ حضرت مہدی ظاہر ہوں گے اور حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے۔ مرزا نے ''ازالہ'' جلد اول میں اہل لغت خصوصاً شیخ ابن عربی کی نسبت لکھا ہے (ان کا قول علمائے ظاہر کے اقوال پر راجح ہوتا ہے) دیکھو شیخ اکبر کے یہ اشعار۔ شعر

الا ہو ختم الاولیا و رسول   ولیس لہ فی العالمین عدیل

خبردار ہو وہ عیسیٰ علیہ السلام حکم الاولیاء ہے اور رسول ہے۔ اور اس کی برابر جہاں میں اس وقت کوئی نہ ہوگا۔ یعنی عیسیٰ کے زمانہ میں اور بعد ان کے ان سے کوئی برابر نہ ہوگا عزت وحرمت میں۔ پس مرزا ہرگز مسیح موعود یا اس کا مثیل نہیں کیونکہ اس کی مثل اس کے زمانے میں بھی صدہا لوگ تھے اور بعد اس کے بھی اور ہوں گے اس سے اچھے تھے اور اب بھی ہیں۔ ھو الروح ابن الروح امه مریم. وھذا مقام ما علیه سبیل. وہ عیسیٰ خود روح ہے اور روح کا بیٹا ہے اور اس کی ماں مریم ہے اور ایسا مقام ہے کہ اس پر کسی کو قابو نہیں ہے۔ کیسا صاف بیان کردیا کہ وہ عیسیٰ جو کہ روح اللہ ہے جو کہ بواسطہ روح القدس یعنی بنفخہ جبرئیل علیہ السلام پیدا ہوا ہے اور بغیر باپ پیدا ہوا ہے، وہی نازل ہوگا اور اس کا کوئی ہم رنگ اور مثیل مرزا ہو یا غیر کوئی ہرگز ظاہر نہ ہوگا اگر کوئی اس کا مدعی ہوا تو وہ کاذب ہوگا: فینزل فینا مقسطا حکما بنا ومن کان حکما قبله فیزول. یعنی نازل ہوگا ابن مریم ہم میں عادل اور حاکم ہو کر اور اس سے پہلے جو حاکم ہوگا زائل ہوجائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا محکوم تھے، نہ حاکم۔

صحیح حدیث تمام جہاں کی مانی ہوئی میں وارد ہے کہ امام مہدی جب آئے گا:

۱...... حاکم ہوگا

۲...... عادل ہوگا

۳...... خنزیر کو قتل کریگا

۴...... جزیہ لینا موقوف کردے گا۔ ظاہر ہے جب کہ مرزا خود انگریزوں کا رعیت تھا تو حاکم نہ ہوا یہ صفت بھی گئی۔ عادل بھی نہ تھا، نہ مسائل دین میں، نہ اپنے معاملات میں اور لوگوں پر تو اس کو عدل کی قدرت بھی نہ تھی۔

تیسرا کام حضرت عیسیٰ کا خنزیر کا قتل کرنا تھا اور مرزا کے وقت برابر سوروں اور خنزیروں کے گلے پڑے رہے اور اب بھی بکثرت موجود ہیں۔

چوتھا کام جزیہ کا موقوف کرنا تھا مرزا چونکہ خود رعیت تھا لہٰذا اس سے یہ بھی نہ ہوا۔

پانچواں کام مال کا دینا تھا مرزا خود طرح بطرح کے حیلوں سے لوگوں کے مال جمع کرتا رہا۔ مرزا کے کلام میں ایسے تناقض ہیں کہ کسی مجنون کے کلام میں بھی نہ ہوں گے اس کا دعویٰ تھا کہ میں مہدی آخر زمان اور مسیح موعود ہوں جس کا لوگوں کو انتظار تھا میرے بعد قیامت ہو جائے گی۔ مگر اپنی کتابوں میں یہ بھی لکھتا ہے، جو کہ اصلی عبارت اس کی ہے۔ ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔ (ازالہ اوہام، ص۹۸) دوسری جگہ لکھا ہے ایک کیا بلکہ دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح ہوسکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہر جلال واقبال کے ساتھ ہی آئے اور ممکن ہے کہ اول دمشق میں ہی نازل ہو۔ (دیکھو ازالہ اوحام، ص۲۹۴و۲۹۵) پھر دوسری جگہ لکھا اسی عاجز کی طرف سے بھی یہ دعوے نہیں کہ مسیحیت کا میرے وجود ہی پر خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتا ہے۔ (ازالہ اوحام، ص۱۵۹)

پس مرزا کو تو خود بھی یقین نہ تھا وہ مسیح ہے اور دوسری صفت حضرت عیسیٰ کی یہ ہے کہ صلیب کو توڑے گا یعنی دین نصاریٰ کو مٹا کر اسلام جاری کرے گا۔ مرزا نے بجائے اشاعت اسلام کے تمام مسلمانوں پر کفر کا حکم دے دیا اور دین نصاریٰ کو اور بھی تائید دے دی خود ابن اللہ بنا چنانچہ وہ کہتا ہے کہ مجھ کو اللہ نے فرمایا کہ انت منی بمنزلة اولادی. (دیکھو حقیقۃ الوحی، ص۸۱) یعنی اے مرزا تو ہمارے بیٹے کے جا بجا ہے۔ اس الہام سے ثابت ہوا

کہ خدا کا حقیقی بیٹا عیسیٰ ابن مریم ضرور تھا جس کا مثیل مرزا بن کر اس کے جا بجا ہوگیا۔ اور مرزا نے مسیح کی الوہیت کو بھی ثابت کر دیا اس کی ''کتاب البریہ'' میں ہے کہ میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوا اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ اور مرزا نے مسئلہ کفارہ کی بھی تائید کر دی نصاریٰ کا یہ اعتقاد ہے کہ ہمارے گناہوں کے بدلہ اور اس کے کفارہ میں حضرت عیسیٰ مسیح نے سولی کا عذاب جناب الٰہی سے قبول کیا ہے اب ہم کو پروردگار کسی گناہ کے سبب سے نہ پکڑے گا۔ سو مرزا بھی یہی کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے صلیب یعنی سولی پر لٹکایا اور عذاب دیا۔

پس جس نے عیسیٰ کو صلیب پر مانا اس نے مسئلہ کفارہ کو مان لیا۔ اور تجسم خدا کا مسئلہ بھی مرزا نے ثابت کر دیا جو کہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ میں خدا داخل تھا۔ سو مرزا نے بھی ''آئینہ کمالات اسلام'' میں کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہوگیا۔ اور مرزا نے مسئلہ تثلیث کو بھی ثابت کر دیا جو کہ نصاریٰ کا دین ہے۔ اس نے ''توضیح المرام'' میں لکھا ہے کہ ہم دونوں کے روحانی قوا میں ایک خاص طور پر خاصیت رکھی گئی ہے جس کے سلسلے ایک نیچے کو اور ایک اوپر کی طرف کو جاتا ہے اور ان دونوں محبتوں کے کمال سے جو خالق ومخلوق میں پیدا ہوکر نر و مادہ کا حکم رکھتی ہے اور محبت الٰہی کی چمکنے والی آگ سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے اسی کا نام پاک تثلیث ہے۔

بقلم فقیر محمد غلام ربانی پنجابی